مدینۃ العلم

از

محمد حسن

[illegible]



یعنی

مجموعہ جو مدینہ کے رسول نمبروں کے لئے ملک کے

[illegible] اور [illegible] مدینہ کے گذشتہ رسول نمبروں

میں شائع ہو چکا ہے

مرتبہ

جناب مولوی محمد مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ

بجنور (یو۔پی)

محمد مجید حسن مالک اخبار مدینہ بجنور پرنٹر و پبلشر

مدینہ پریس بجنور میں چھاپا

بار اول [illegible] ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقت اسلام
دین متین کی تعلیم حقہ
مسلمانوں کی مشکلات کا حل

(از جناب استاذی سیدی حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی دام ظلہ)

اگرچہ یہ مسلّم، بدیہی اور واقعی حقیقت ہے کہ زمانہ کا کوئی ٹکڑا چھوٹا ہو یا بڑا گذر جانے کے بعد لوٹ نہیں سکتا اور جس کے استحالہ کے لئے کسی استدلال یا تنبیہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ مگر زمانہ کی دورانی حرکت ہمیشہ ایسے متماثل ٹکڑے پیش کرتی رہتی ہے جن سے یہی خیال بندھ جاتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ اجزاء موجودہ وہی گذر جانے والے اجزاء ہیں۔ اور پھر ان اجزاء کا اس عالم مشاہدہ میں اُنہیں سابقہ اجزاء کی کیفیتوں سے متکیف ہونا اور بھی اس خیال کو قوت دیتا ہے۔ ہر چوبیس گھنٹہ میں گذشتہ اجزاء کے مماثل صبح، شام، دوپہر، رات دن سردی، گرمی، اندھیرے اُجالے وغیرہ کا اپنے اپنے اوقات پر ہونا اسی طرح گذشتہ اجزاء کے لوٹ کر آنے کا خیال پیدا کرتا ہے جس طرح ہر ہفتہ میں دنوں کا لوٹ پھیر اور ہر سال میں موسموں کا آجانا فصول اور حوال کا چکر لگانا۔

یہی نہیں کہ وہ محض عالم شہادت اور مادی انقلابات اور جسمانی صفات کے کرشمے ہیں بلکہ اسی کے مثل یا اس سے زائد عالم روحانی کے بھی کوائف اور حالات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اگر اخیر رات کا حصہ ہمیشہ مطلع برکات رحمانی ہوتا رہتا ہے تو ہر فجر کا وقت مہبط فرشتگانِ ربانی بنا رہتا ہے۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا۔ اگر وقت استواء آفتاب مظہر جلال و غضب بن کر جہنم کے جھونکنے اور بھڑکانے کا وقت

بنتا رہتا ہے تو بوقت طلوع وغروب وسیلۂ انتشار آثار شیطانیہ۔ اگر جمعہ کو رحمات الٰہی کی دھواں دھار بارش ہوتی رہتی ہے تو ہر دوشنبہ اور جمعرات کو صحائف اعمال کی پیشی۔ اگر ہر رمضان میں طرح طرح کی رحمتیں اور نعمتیں جھڑی کی طرح برستی رہتی ہیں تو ہر ذی الحجہ میں انواع واقسام کی نوازشیں باعث فلاح ونجاح ہوتی رہتی ہیں۔

قوانین احکام تشریعیہ بھی انہی مادی اور روحانی انقلابات کے تابع ہو کر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ہر فجر اور ظہر وعصر کے احکام اسی طرح نوبت بنوبت آتے رہتے ہیں جس طرح ہر جمعہ اور ہر رمضان وذی الحجہ وغیرہ ہفتہ وار اور سالانہ ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

احکامی دنیا میں جہاں گذشتہ اجزا کا مماثل نمودار ہوا غلامانِ بارگاہ صمدیت میں وہی بے چینی پیدا ہوگئی جو پہلے اجزا میں نمودار ہو چکی ہے۔ ماہ شوال نے چہرۂ ہلال نمودار کیا کہ عشاق بارگاہ جمال حقیقی میں قلق واضطراب کا دور دورہ نمودار ہو گیا عشق کی بیتابی اور محبت کی بیقراری نے راحت وآرام سے بیگانہ بنا دیا۔ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ کی صدا اور وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ کے روحانی اعلان نے کوچہ محبوب حقیقی یعنی بیت عتیق کے گرداگرد افتاں وخیزاں چکر لگانے (طواف کرنے) پر آمادہ کر دیا۔ دیوانہ وار، دار ودیار...... بیوی بچوں، زیب وزینت وغیرہ اسباب تجمل وخوبصورتی کو بخشے ہوئے ننگے سر ننگے پیر کفنی زیب بدن کئے ہوئے بلبل کی طرح بے عترارانہ نام محبوب لیتے ہوئے چیختے چلاتے جائے وعدہ وصال کی طرف روانہ ہو گئے۔ نہ عقل وہوش کی پروا ہے نہ ناصح مدعی عقل وتہذیب کا خیال نہ عزت دنیاوی کی فکر ہے نہ سردی اور گرمی کا خوف۔ دل میں محبوب حقیقی اور اس کے کوچہ کا خیال ہے تو زبان پر اس کے نام کا دریا جاری ہے۔ وحشی جانوروں سے رشتہ مودت ہے اور آبادی ووطن سے نفرت ودوری ع پھر بہار آئی چمن میں زخم دل کھلنے لگے۔ کہیں مجنونانہ طریقہ پر دوڑ رہے ہیں تو کہیں اعتاب بارگاہ محبوبی کے بوسے لیتے ہوئے زبان حال سے یہ اشعار پکار رہے ہیں۔

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى　　　اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَا

میں لیلیٰ کے شہروں پر گذرتا ہوا۔ کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِي　　　وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ نَزَلَ الدِّيَارَا

میرے دل کو ان شہروں اور دیواروں کی محبت نے بیقرار نہیں کیا ہے۔ اُس معشوق کی محبت مجھ کو بیقرار کر رہی ہے جو ان شہروں میں رہتا تھا۔

غرضکہ ہر طریقہ پر مادی ہو یا روحانی ہو تکوینی ہو یا تشریعی اور ہر مذہب و ملت ہر قوم و ملک میں گذرنے والے اجزاء زمانہ کے متماثل اجزاء جب ظاہر ہوتے ہیں تو اُسی قسم کی یاد اور اُسی قسم کی خیرات و برکات اُسی قسم کے احوال و احکام کم و بیش نمودار ہوتے ہیں جن کا انکار تقریباً آفتاب کا نصف النہار کے وقت انکار کرنا.......... ہوگا اور یہی فلسفہ عیدوں اور تہواروں وغیرہ کے سالانہ اور ماہوار ظہور کرنے کا ہے۔

دریائے رحمت کا جوش

آج سے تقریباً چودہ سو برس پیشتر ماہ ربیع الاول میں دریائے رحمت خداوندی کے ایسے جوش و خروش اور ایسے تلاطم اور تموجات کا ظہور ہوا تھا جس کی نظیر نہ زمانہ سابقہ میں پائی جاتی ہے اور نہ آیندہ کو اُمید ہے۔ نہ صرف انسانی دنیا کی فلاح و نجات کی صورتیں اس وقت ارادہ قدیمہ نے نکالیں بلکہ تمام عوالم کے لئے بہبودی اور ابدی زندگانی کا سامان کر دیا اس ناسوتی دنیا اور عالم شہادت میں اپنا خاص پیارا اور مخصوص خلیفہ پیدا کیا جس کا ہر قول خباثات سے طہارت کا ذریعہ ہے اور ہر عمل ترقی درجات اور کفارۂ سیأت کا وسیلہ اور ہر خُلق تزکیہ روحانی اور تقرب خداوندی کا کفیل اُس کے تابعین پر رضوان الٰہی کا سایہ بچھا رہتا ہے اُس کے مددگاروں اور غلاموں کے لئے دونوں جہان میں سُرخروئی اور کمال برستا ہے اُس کے معالجہ اور قوانین پر عمل کرنیوالوں کے لئے ہر ہر قدم پر شفا اور سربلندی ہے۔ اُس کے مخالفین اور معاندین کے لئے ہمیشہ کی ذلت اور رسوائی ہے ؎

در فیضِ محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جسکا جی چاہے

اُس کے نقشِ قدم پر چلنے والے لاہوتی چوٹیوں سے سر ملاتے ہیں اُس کے طریقہ پر فدا ہونیوالے کروبیوں کے ہمنشین بلکہ اُن کے محسود کہلاتے ہیں۔ اس آفتاب ہدایت نے کتاب اللہ کی شعاعوں سے کفر و ضلالت کی تاریکیوں کو ملیامیٹ کر دیا اور اس بادشاہ روحانیت نے گذشتہ

جس طرح عالم انسانی کی خدمتیں اس حکیم روحانی اور مصلح حقیقی نے انجام دی ہیں اُن کے لئے ہر قسم کی سرگرمی کو وُہ بڑا ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔ غرضکہ یہ مہینہ ہمیشہ اُن کے قوائے علمیہ اور عملیہ میں وہ حرارت اور شادابی پیدا کرتا ہے جو مارچ و اپریل درختوں میں۔ اور اساڑھ و ساون کاشت کی زمینوں میں۔ اور فصل بہار بلبلوں کے دل و دماغ میں اور ماہ رمضان المبارک عالم علوی میں۔ چونکہ جناب سرور کائنات علیہ السلام کا مقصد اس عالم انسانی میں حکومت کا قائم کرنا۔ بادشاہت کا حاصل کرنا۔ دنیاوی رعب و داب کا پیدا کرنا۔ خزانوں کا جمع کرنا۔ دوسری قوموں اور ملکوں کو غلام بنانا۔ قوموں کی تجارت، زراعت، صنعت و حرفت پر قبضہ جمانا وغیرہ وغیرہ نہ تھا بلکہ ایسا مقدس اور برتر مقصد تھا کہ جس سے عالم انسانی اور تمام مبعوث الیہم کی دینی اور دنیاوی اصلاح ہو جائے، اُن کی روحانی اور جسمانی بیماریاں دور ہو جائیں اُن کے لئے دونوں جہان کی ترقیاں اور راحتیں بہم پہنچ جائیں، وہ ہر دو تعلقات (یعنی تعلق خلق با خالق اور تعلق خلق با خلق) میں پورے پورے مکمل بن جائیں، اُن کی ہر قسم کی کمزوریاں اور تکلیفیں دور ہو جائیں اُن کی یہ زندگانی اور مستقبل کی زندگانی (جو کہ اس دار فانی کی مفارقت کے بعد شروع ہونیوالی ہے) نہایت راحت و آرام کی ہو جائے۔ اُن کے لئے وہ کمالات روحانیہ و جسمانیہ جن کی بنا پر وہ نعمت خلافت عظمیٰ سے تکریم کیا گیا ہے حسب استعداد حاصل ہو جائیں۔

اِس لئے اُس آفتاب ہدایت (علیہ السلام) نے ایسے ایسے وسائل و ذرائع لوگوں کی اصلاح و تفہیم کے لئے اختیار کئے جن میں سراسر شفقت و رحمت، ہمدردی و غمخواری، حلم و تحمل، استقلال و ہمت، صبر و احسان وغیرہ مربیانہ اور حکیمانہ اخلاق بھرے ہوئے تھے۔

اتباعِ رسول

وہ محض تبلیغ کے لئے نہیں پیدا ہوا تھا بلکہ ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ انسان جو کہ طبعی طور پر مقلد واقع ہوا ہے اُس کو (آفتاب ہدایت علیہ السلام) اور اُس کے کارناموں کو بغور دیکھے اور اپنے آپ کو بھی اُسی کے رنگ در وپ میں بنالے۔ گویا کہ وہ ایک نمونہ ہے جس کی صورت اور سیرت پر بن جانا مالک حقیقی عزّ شانہٗ کی طرف سے طلب کیا جاتا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر

تم کو خدا کی محبت ہے تو میرے پیچھے چلو (یعنی میرے جیسے بن جاؤ) خدا تم سے محبت کرنے لگیگا اور تمہارے گناہوں کو بخشدیگا اور اللہ بہت بخشنے والا اور رحمت کرنیوالا ہے)، مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ (جس نے رسول علیہ السلام کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی)، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ اقتدا ہے) پھر یہاں تک بھی اکتفا نہیں ہے بلکہ اس مجسمۂ رحمت وہدایت کی روح پاک اپنی تیز و تند قوتوں کے ذریعہ سے لوگوں کے قلبی اور روحانی میل کچیل، نجاست وخباثت کو اسی طرح دور کرتی تھی جس طرح مادر مہربان اپنے ننھے ننھے بچوں کے جسم اور کپڑوں سے ظاہری نجاستوں کو دور کرتی ہے۔ اگرچہ یہ جملہ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (پڑھتا ہے (وہ رسول علیہ السلام) بندگان خدا پر اس کی آیتیں اور ان کو خدا کی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) قرآن شریف کے الفاظ اور اس کے معانی کی تعلیم اور احکام شرعیہ کے علل و اسباب کی تدریس پر دلالت کرتا ہے تو جملہ وَيُزَكِّيْهِمْ (اور پاک و صاف ان کو کرتا ہے)، اسی باطنی تزکیہ اور روحانی تجلیہ پر شاہد عدل ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مقاصد ہیں جن پر روشنی ڈالنا مقصود سے باہر ہے۔

سچے متبعین اور ارباب عقل وفہم پر اس خاص مہینہ کے ظہور کرتے ہوئے جو کہ نہ صرف ولادت باسعادت کا مبارک وقت ہے بلکہ ہجرت بھی (جس کے ذریعہ سے شوکت اسلام کا آفتاب روز افزوں ترقی کرتا ہوا نمودار ہوا) اسی مبارک مہینہ میں واقع ہوئی ہے اور وفات مبارک بھی (جو کہ امت کے لئے عالم برزخ اور بارگاہ رب العزت میں ذریعہ صد ہزار رحمت و مغفرت ہے) اسی مہینہ میں واقع ہوئی ہے۔

قال النبی علیہ السلام ان اللہ اذا اراد رحمۃ امۃ من عبادہ قبض نبیہا قبلہا فجعلہ لہا فرطاً وسلفاً بین یدیہا واذا اراد ہلکۃ امۃ عذبہا ونبیہا حی فاہلکہا وہو ینظر فاقر عینیہ بہلکہا حین کذبوہ وعصوا امرہ (رواہ مسلم)	آنحضرت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب خداوند کریم کسی امت پر اپنے بندوں میں سے رحمت کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے پیغمبر کو امت سے پہلے وفات دے کر اس کو امت کا پیش خیمہ (سامان قیام وطعام وغیرہ درست کرنیوالا) اور آگے جانیوالا بنادیتا ہے اور جب کسی قوم کے عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو قوم کو پیغمبر کی زندگی میں

ہلاک کردیتا ہے کہ پیغمبر اُن کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اس کی تکذیب کی تھی۔ اور اُس کے احکام و اوامر کا خلاف کیا تھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد بعثت آپ کے طرز عمل، آپ کی تعلیم و تلقین کا وہی جذبہ منعکس ہو جانا چاہئے جس کا روشن چراغ آپ کے قلب مبارک اور روح پُرفتوح میں ہمیشہ نور افشاں رہا۔ امور زائدہ جو دوسروں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں رونما ہو گئے ہیں وہ قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ ہماری ہمت تمام عالم انسانی کی اصلاح اور خیر خواہی کی طرف متوجہ ہونی چاہئے۔ ہم کو اس مبارک مہینہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلائی ہوئی باتوں۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت آپ کے اوصاف حسنہ اور تعلیم وغیرہ پر کاربند ہونے اور جناب کے نمونہ پر بن جانے کے لئے عزم مصمم میں نہ صرف تجدید پیدا کرلینا چاہئے بلکہ اس کی عملی کارروائی بھی بڑے پیمانہ پر پیدا کرنی چاہئے۔ غرضکہ ہم تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کا نشاط اور اُس کی گرمی اور قوت عزم اس ماہ میں اُسی طرح پیدا کریں جیسا کہ آپ میں تھی اور جیسی ایک سچے فدائی اور مخلص تابعدار میں ہونا چاہئے۔ غیروں سے بھی ویسا ہی طرز عمل اختیار کریں اور اپنوں سے بھی وہی صورت پیدا کریں۔

اخلاق نبوی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی مقاصد عالیہ کی غرض اور تمام عالم انسانی کی بہبودی دنیا و آخرت کی وجہ سے ہر قسم کی تکلیفیں اُٹھائیں۔ اپنی راحت اور آرام طلبی کو ترک کردیا۔ لوگوں کی سخت و سست باتوں کی پرواہ نہ کی اور سہتے رہے۔ عزت و ناموس ظاہری کو خاک میں ملا دیا۔ اہل و عیال رشتہ ناتہ سب کو خیر باد کہہ دیا مگر اپنے کام اور ارادہ میں فتور نہ آنے دیا۔ دشمنوں کی گالیوں کا بدلہ صفح جمیل سے دیا۔ اُن کے مظالم کا بدلہ صبر جمیل کو قرار دیا۔ اُن کی خود غرضیوں اور جہالتوں کا عوض ہجر جمیل اور خاموشی کو بنایا۔ دشمنوں نے ہر قسم کی وحشیت اور بربریت کو اختیار کیا مگر آپ نے انصاف و عدالت و خیر خواہی اور ہمدردی ہی کو سامنے لانا ضروری سمجھا۔ اُنہوں نے رشتہ داری کو قطع کیا مگر آپ نے رشتوں کی رعایت اور صلہ رحمی میں سر مو فرق نہ

آنے دیا۔ اُنہوں نے نت نئے مظالم ہتنگ لیاں ، ورندگیاں وغیرہ توڑیں مگر آپؐ اپنی مروت۔ سیر چشمی، عالی حوصلگی، بہادری، انسانیت، اخلاق حسنہ کو آخر دم تک نباہا۔ مکارم اخلاق کا وہ عملی گلدستہ پیش کیا کہ وہ وحشی قوم جو اپنی جہالت اور بداخلاقیوں میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ مردم آزاری اور نخوۃ وغرور وغیرہ میں اُس کا پلہ تمام اقوام دنیا سے زیادہ تر بھاری تھا۔ وہ سب کی سب نہایت تھوڑی مدت میں جان، مال، عزت، اولاد سب کچھ قربان کرنے کے لئے صرف تیار ہی نہیں ہوگئی بلکہ اُس نے ایسا ثبوت دیدیا کہ جس کی نظیر ابتدائے دنیا سے آج تک کوئی تاریخ پیش نہیں کرسکی۔ اُس کے قلوب وارواح خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی محبت اور خوف سے بھر گئے۔ اُس کے ہاتھ پاؤں اور جملہ اعضا، خداوندی خوشنودی کے بندے بن گئے۔ اُن میں علمی تموج اور اخلاقی انقلاب ایسا رونما ہوگیا کہ وہ تمام اقوام عالم کے معلّم اور رہنما ہوگئے۔ اُن میں اصول جہانبانی اور قوانین اصلاح عالم انسانی کے ہر ہر شعبہ نے اِس طرح جگہ کرلی کہ نہایت قلیل مدت میں بحر اٹلانٹک سے لے کر ہمالیہ کی چوٹیوں تک اور کوہ ارال سے لے کر صحرائے افریقہ تک امن وامان، عدل وانصاف معرفت اور علم تمدن وسیاست عروج وترقی پھیلا دیا۔ اقوام عالم اس صداقت اور حقانیت کو دیکھ کر برضا ورغبت اسلام کی حلقہ بگوش ہوکر یدخلون فی دین اللہ افواجًا کے سماں میں آگئیں اور پھر اِن حدود سے بھی تجاوز کرکے بحر پاسفک اور بحر منجمد شمالی تک بھی اسلام کا دریا موجیں مارنے لگا

ہندوستان میں جو حالت ہم مسلمانوں کے لئے موجودہ حکومت اور برادران وطن کے معاملات کی وجہ سے نزاکت اختیار کرتی جارہی ہے اُس کے لئے بھی ہم کو آج یہ مبارک مہینہ وہی روشنی یاد دلا رہا ہے اور اُسی چمک میں آنے کے لئے بلا رہا ہے۔ ہمارے لئے جو شاہراہ عمل اسلام اور اُس کے مقدس بانی نے تیار کردی ہے اُسی کا اختیار کرنا ہمارے لئے ہر طرح موجب فلاح وبہبودی ہوسکتا ہے۔

اسلام کا مقصد اصلاح خلق

جبکہ اسلام کا نشوونما اور اُس کا اطراف عالم میں پھیلنا محض بیماران عالم انسانی کی مداوات کی غرض سے ہوا ہے اُس کی اصلی غرض اور غایت اور توجہ محض اصلاح خلق ہے۔ ملک گیری

خزانوں کا جمع کرنا، اقوام عالم کو غلام بنانا، شہنشاہی قائم کرنا وغیرہ وغیرہ وہ نحس اور منحوس مقاصد نہیں ہیں جو اسکندر رومی، چنگیز خان، ہلاکو خاں، یوروپین طاقتوں وغیرہ کے رہا کئے ہیں۔ وہ اپنی فوجوں طاقتوں کا مظاہرہ کرنا نہیں چاہتا وہ اپنی مالی اور تجارتی قوتوں سے اقوام عالم کی اقتصادی قوت اور معیشت کو برباد کرنا نہیں روا رکھتا۔ وہ کسی قومیت اور شخصیت کا بندگانِ خدا کو پرستار بنانا نہیں چاہتا۔ وہ کسی رنگ کسی ملک کسی زمین کو انسانی دنیا میں فوقیت دینا گوارا نہیں کرتا۔ وہ ہر ایک اس انسانی فرد کو تمیز اور بزرگی کا گرانبہا تمغہ عطا کرتا ہے جو اصلاح کو قبول کرتا ہوا متقی اور پرہیزگار بن جائے۔ خواہ کسی قوم کا ہو کسی ملک کا ہو کسی رنگ کا ہو، کسی زبان کا ہو

یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکرٍ وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم — اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد (حضرت آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (حضرت حوا رضی اللہ عنہا) سے پیدا کیا ہے اور تم کو تمیز اور پہچاننے کے لئے مختلف خاندان بنائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑائی اور بزرگی تم میں سے زیادہ پرہیزگاروں کی ہے۔

انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم — ایمان لانے والے سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے تم بھائیوں میں صلح کراؤ۔

اسلام کو حقیقت میں ...... اقوام عالم اور مذاہب دنیا کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ ایک شفیق حکیم کو مریضوں کے ساتھ اور ایک سمجھ دار اور مہربان مُربی کو اپنے بچوں اور اہل خاندان کے ساتھ ہوتی ہے۔ لہذا اسلام کو ضرور بالضرور ان ناسمجھ اور نادان مریضوں اور بچوں اور جاہل بیوقوف اہل خاندان سے طرح طرح کی تکلیفوں اور ناانصافیوں کا دوچار ہونا لازم ہے وہ جو کچھ جور وجفا، بے عقلی اور بے انصافی کریں۔ اُن کی طبعی اور لازمی بات ہوگی۔ اور اس مصلح سمجھ دار کو جس قدر فراخ دلی عالی حوصلگی ہمدردی تحمل و برداشت وغیرہ کرنا پڑے اس کا فرض منصبی ہوگا۔ ہاں جس طرح ایک طبیب حاذق اور شفیق ڈاکٹر کا فرض یہ بھی ہوگا کہ اگر مریض میں مادہ فاسدہ نہایت شدو مد سے عائد ہو کر تمام جسم کو خراب کر رہا ہو۔ آیندہ کو اُس سے طرح طرح کے اندیشے ہوں اور کسی صورت سے اُس کا دبانا اور تحلیل کرنا ممکن نہ ہو تو مسہل کے ذریعہ یا نشتر کے وسیلہ سے اُس کا اس قدر اخراج کرے کہ جسم کی اصلاح مکمل ہو جائے۔ اسی طرح کبھی کبھی مخصوص صورتوں اور

احوال میں اسلام کو بھی محض اصلاح عالم انسانی کی غرض سے تلوار اُٹھا کر شخص اکبر (عالم شہادت) کو مسہل دینا اور اُس کے دُنبل میں نشتر لگا کر مادۂ فاسد کو نیست و نابود کر دینا ضروری ہوگا جس کو جہاد کہتے ہیں۔

جب عقلمند اور بے وقوف، متمدن اور وحشی، متبع قانون اور آزاد، عالم اور جاہل کا مقابلہ ہوگا تو ہمیشہ صنف اول پر اُن اُن مظالم کی بوچھار ہوگی کہ وہ خود اُن کے کرنے سے عاجز ہوگی اُس کو عقل و تمدن، قانون اور علم میدانِ انتقام میں بیوقوفی، وحشت، آزادی اور جہالت کی کارروائیوں سے روکیں گے اور مجبور کرینگے کہ وہ اس جگہ میں انسانیت اور قانون کو ہاتھ سے نہ دے۔ مگر صنف ثانی حق کو چھپائے گی سچائی کو دبائے گی خود غرضی کی داد دیگی اور تعصب پر کاربند ہوگی۔ باطل پرستی اپنا شعار بنائے گی۔ نہایت شرمناک پروپیگنڈا کرکے اہل حق اور صنف اوّل کو بدنام کریگی اور اپنے آپ کو بے قصور دکھلاتی ہوئی ہر قسم کی قوتوں سے کام لیگی۔ یہ معاملہ اسلام کے ساتھ دوسری قوتوں اور اغیار کا ہمیشہ سے رہا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے مگر ہر زمانہ میں مقدس بانی اسلام اور اُس کے متبعین مسلمانوں نے حق و صداقت، عدل و تہذیب کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ ان کی جہالت و گمراہی کا جواب جہالت و گمراہی سے نہیں دیا۔

یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین لِلّٰہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنئان قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔

اے ایمان والو۔ ہو جاؤ تم اللہ تعالیٰ کے لئے (اس کی خوشنودی کی غرض سے) پوری پابندی کرنیوالے انصاف کے ساتھ گواہی ادا کرنیوالے اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ اور برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف نہ کرو عدل کیا کرو کہ وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔

ولا یجرمنکم شنئان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب

تم کو کسی قوم کی دشمنی اور بغض اس بنیاد پر کہ انہوں نے تم کو خانہ کعبہ سے روک دیا ہے اس پر برانگیختہ اور آمادہ نہ کرے کہ تم حد سے آگے بڑھ جاؤ اور تعدی کرنے لگو اور بھلائی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و تعدی پر ایک دوسرے کی

مدد کرو اور گناہ و تعدی پر ایک دوسرے کی مدد مت کرو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ خداوند کریم بہت سخت بدلا لینے والا ہے۔

انہی احکام کی بنا پر آنحضرت علیہ السلام اور اسلاف کرام ہمیشہ موافق اور مخالف دشمن اور دوست کو عدل اور انصاف کی نظروں سے دیکھتے رہے۔ دشمنوں کی جفا کاریوں کو ہمیشہ قانون الٰہی کی پابندیوں کی بنا پر اور اپنے ارادہ نصیحت و خیر خواہی کی وجہ سے پس پشت ڈالتے رہے۔ کبھی عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

مسلمانوں کی موجودہ مشکلات

اسوۂ حسنہ کی پیروی باعث نجات ہے

مسلمان اپنے ہراس اور بےچینی کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ برادران وطن ہمارے کسی نفع کے روادار نہیں ہیں وہ سرکاری محکموں میں بھی مسلمانوں کو گھسنے نہیں دیتے اور جو کوئی گھس آتا ہے اُس کو تنگ کر کے نکلوا دیتے ہیں۔ میونسپل بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ میں مسلمانوں کے نکالنے یا کمزور کرنے کی نہایت زیادہ منتظم سنگھٹن قائم ہے جو ریلوے کے محکموں تار کے دفتروں وغیرہ میں بھی ہے۔ ہر قسم کی تجارت پر خود قبضہ کیے ہوئے ہیں۔ کونسلوں وغیرہ میں جو فرقہ وار نیابت قائم ہو گئی ہے اُس کو بھی ہر جگہ سے مٹانا چاہتے ہیں۔ صناعتوں اور زراعتوں کے بھی مرکز یہی ہیں مردم شماری اور زمینداری میں بھی ان کا پلہ ہر طرح بھاری ہے۔ باایں ہمہ مسلمانوں کی رہی سہی حالت ان سے دیکھی نہیں جاتی۔ کسی قسم کی خیریت کے روادار نہیں۔ تنگدلی ایسی ان پر سوار ہے کہ ہرگز نہیں چاہتے کہ مسلمان قوم زندہ بھی رہ جائے۔

میں ان سب گفتگوؤں کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ آج عام طور سے اس قسم کے اعلانات اور تقریریں اور تحریریں میدان میں آ چکی ہیں۔ مگر میرا یہ سوال ہے کہ آیا اس قسم کی کارروائی غیر مسلم قوموں سے آج نئی بات ہے یا ان کا ظرف تنگ ہمیشہ سے ایسا ہی کرتا رہا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مایود الذین کفروا من اھل الکتاب ولا آسمانی کتابوں کے ماننے والے اور مشرک لوگ یہ نہیں چاہتے

المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم الآیہ — کہ تم کو تمہارا پروردگار کسی بھلائی میں سے کوئی حصّہ دے۔
ولایزالون یقاتلونکم حتیٰ یردوکم عن دینکم ان استطاعوا الآیہ — یہ غیر مذہب والے برابر تم سے جنگ کرتے رہینگے یہاں تک کہ اگر اُن کو طاقت ہو تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں۔

یہ دل تنگی ان لوگوں کی نہ صرف قرن اول کے مسلمانوں ہی سے رہی بلکہ ہر قرن اور ہر ملک میں ہمیشہ یہی قصہ پیش آتا رہا تاریخی واقعات موجود ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اہل سنگھٹن اور جملہ برادران وطن اپنے اتفاق، سنگھٹ، مال ہتھیاروں، کثرت تعداد، اخباروں، محاکم پر غلبہ اور کثرت، کثرت تعلیم وغیرہ کی وجہ سے مظاہرہ کر رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کے وجود اور ہستی اور قوت کو مٹا دیں اور ہر جگہ اشتعال انگیز کارروائیاں کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے مسلمان مجبور ہو جاتے ہیں اور سر بکف ہو کر میدان میں نکل پڑتے ہیں۔ اور پھر ان کو اپنی منظم قوت سے پامال کیا جاتا ہے۔ صاف صاف کہا جاتا ہے کہ یا تو مسلمان مرتد ہو جائیں اور ہندو بنکر یہاں رہیں یا کم از کم ہندوانہ رسوم وعادات وغیرہ اختیار کرلیں ورنہ ہمارے وطن ہندوستان سے باہر چلے جائیں۔ اور پھر حکومت ان کی ہر طرح طرفداری کرتی ہے۔ ان کی آواز سے ڈرتی ہے۔ ان کو سزائیں جان بوجھ کر دینے سے گھبراتی ہے۔

میں عرض کرونگا یہ امور بھی اسلام کے خلاف نہیں ہیں۔ ہمیشہ ایسے مظالم اسلام پر ہوتے رہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر برابر ایسے پہاڑ توڑے گئے۔ اسلام کی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیجئے مکہ معظمہ کے سکان اور مدینہ منورہ کے منافقین ویہود اور گرد و نواح مدینہ کے اعراب اور پھر بعد زمانہ نبوت دیگر ممالک کی غیر مسلم اقوام ہمیشہ اسی قسم کے اعمال کرتی رہیں جس کی نسبت پہلے ہی سے اشارہ نہیں بلکہ تصریح کردی گئی تھی

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذیً کثیراً وان تصبروا وتتقوا فان ذٰلک من عزم الامور۔ — تم ضرور بالضرور آیندہ کو اپنے مالوں اور جانوں میں آزمائے جاؤگے (ان دونوں کو نقصان پہنچایا جائیگا) اور ضرور تم آیندہ اُن لوگوں سے جن کو تم سے پہلے آسمانی کتاب دی گئی ہے اور اُن لوگوں سے جو کہ مشرک اور بت پرست ہیں بہت سی دلآزاری کی باتیں سنوگے اور اگر ان مواقع پر تم صبر کرتے

رہو اور پرہیزگرتے رہو (یعنی خلاف الٰہی سے) تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے۔
اِس قسم کی مختلف آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں جن پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی گئی اور بتلا دیا گیا کہ تم یہ مت خیال کرنا کہ تم بغیر اُن آزمائشوں کے جو پہلوں پر آچکی ہیں چھوڑ دیے جاؤ گے یا نجات حاصل کرسکو یا جنت میں داخل ہوسکو (دیکھئے پہلا رکوع سورۂ عنکبوت اور دوسرا رکوع سورۂ توبہ اور آخری حصّہ سورۂ آلِ عمران وغیرہ) فرمادیا گیا۔

ولن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصاریٰ حتیٰ تتبع ملتھم	تم سے یہودی (موسوی لوگ) اور نصاریٰ (عیسائی) کبھی راضی نہ ہونگے جب تک کہ تم اُن کے مذہب کے تابعدار نہو جاؤ۔
ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا وان تصبروا وتتقوا لایضرکم کیدھم شیئاً ان اللہ بما یعملون محیط۔	اگر تم کو کوئی اچھی بات حاصل ہوجاتی ہے (آپس میں اتفاق کا ہوجانا کسی دنیاوی عہدہ اور عزت مال وغیرہ کا ملجانا) تو اُنکو (غیر مسلموں کو) بُرا معلوم ہوتا ہے اور اگر تم کو کوئی ناگوار اور بری بات پیش آتی ہے تو بہت خوش ہوتے ہیں اور اگر تم

صبر و استقلال اور پرہیزگاری کے ساتھ رہو تو ان کا مکر تم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ خداوند کریم اُن کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

وان کادوا لیفتنونک عن الذین اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذا لاتخذوک خلیلا ولولا ان ثبتنک لقد کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلا۔	اور یہ لوگ (غیر مسلم قومیں) اُن احکام کو جن کو ہم نے تم پر وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے قریب تھا کہ بچلادیں تاکہ آپ ہمارے اوپر غلط بات افترا کردیں۔ ایسی حالت میں وہ تم کو اپنا گاڑھا دوست بنا لیتے اور اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ اُن کی طرف کچھ نہ کچھ مائل ہوجاتے۔
وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا اولتعودن فی ملتنا فاوحیٰ الیھم ربھم لنھلکن الظلمین ولنسکننکم الارض من بعدھم	اور کافروں نے پیغمبروں سے کہا کہ ہم ضرور تم کو اپنی زمین اور وطن سے نکال دینگے مگر یہ ہو کہ تم پھر لوٹ کر ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ۔ تو اُن کے پروردگار نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور بالضرور ظالموں کو ہلاک کردینگے اور تم کو اس سرزمین میں اُن کے بعد بسا دینگے۔

ذالک لمن خاف مقامی وخاف وعید واستفتحوا وخاب کل جبار عنید
یہ ہر اُس شخص کے لئے ہے جو کہ میرے روبرو کھڑے ہونے سے اور میری وعید سے ڈرے۔ ہر فریق نے دوسرے پر غلبہ چاہا۔ اور جتنے ضدی سرکش تھے وہ سب ناکام ونامراد ہوئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور اُن پر تمام ایمان والوں کو یہی کہا گیا کہ یا تو تم اور جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں۔ ہمارے مذہب میں پھر لوٹ آؤ ورنہ تم کو ہم اپنی بستی سے نکال دینگے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تابعداروں کو بھی ڈرایا گیا جس کا متعدد مقامات میں تذکرہ کیا گیا ہے اور پھر اتنا مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ حبشہ کی ہجرت واقع ہوئی اور پھر مدینہ منورہ کی ہجرت کی نوبت آئی۔

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوًا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔
اور اسی طرح ہم نے پیدا کئے ہر پیغمبر کے لئے بہت سے دشمن شیطان انسانوں اور جنات میں سے ہر ایک دوسرے کو بنائی ہوئی اور زینت دی ہوئی چکنی چپڑی باتیں بتاتا تھا اور سمجھاتا رہتا تھا تاکہ دھوکہ میں ڈالے۔ (یعنی اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے ہر قسم کے دشمن ہیں اور وہ ہر قسم کے پروپگنڈے اور بہتان سے زینت دی ہوئی باتوں سے کرتے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکے میں ڈالیں)

خلاصہ کلام یہ کہ جو جو مظالم آج برادران وطن اور دوسرے ملکوں کے غیر مسلم لوگ اسلام پر ڈھا رہے ہیں وہ ہر زمانہ میں خدا کے سچے اور حقانی بندوں کے ساتھ کئے گئے ہیں اور خصوصًا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور قرون سابقہ میں مسلمانوں کے ساتھ نہایت ہی زیادہ پیش آئے اسی وجہ سے آپ فرماتے ہیں کہ اوذیت وما یوذی نبی الحدایث جس قدر مجھ کو تکلیفیں پہنچائی گئیں کسی نبی کو نہیں پہنچائی گئیں۔ باوجود ان سب امور کے ہمیشہ حق غالب ہو کر رہا۔

آج ہم کو بھی وہی طرز اختیار کرنا ضروری ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ اور جو ایک مشفق ہمدرد خیر خواہ کے لئے ضروری ہے۔

اہل مکہ سب سے زیادہ جور وجفا کرنے والے تھے جن کے مظالم کی داستان دفتروں میں بھی بمشکل آسکتی ہے۔ کوئی ناروا اور بری کارروائی اُنھوں نے اٹھا نہیں رکھی۔ مگر جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن سے صلح کی تو ایسے ایسے شرائط بھی تسلیم کر لئے جو کہ کسی طرح بھی اسلامی خودداری کے لئے بظاہر مناسب نہ تھے۔ صلح اور آشتی کے لئے فساد اور خون سے بچنے کے لئے آواز حق بلند کرنے کے لئے رواداری اور اخلاق کا ثبوت دینے کے لئے۔ اصلاح اور امن کے لئے خدا اور کعبہ کے لئے اپنی ہیٹی اور بظاہر بے عزتی اور کمزوری پر دستخط کر دیئے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہمراہیوں کا عام طبقہ جو جان دینے تک فقط تیار ہی نہ تھا بلکہ بعیت اور عہد و پیمان بھی کر چکا تھا۔ اس صلح پر کسی طرح راضی نہ تھا۔ مگر یہی صلح پیش خیمہ جملہ فتوحات کی ہوئی اور اسی نے اسلام کی دھاک تمام عرب میں نہایت زور شور سے بٹھادی۔ قریش کی تلواریں اسی سے دندانے پڑ گئے نہایت زیادہ کند ہو گئیں۔ سورہ فتح اسی سے واپسی پر نازل ہوئی جس پر حضرت عمر جیسے بڑے بڑے سمجھدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت تعجب کرتے ہوئے پوچھنے لگے۔ اَوَ فتحٌ ھو یا رسول اللہ (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں

حلم نبوی

اس سے تقریباً دو برس کے بعد جبکہ خود نا دانان قریش اور اُن کے بعض حلفاء کی جانب سے بدعہدی ہوئی اور انہوں نے معاہدہ کی شروط کو توڑ دیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار نوجوانان جنگ آزمودہ کے ساتھ فوج کشی کی۔ اور مکہ معظمہ پر چڑھائی کا بازار گرم ہو گیا قریش اور اہل مکہ کے سیاہ کارنامے جو کہ بیحد اور بے پایاں تھے ظاہر بینوں کی نظر میں، اپنی قوت اور سطوت کا مظاہرہ کرنے والوں کی نظر میں اپنی خودداری اور انتقامی کارروائیوں کے جاری کرنے والوں کی نظر میں ملوکیت اور شوکت و دبدبہ قائم کرنے والوں کی نظر میں تو یہ لازم تھا کہ ایک آدمی بھی مکہ والوں کا زندہ نہ چھوڑا جاتا کم از کم یہ تو ضرور ہوتا کہ اُنکے جنگجو اور جوان آدمی بالکل قتل کر دیئے جاتے۔ مگر آپ نے وہی عفو و کرم اور مشفقانہ ہمدردی سے کام لیا عالی حوصلگی اور بے تعصبی کا ثبوت دیا اعلان کر دیا کہ جس نے اپنے گھر کا داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا اُس کو امن ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا اُس کو امن ہے جو ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گیا اُس کو امن ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر جب آپ تمام مکہ معظمہ پر قابض ہو گئے تو کسی کو غلام باندی

بھی نہ بنایا جو کہ سب سے کم درجہ کا اُس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق انتقام تھا بلکہ سب کو آزاد چھوڑ دیا اور یہی وجہ ہے کہ تمام اہل مکہ کو طلقاء کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ اُن لوگوں نے جب دیکھا کہ باوجودیکہ زمانہ گذشتہ میں تقریباً ۲۰ برس تک پیہم نہایت شرمناک اور سخت سے سخت آزار دہ جرائم ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے حق میں صادر ہوتے رہے تھے کسی قسم کی اذیت ہم نے اُٹھا نہیں رکھی تھی مگر آنحضرت علیہ السلام اور مسلمانوں نے قادر ہونے پر ہم سے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی بلکہ سب کے جرائم کو عفو کر دیا اس لئے عام لوگوں کو دین اسلام کی حقانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیغمبر اور مقرب خداوندی ہونے کا یقین ہو گیا اور باستثنائے چند اشخاص سب کے سب سچے دل سے مسلمان ہو گئے (وہ مستثنیٰ اشخاص بھی چند دنوں کے بعد اسلام کی حقانیت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو گئے) عرب کے اطراف و جوانب کے جملہ قبائل نے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قسم کی کریمانہ و مشفقانہ کارروائی کو مجرموں کے ساتھ دیکھا وہ بھی سب کے سب فوجاً فوجاً دینِ اسلام کے گرویدہ اور حلقہ بگوش ہو گئے۔ اسی لئے نواں سال ہجرت کا عام وفود کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کہ اس میں قبائل عرب نے وفود (ڈیپوٹیشن) بھیج کر اسلام کی تعلیم حاصل کی۔ اور اُس کی حلقہ بگوشی کا اعلان کیا۔ غرضکہ اس عالی ظرفی اور عالی ہمتی کی کارروائی اور بہادرانہ اخلاق نے اس طرح قلوب انسانی کو مسخر کر لیا کہ تمام قلمروِ عرب میں بجز چند قبائل ضدی یہود کے (جو کہ خیبر، تیماء، صنعاء وغیرہ میں آباد تھے) تمام عرب مسلمان ہو گئے اور تمام سرزمین عرب سے توحید کے نعرے بلند ہونے لگے۔

مدینہ منورہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی حبس کا نفاق اظہر من الشمس ہو چکا تھا اور بہت سی آیتیں اُس کے منافق اور دشمن ہونے کے ثبوت میں نازل ہو چکی تھیں۔ اُس کے سیاہ کارناموں سے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل و عیال اور رفقاء کو بہت زیادہ تکلیفیں اور صدمات اُٹھانے کی نوبت آ چکی تھی۔ جب ۹ھ میں مرتا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے لڑکے کو اپنا کرتا اُس کا کفن بنانے کے لئے دیتے ہیں اُس کے جنازہ کی نماز پڑھاتے ہیں۔ آپ کی بے خبری کے جب اُس کو لحد میں رکھ دیا جاتا ہے

تو بچیوں سے نکال کر اُس کا سر اپنے گھٹنے پر رکھتے ہیں اور اُس کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالتے ہیں۔ اور جب آپ کے معزز رفیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس امر میں جھگڑا کرتے ہوئے مانع ہوتے ہیں اور اُس کی دشمنی کے کارناموں کی داستان پیش کرتے ہیں تو آپ اُن کو جھڑک دیتے ہیں۔ اس عالی حوصلگی اور بے نظیر عالی ظرفی اور بہادری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسی دن تقریباً ایک ہزار آدمی قبیلہ خزرج کے حلقہ بگوش اسلام سچے دل سے ہو جاتے ہیں۔ قبائل عرب اور سرداران عرب کے ساتھ ایسے ایسے کارنامے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے اگر جمع کئے جائیں تو بہت بڑا دفتر تیار ہو جائے۔ سلطان صلاح الدین نے رچرڈ کے ساتھ کیا معاملہ کیا مسلمانوں اور صلیبیوں کی تفصیلی کارروائیوں کو خود عیسائی مورخوں سے پوچھ لیجئے۔ سلطان محمد فاتح قسطنطینیہ کے کارنامے اور عیسائی بادشاہوں اور قوموں کے کارنامے ذرا نظر غور سے ملاحظہ کریجئے۔ اسپین، مالٹہ، سسلی وغیرہ میں عیسائیوں نے غالب ہو کر کیا کیا۔ کہ آج وہاں اسلام کا نام لیوا نظر نہیں آتا۔ کریٹ مقدونیہ یونان، بلگیریا، سرویہ۔ مانٹی نگرو وغیرہ میں یونانیوں نے کیا کیا۔ اور اُس کے برخلاف ترکوں نے دوبارہ قبضہ پالینے کے بعد سمرنا، استنبول، اڈریانوپل کی عیسائی آبادی کے ساتھ کیا کیا۔ دور کیوں جاتے ہو خود سلطان عالمگیر اورنگ زیب غازی پادشاہ مرحوم و مغفور جس کو اپنے مقاصد اور پروپگنڈا کے لئے یورپین تاریخیں نہایت تنگدل اور متعصب بتلاتی ہیں۔ اُس کے ہی سچے کارناموں کو سچے لکھنے والے انگریز مورخین وغیرہ سے پوچھ لیجئے۔ کپتان الگزنڈر ہملٹن کا سفرنامہ جو کہ اس زمانہ میں تقریباً ۲۵ برس ہندوستان میں رہا اور پھر اسے دیکھ لیجئے کس طرح حکومت کی طرف سے آزادی مذاہب کی تعریف کرتا ہے۔ اور پادشاہی بے تعصبی اور دریا دلی کی تعریف کرتا ہے۔ سیوا جی نے مسلمانوں اور اورنگ زیب کے جرنیل افضل خاں مرحوم کے ساتھ حکومت کے مقابلہ میں کیا کیا وحشیانہ کارروائیاں نہیں کیں اور جب ..... اورنگ زیب کے سامنے پکڑا ہوا آیا اور معافی کا خواستگار ہوا تو اُس کو عالی ظرفی اور وسیع الحوصلگی کا ہی شکار کیا گیا۔ معاف کر کے چھوڑ دیا گیا۔ عدل و انصاف کو بالائے طاق رکھا گیا۔ جس کی بنا پر مغلیہ حکومت کو وہ خمیازہ مستقبل میں بھگتنا پڑا جس سے سلطنت کا تختہ الٹ گیا۔ ہم اگر مسلمان پادشاہوں کی رواداری اور بے تعصبی کی تفصیل اس جگہ پیش کریں تو بہت بڑا دفتر تیار ہو جائے اور علیٰ ہذا القیاس اُن کے مقابلہ میں ضد اور تعصب انواع

اقسام کے مظالم وحشیانہ کی فہرست غیر مسلم قوموں کی بھی بڑے بڑے دفاتر کی محتاج ہے۔ مگر مشتے نمونہ از خروارے سلطان اورنگ زیب کا مختصر سا فرمان نقل کرتے ہیں۔ اورنگ زیب مرحوم کی متعدد ہندو مندروں کی جاگیروں کی سندیں وہاں کے پتروں پر ثابت ہو کر معتبر اخبارات و رسائل میں چھپ چکی ہیں۔ اردو اخبار مطبوعہ ۱۹۱۱ء میں مندرجہ ذیل ایک فارسی فرمان حضرت اورنگ زیب مرحوم کا جس کو راجہ نرنجن سین نے ایشیاٹک سوسائٹی کے ایک جلسہ میں پیش کیا تھا شائع ہوا تھا۔ یہ فرمان شہنشاہ اورنگ زیب مرحوم کی طرف سے ابوالحسن حاکم بنارس مرحوم کو سلطان محمد بہادر کی معرفت بھیجا گیا تھا اس فرمان کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیمی مندروں کو گرایا جائے۔ ہماری اطلاع میں یہ بات لائی گئی ہے کہ بعض حاکم بنارس اور اس کے گرد و نواح کے ہندوؤں پر ظلم و ستم کرتے ہیں۔ اور ان کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں اور ان برہمنوں کو جن کا تعلق پرانے مندروں سے ہے ان کو ان کے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے لہذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے اور نہ ان پر کسی قسم کا ظلم کرے۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۰۶۵ھ" (خاتمہ پر دستخط اور مہر شہنشاہ اورنگ زیب ثبت ہے)

پرانے بادشاہوں اور مسلمان حکمرانوں کے کارنامے اور فرمانات اس قسم کے بیشمار ہیں طول کی وجہ سے چھوڑنا مناسب ہے مگر ایک فرمان نمونہ کے طور پر نقل کرتا ہوں۔

ڈاکٹر بال کرشن پرنسپل راجہ رام کالج کولہاپور نے مندرجہ ذیل فارسی زبان کی ایک قدیم تحریر تلاش کی ہے۔ "خفیہ وصیت ظہیر الدین محمد بادشاہ غازی (مرحوم) بنام شہزادہ نصیر الدین ہمایوں اطال اللہ عمرہ (مرحوم) محررہ برائے استحکام و استقامت سلطنت۔

"اے پسر سلطنت ہندوستان مختلف مذاہب سے پر ہے۔ الحمد للہ کہ اس نے اس کی بادشاہت تمہیں عطا فرمائی۔ تمہیں لازم ہے کہ تمام تعصبات مذہبی کو لوح دل سے دھو ڈالو۔ اور عدل و انصاف کرنے میں ہر مذہب و ملت کے طریق کا لحاظ رکھو جس کے بغیر تم ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ اس ملک کی رعایا مراحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ ہی

سے مرہون ہوتی ہے۔ جو قوم یا امت قوانین حکومت کی مطیع اور فرمانبردار ہے۔ اُس کے مندر اور مزار برباد نہ کئے جائیں۔ عدل و انصاف کرو کہ رعایا بادشاہ سے خوش رہے۔ ظلم و ستم کی نسبت احسان اور لطف کی تلوار سے اسلام زیادہ ترقی پاتا ہے۔ شیعہ و سنی کے جھگڑوں سے چشم پوشی کرو۔ ورنہ اسلام کمزور ہو جائیگا جس طرح انسان کے جسم میں چار عناصر مل جل کر اتحاد و اتفاق سے کام کر رہے ہیں اسی طرح مختلف مذاہب رعایا کو ملا جلا کر رکھو۔ اور اُن میں اتحادِ عمل پیدا کرو تاکہ جسم سلطنت مختلف امراض سے محفوظ و مامون رہے۔ سرگذشت تیمور کو جو اتفاق و اتحاد کا مالک تھا ہر وقت اپنی نظر کے سامنے رکھو تاکہ نظم و نسق کے معاملات میں پورا تجربہ ہو۔" (روزنامہ خلافت)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام نے ہرگز تنگدلی، تعصب و بزدلی۔ فساد وغیرہ اخلاق قبیحہ کو اپنا معمول بہ قرار نہیں دیا اور نہ جاہل وحشی، تنگدل متعصب مخالفان اسلام کا جواب ترکی بترکی دینے کی کوشش کی بلکہ اُنھوں نے قوانین الٰہیہ کو پیش نظر رکھا۔ اصلاح عالم انسانی اور ہمدردی بنی آدم کو خدا کی رضا جوئی اور خوشنودی کو ہمیشہ مقصود اصلی سمجھتے رہے اور یہی وجہ ہے کہ جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہیں تو آپ کے ہمراہ فقط ایک رفیق جان قربان کرنیوالا تھا۔ اور جب سات برس کے بعد مکہ معظمہ پر چڑھائی فرماتے ہیں تو دس ہزار آزمودہ کار سپاہی آپ کے ساتھ جاں نثار تھے۔ اور جب وفات کے قریب تبوک پر چڑھائی کرتے ہیں تو تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار جان نثار آپ کے ہمراہ ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر و ضلالت کے مقابلہ کے لئے نور الٰہی اور سچے دین و حقانیت کے پھیلانے کے لئے تین تلواریں تیار کیں اول خداوندی اور آسمانی تلوار۔ یعنی پوری کوشش فرماتے رہے کہ پروردگار عالم کے سچے مطیع ہو کر اُس کو اپنے سر خوش اور اپنا دونوں جہان میں مددگار اور آقا بنا لیں۔ اور اُس کی توجہ اور عنایت کو اپنی طرف کھینچ لیں۔ اور اس لئے تعلق خلق با خلق کو ہمیشہ منظم فرماتے رہے جس کی وجہ سے آیت ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ (کافروں کی پستی اور مسلمانوں کی فتحیابی وغیرہ) یہ اس لئے کہ خدا

امنوا وان الکافرین لامولیٰ لھم۔ ایمان والوں کا آقا اور مددگار ہے۔ اور کافروں کا کوئی آقا اور مددگار نہیں۔

فاعلموا ان اللہ مولٰکم فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔ اے مسلمانو جان لو کہ خدا تمہارا آقا اور مددگار ہے پس اچھا آقا اور اچھا مددگار ہے وہ۔

اور اس کی امثال نازل ہوئیں۔ جن میں پور الیقین دلایا گیا کہ خداوند کریم تم لوگوں کا مددگار اور ہر طرح پر ممدو معاون ہے۔

دوسری تلوار اخلاقی اور روحانی تھی جس کے ذریعہ سے صرف اپنے متبعین کی اخلاقی کیفیت درست نہیں کی گئی بلکہ جملہ ہمسایہ اور مخالفین کو اپنا محب اور مطیع بنایا گیا اور بہت تھوڑی سی مدت میں پورب پچھم اتر دکھن۔ جہاں جہاں وہم وگمان بھی نہ ہوتا تھا وہاں وہاں اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ظالم کو معاف کر دینے اور برائی کا بدلہ برائی اور سختی سے نہ دینے سے ہماری ذلت اور کمزوری ہو جاتی ہے اور دشمن قوی ہو جاتا ہے۔ مگر قرآن کی تعلیم اس کے ماسواہے فرماتے ہیں۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں ہیں۔ برائی کو بھلائی سے دفع کیجئے (اور سختی کا بدلہ نرمی سے دیجئے) تو جس شخص کی تم سے سخت عداوت تھی وہ مثل خالص دوست اور مددگار کے ہو جائیگا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ما نقصت صدقة من مال و ما زاد الله عبدا بعفو الا عزا و ما تواضع احد لله الا رفعه الله (رواہ مسلم) خیرات مال کو کم نہیں کرتی اور معاف کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندہ کو فقط عزت میں بڑھاتا ہے اور کسی شخص نے اللہ کے لئے فروتنی اختیار نہیں کی مگر اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے۔

الحاصل عفو اور کرم ذلیل کرنیوالی چیزوں میں سے نہیں ہے اگرچہ سردست اس میں ذلت معلوم ہوتی ہے مگر نتیجہ اس کا نہایت شاندار اور عزت افزا ہوتا ہے ہم نے جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نمونے ایک اہل مکہ کے ساتھ اور دوم رئیس المنافقین کے ساتھ جو کہ بعد فرضیت جہاد ہوئے پہلے ذکر کردیے ہیں اور کتب تاریخ میں ایسے ایسے وقائع بیشمار ہیں ان سب میں ہمیشہ عزت زیادہ ہی ہوئی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ غیر اقوام اور مخالفین کی اشتعال انگیز کارروائیوں کے جواب میں اگر ہم نے سختی اور تشدد سے کام نہ لیا تو ہماری خودداری اور قوت رفوچکر ہوجائیگی۔ اور اسی بنا پر ہم اپنے قبضہ اور اختیار سے باہر ہوجاتے ہیں غیظ و غضب میں حسن تدبیر اور حلم و تدبر کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اس کے خلاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں

لیس الشدید بالصرعۃ انما	وہ لوگ قوی نہیں ہیں جو کہ اپنے حریف اور مقابل کو پچھاڑ
الشدید الذی یملک نفسہ	دیتے اور گرا دیتے ہیں۔ قوی وہ شخص ہے جو کہ اپنے نفس کو
عند الغضب (رواہ البخاری)	غصہ کے وقت قابو میں رکھے۔

یہ روحانی تلوار تھی جس نے اُدھر اپنوں کو مہذب، خدا پرست، قابل حکومت و ریاست بنادیا اور اُدھر غیروں کو اسلام کا نام لیوا اور حلقہ بگوش کردیا۔ ہم اس میدان میں بھی اگر دسواں یا بیسواں حصہ بھی آپ کے اخلاق و کرم کا حال لکھیں تو نہایت طویل دفتر طیار ہوجائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور عملی احادیث اور قرآن شریف کی آیتیں اس پر پوری روشنی ڈال رہی ہیں۔

تیسری تلوار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مادی تھی جس میں نہایت متانت اور استقلال کے ساتھ ہر قسم کی تقویت کی کوشش کی گئی۔ اقوام اور قبائل افراد اور اشخاص کو مجتمع کیا گیا اُن کی آپس کی دشمنی اور عداوت دور کی گئی ان میں اتحاد اور اتفاق کی روح پھونکی گئی ایسے ایسے قوانین اور احکام بنائے گئے جن سے شقاق و نفاق دور ہو محبت اور ہمدردی بڑے پیمانہ پر رونما ہو۔ صنعت اور تجارت تعلیم و تربیت وغیرہ کو ترقی دی گئی۔ فنون جنگ کی تعلیم اور آلات جنگ کی افزونی کی کوشش کی گئی کہیں فرمایا گیا۔ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (آپس میں جھگڑے مت کرو ورنہ تم نامرد اور بزدلے ہوجاؤگے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا بگڑ جائیگی) کہیں فرمایا گیا وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ

بہ عدو اللہ وعدو کم واخرین من دونھم الآیہ (تم اپنے مخالفین اور دوسری اقوام کے لئے جہاں تک تم سے ہوسکے قوت کی چیزیں اور سواریوں کی اشیا تیار کرو جن کے ذریعہ سے تم خدا اور اپنے دشمنوں اور دوسری قوموں کو ڈراتے ہو) کہیں فرماتے ہیں یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا الآیہ (اے ایمان والو جب تمہاری کسی جماعت سے مُٹ بھیڑ ہو جائے اور جنگ میں مقابلہ پڑ جاؤ تو ثابت قدم ہو جاؤ اور وہیں ڈٹ جاؤ) اور اس کے بعد دوسری ضروریات جنگ اور طرق نجیابی ذکر کئے گئے ہیں، غرضکہ ایسی ایسی مادی قوتوں کی بہت سی تعلیمات ہیں جن کے ذریعہ سے وہ رعب خداوند کریم نے مسلمانوں کا پیدا کر دیا تھا کہ حدود اسلام سے ایک ایک ماہ پر رہنے والی بادشاہتیں ڈرتی تھیں۔ نصرت بالرعب مسیرۃ شھر (میں ایک مہینہ تک کی دوری تک رعب اور ہیبت پڑنے کے ذریعہ سے مدد کیا گیا ہوں)

ظفرمندی کے طریقے

آج ہم مسلمانوں کو ضرورت قوی ہے کہ ان تینوں قوتوں کو پیدا کریں اور فضول و بےمعنی ہنگامہ آرائیوں کو یک قلم ترک کر دیں۔ جو چیزیں دین میں سے نہیں ہیں اُنکو دینی بنا کر اس کی آڑ میں اپنے آپ کو اور اپنے پوزیشن کو برباد نہ کریں۔ تعزیہ کی کھپچیاں یا علم کے بانس یا محرم کے جلوس یا باجہ سے نام نہاد مسجد کی تذلیل و توہین وغیرہ پر جنگ وجدال ترک کریں اور اپنی عزت وخودداری کے قیام اور اثبات کے لئے حقیقی قوت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے اعمالنامہ کو ذریعہ کار بنائیں۔ اشتعال میں نہ آئیں غضب وغیظ میں عقل کے حکم سے باہر نہ ہوں۔ اخلاق اور وسیع الحوصلگی کو ہاتھ سے نہ دیں اور اپنے آپ کو اسی طرح تینوں تلواروں سے مزین کرلیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا تھا۔ لہذا مندرجہ ذیل تجاویز پر بہت جلد عملدرآمد ہونا ضروری ہے۔

(۱) نماز اور جماعت کی نہایت شدت کے ساتھ پابندی کی جائے۔

(۲) ہر محلہ اور ہر بستی میں کوشش کی جائے کہ کوئی شخص بے نمازی باقی نہ رہ جائے۔

(۳) شریعت کی جملہ امور میں پابندی کی جائے اور لوگوں کو پابند بنایا جائے۔

(۴) تعلیم کو جس میں مذہبی ضروریات اور دنیاوی لوازم ہوں نہایت عموم کے ساتھ اشاعت دی جائے۔ اور کم از کم بکثرت ابتدائی مکاتب قائم کیے جائیں۔

(۵) بیاہ اور شادی کی فضول خرچیاں یک قلم بند کر دی جائیں اور ایسے قوانین مراسم بیاہ و شادی کے لیے بنائے جائیں جن کے ادا کرنے میں ہر قوم اور ہر خاندان کے غریب سے غریب آدمی قرضدار نہ ہوں۔

(۶) غمی کے ایسے قوانین بنائے جائیں کہ اُن میں قرضداری کی نوبت نہ آئے اور اسی طرح ختنہ اور عقیقہ وغیرہ کے مصارف تقریباً بالکل بند کر دیے جائیں۔

(۷) مقدمہ بازی اور اُس کی فضول خرچیاں بند کر دی جائیں۔ اور جہاں تک ہو سکے ہر محلہ اور ہر قوم کے پنچ فیصلے کرا دیا کریں یا صلح کرا دیں۔

(۸) لڑکوں اور لڑکیوں کو جوان ہوتے ہی جلد از جلد بیاہ دیا جائے۔

(۹) رانڈ عورتوں کو حتی الوسع بلا شادی نہ چھوڑا جائے۔

(۱۰) بچپن کی شادی ترک کر دی جائے۔

(۱۱) ہر قسم کی تجارت کے شعبوں میں مسلمان مکمل حصہ لیں۔ کوئی شعبہ ایسا نہ رہے جس میں مسلمانوں کی تجارت پورے پیمانہ پر نہ ہو

(۱۲) مسلمان افراد حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ اپنی جیب کے پیسہ سے مسلمانوں ہی کو نفع پہنچائیں۔ انہی سے مال خریدیں۔

(۱۳) سودی قرضہ یک قلم بند کر دیا جائے۔

(۱۴) مسلمان حتی الوسع کوشش کریں کہ جو فنون سپہگری قانوناً جائز ہیں اُن میں پورے مشاق ہوں۔

(۱۵) مسلمانوں میں آپس کے اختلافات بالکل دور کر دیے جائیں اور مذہب کی حفاظت اور مسلمانوں کی کمزوری کے دور کرنے کے لئے باہم پورے متحد ہو جائیں۔ خواہ اُن کا اختلاف مذہبی ہو یا سیاسی دنیاوی ہو یا دینی شخصی ہو یا قومی وغیرہ وغیرہ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کے عقاید مختلفہ کا ازالہ کر دیا جائے جو تقریباً ناممکن ہے۔ بلکہ اگر وہ دور نہ ہو سکیں تو باوجود اُن کے موجود

ہونے کے آپس میں پورا اتفاق کرلیا جائے اور رواداری کو کام میں لایا جائے تاکہ اسلام کی کمزوری دور ہو جائے۔

(۱۶) فضول جھگڑے اور ہنگامے نہ اٹھائے جائیں۔ اگر غیر مذاہب ایسی چیزوں میں جو کہ ہم کو مذہباً لڑائی اور جنگ پر مجبور نہیں کرتی ہیں . . . . . رواداری یا انصاف یا ہماری دلجوئی کا ثبوت نہ دیں تو ہم برسرپیکار نہ ہوں۔

(۱۷) اگر مذہب کی ضروریات میں جن پر جان دینا ضروری ہے کوئی غیر مذہب دخل دے تو پوری اجتماعی اور اتحادی قوت کے ساتھ مدافعت کی جائے۔

(۱۸) چونکہ اقوام غیر اشتعال دینے سے عوام مسلمانوں کو ہر طرح کے ضرر پہنچاتے ہیں بلکہ بسا اوقات بھیس بدل کر اور غلط افواہوں کے ذریعہ سے عام مسلمانوں میں غم و غصہ اور ہنگامہ آرائی پھیلاتے ہیں۔ جیسا کہ کلکتہ اور دوسرے مقامات میں مشاہدہ ہوا ہے اس لئے باقاعدہ انتظام کیا جائے اور جب تک کہ سمجھ دار لوگ حکم نہ دیں کوئی کارروائی نہ کیجائے۔ ہر فرقہ اور ہر قوم میں انتظام کیا جائے اور اُن کو منظم طریقہ پر ہر کام کے لئے تیار کیا جائے۔

(۱۹) ہر جگہ والنٹیر کور قایم کیجائیں اور باقاعدہ اُن میں ہر قسم کا انتظام کیا جائے۔

(۲۰) اگر غیر مسلم اقوام مسلمانوں پر دست درازی کریں تو حتی الوسع عفو اور عالی حوصلگی سے کام لیا جائے۔ مگر اپنی قوت ہر ضلع اور ہر صوبہ میں مکمل طریقہ پر منظم ہو۔ اور جب تک سخت مجبوری لاحق نہ ہو جنگ کو ظاہر نہ ہونے دیا جائے اور اپنی تنظیم ایسی کرلیجائے کہ غیر مرعوب ہو جائے۔

(۲۱) اسلام کی اشاعت میں پوری کوشش کیجائے اور نہایت مشفقانہ اور ناصحانہ طریقہ پر لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا جائے۔

(۲۲) جو لوگ مسلمانوں میں مشرکانہ رسوم کے پابند ہیں اور ہندوؤں کے پڑوس کی وجہ سے قواعد اسلام میں کمزور ہیں اُن کو راہ راست پر لایا جائے۔ اور نہایت نرمی اور محبت سے اُن کو درست کیا جائے۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تعدد ازواج

یا

آنحضرت علیہ السلام کی سخت نفس کشی اور زہد

از جناب اُستاذی وسیدی حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی دام ظلہ

مسئلہ تعدد ازواج حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بہت سے ظاہر بینوں اور متعصب مخالفین اسلام کے خیالات بہت زیادہ سخت ہیں۔ ان لوگوں کے درشت کلمات اور بلا حقیقت شبہات سے بہت سے سادہ لوح مسلمان بھی پریشان ہو کر طرح طرح کے اوہام اور شکوک میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم بطور اختصار کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جس سے بخوبی عیاں ہو جائیگا کہ آنحضرت علیہ السلام نے کس طرح سخت سے سخت نفس کشی اس بارہ میں فرمائی اور اس امر میں وہ بھاری اور ثقیل زہد اختیار فرمایا جس کی نظیر مشکل ہے۔ پادریوں اور عیسائی تعلیم سے متاثر ہونے والوں نے اس اعتراض کو بہت زیادہ اُتار چڑھاؤ کے ساتھ اہمیت دی ہے اور اُنہی کی تقلید میں آریہ حضرات بھی خامہ فرسائی کرتے رہتے ہیں۔ مگر ہم اس مختصر عرض میں بائبل کے حصہ قدیم (عہد عتیق) کی طرف متوجہ کرانا مناسب نہیں سمجھتے ہیں اور نہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویوں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہزار محلسراؤں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آٹھ بیویوں حضرت یعقوب علیہ السلام وغیرہ انبیاء کی متعدد ازواج کا تذکرہ الزام کے طور پر کرینگے اور نہ اسی طرح ہم سری کرشن جی مہاراج کی تیرہ یا راجہ جراسندھ کی دو سو سے زیادہ چھڑائی ہوئی عورتوں سے ہمبستری کا یا متعدد گوپیوں سے تعشق اور تعلق کا حوالہ دینگے (جس کا اُن کے

ہم مذہب مورخین نے تذکرہ کیا ہے ، ہم ہر مذہب کی مقدس ہستیوں کو احترام کی نظر سے دیکھنا اسلامی تعلیم کی حیثیت سے ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ انبیا علیہم السلام کی نسبت نہایت مقدس ہے۔ اس لئے ہم ان روایات کو نہ اہمیت دیتے ہیں اور نہ قطعی طور پر جھوٹی سمجھتے ہیں۔ ان مقدس پیشواؤں کی اگر یہ حالت واقعی ہے تو ان کے منصب عالی کے خلاف بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہماری نظر میں ایسی مقدس ہستیوں کا کیریکٹر اور ہی ہے۔

ہم اس جگہ محض تحقیقی طور پر کچھ واقعی بات عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اعتراض کرنیوالے حضرات تاریخ سے یا تو بالکل واقف ہی نہیں ہیں یا شوقِ اعتراض نے ان کو واقعیت پر نظر ڈالنے سے روک دیا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی عمر سے پچیس برس کی عمر تک کسی عورت یا لڑکی سے کسی قسم کا تعلق پیدا نہیں کیا جس کی تمام موافق اور مخالف تاریخیں شہادت دیتی ہیں عشق والفت کے جوش کا زمانہ ، جوانی کی امنگوں اور باہی قوت کی ترقی کی عمر یہی ابتدائی عمر کے سال ہیں۔ انہی ایام میں قوت باہ کی پُر زور تاثیر آدمی کو اندھا بنا دیتی ہے اور نہ صرف تقویٰ شکن بلکہ حیا اور عزت کو برباد کر دینے والی شہوت کا بھوت انسان پر سوار ہو جاتا ہے یہی عمر کا وہ زمانہ ہے جس میں جوانی کا جوبن اور شباب کا جنون مردوں اور عورتوں کو ہر مخل ناموس اور مہلک تقدس خواہش پر آمادہ کر دیتا ہے حرارت غریزی کا بڑھتا ہوا جوش اور قوت جسمانی کا روزانہ ترقی کرنے والا اثر اخلاقی اور انسانی حدود کو بھلا دیتا ہے۔ خصوصاً پندرہ سال کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک کا زمانہ تو نہایت ہی نازک زمانہ ہے۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی شرف اور بلندی کو خیال میں لایا جائے اور آپ کے بےنظیر جسمانی تناسب اعضاء اور خوبصورتی اور بےمثل حسن وجمال پر غور کیا جائے لڑکیوں اور عورتوں میں پردہ نشینی مروج نہ ہونے کا تصور بھی رکھا جائے تو اس زمانہ کی بھیانک تصویر اور بھی آنحضرت علیہ السلام کی عفت اور انتہائی نفس کشی کا نقشہ کھینچتی ہے طبعی طور پر نوجوان عورتوں کی آنکھیں ان صفات سے موصوف اشخاص کو ڈھونڈھتی پھرتی ہیں اور اگر کوئی نوجوان پرہیزگاری اور شرم کو کام میں لانا چاہے تو یہ تقویٰ شکن

عورتیں شیشۂ عفت کو پاش پاش کردیتی ہیں۔ اُن کی جادوگر آنکھیں اپنی قوت تاثیر سے نوجوان آدمی کو اپنی زلف مسلسل کا قیدی بنالیتی ہیں شہوت پرست اشخاص اسی زمانہ میں ہر قسم کے ناکردنی اعمال کرگذرتے ہیں۔ پھر عرب کی اُس زمانہ کی آزادی حسن وعشق کی داستانیں، وصال وہجر کی حکایتیں، تعشق وتشبب کی سرگرمیاں، عورتوں سے ناجائز تعلقات پر مفاخرت، عرب کے قصائد اور اُن کے تغزلات اور تشبیبات سے مثل آفتاب ظاہر وباہر ہے۔ سبعہ معلقہ کے قصائد اور دیگر قصائد ملاحظہ ہوں۔ ایسی حالت اور ایسی زمین میں عفت اور عصمت کا محفوظ رکھنا کس قدر مشکل ہے۔ ہر سمجھدار خود اندازہ کرسکتا ہے جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن کس قدر شفاف نظر آتی ہے۔

پچیس برس کی عمر ہونے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی وہ بھی ایک ایسی بیوہ عورت سے جس کی عمر اور جوانی کا بہت بڑا حصہ گذر چکا تھا۔ جوبن اور جوانی کا فریفتہ کرنے والا حسن وجمال، نازو انداز، شوخی ونزاکت سب زائل ہوچکے تھے۔ اُس نے اس سے پہلے دو خاوندوں ابوہالہ اور عتیق بن عائذ اللہ کے نکاح میں رہ کر اپنی زندگانی کے ریجھانے والے حصہ کو صرف کردیا تھا۔ یہ دونوں خاوند یکے بعد دیگرے اُسکی عصمت کے مالک ہوئے تھے۔ اور دونوں سے بچے بھی پیدا ہوچکے تھے اور چونکہ دونوں خاوندوں کی وفات ہوچکی تھی۔ اس لئے وہ کچھ عرصہ سے بیوگی کی زندگی گذار رہی تھی۔ وہ اگرچہ عقل وتدبر میں اُس سرزمین میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ شرافت نسبی اور عالی خاندانی میں اعلیٰ پیمانہ اُس کو حاصل تھا۔ مال اور سرمایۂ تجارت میں مشہور ومعروف تھی مگر باایں ہمہ شہوت پرستی کے سامان عموماً اس میں مفقود تھے۔ اُس کی عالی نسبی اور شرافت انتہائی عقل اور سمجھ اخلاق کاملہ اور اعمال فاضلہ، مال ودولت وغیرہ کی وجہ سے قریش کے بڑے بڑے سردار اُس کو اپنے نکاح میں لانے کی مدتوں سے کوشش کر رہے تھے جس میں اُن کو ناکامی اور نامرادی کا مُنہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ اس تجربہ کار اور عقلمند مقدس بی بی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق اور بے لوث زندگی نہایت صاف اور ستھرے معاملات نے اس قدر

گرویدہ بنالیا کہ اُس نے خود خواہش کی کہ آپ مجھ سے نکاح کر لیجئے۔ اُس کو اپنے غلام کی زبانی اور اہل مکہ معظمہ کی متواتر روایات اُس کی نہایت تیز عقل اور سمجھ نے یہ تبلادیا تھا کہ ہو نہ ہو یہ ہونہار برو ا ہے۔ جس کے چکنے چکنے پات ظاہر ہو رہے ہیں۔ باوجودیکہ بڑے بڑے مالدار اور بڑے بڑے سردار اُس کے عشق میں سرگرداں تھے مگر آنحضرت علیہ السلام کی مقدس حالتوں نے اُس کو اس قدر گرویدہ بنالیا کہ اُس نے کہلا بھیجا کہ آپ اپنے چچا کے ذریعہ سے میرے والد کے پاس میری منگنی کا پیام کہلا بھیجئے۔ میں خود کوشش اندر سے کرونگی جس کی بنا پر میرے والد ماجد کسی طرح پیام نکاح کو رد نہ کرینگے۔ اُس کے والد ماجد قریش کے بہت بڑے سردار اور نخوت والے بڑی ناک کے آدمی تھے۔ جب اُنہوں نے سُنا تو کہنے لگے۔ ذلک فحل لا یقرع (یہ وہ نر ہے جس کو نکالا نہیں جاسکتا)۔ اور نہایت سادگی سے نکاح ہوگیا۔ اس مقدس اور خوش بخت عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نکاح ہوتے ہی اپنا تمام مال اور دھن، غلام، باندی وغیرہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردیا اور یہ کہا کہ یہ سب چیزیں میں آپ کی نذر کرتی ہوں جس طرح آپ کی خواہش ہو آپ ان چیزوں میں تصرف فرمائیں۔ ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین لڑکیاں اور دو یا تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اپنے اخیر وقت تک یہ آپ کے نکاح میں رہیں اور نہایت خوش اخلاقی، عالی ظرفی، تابعداری کے ساتھ فدائی طریقہ پر پچیس برس تک تن تنہا آپ کے نکاح میں رہ کر جب آپ کی عمر پچاس سال کی ہوگئی تو خود پینسٹھ برس کی عمر پوری کرکے انتقال کیا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ شہوت پرستی کا کوئی شائبہ بھی یہاں موجود نہیں۔

(۱) پچیس برس تک نہایت عفت کے ساتھ مجرد رہنا

(۲) بیوہ عورت سے نکاح کرنا۔

(۳) چالیس برس کی عورت سے نکاح کرنا۔ شہوت پرست تو خود کتنے ہی عمر کو پہنچ جائیں نوجوان لڑکیاں چودہ پندرہ برس کی ڈھونڈھتے ہیں۔ خود تو اسی اسی اور نوے نوے برس کے ہو جاتے ہیں مگر خواہش اور سعی یہی رہتی ہے کہ کوئی نوجوان دوشیزہ لڑکی ملے۔

(۴) اُس عورت کو نکاح میں لانا جس کی چند اولاد موجود ہوں۔ ہر ایک شخص کو معلوم ہے کہ شہوت پرستوں کے مقاصد ایسی صورت میں نہ صرف مفقود ہوتے بلکہ اُن کو ایسی عورتوں سے نفرت بھی ہوتی ہے

(۵) ایسی عورت کو پسند کرنا جس کے دو خاوند یکے بعد دیگرے اس سے پہلے مر چکے ہوں۔ شہوت پرست ایسی عورت کو مشوم اور منحوس بھی سمجھتے ہیں۔

(۶) اتنی عمر گذر جانے پر بھی خود خواہشِ نکاح نہ کرنا بلکہ عورت کی طلب پر اس کے لئے تیار ہونا۔

(۷) اپنی قوت کے عمدہ زمانہ یعنی پچیس برس سے پچاس برس تک کی عمر کو اسی ایک عورت کے ساتھ نہایت عفت و عصمت کے ساتھ گذار دینا۔

(۸) اس عمر میں نہ کسی دوسری عورت سے ناجائز تعلقات رکھنا اور نہ جائز

یہ وہ امور ہیں جن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت زیادہ نفس کشی اور زہادت معلوم ہوتی ہے۔ اِسی سے اس امر پر بھی پوری روشنی پڑتی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اگرچہ مالدار عورت تھیں مگر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاً اُن سے نکاح کرنے کی رغبت اور خواہش پیدا نہیں ہوئی اور نہ اُن کا مال اور سرمایہ آپ کو اُن کی طرف جاذب ہوا۔ تاریخی واقعات نہایت صفائی سے اس امر پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے کمالات اور اخلاق دیکھ کر گرویدہ ہوگئیں اور خود ہی نکاح کی خواہش کی اور بغیر کسی قسم کے ناجائز تعلقات اور کارروائیوں کے بالکل مشروع اور معتبر طریقہ پر باقاعدہ نکاح ہوا۔ اور پھر اُنھوں نے جو اپنا مال اور سرمایہ خدمت اقدس میں پیش کیا۔ وہ بھی بلا طلب اور بغیر خواہش نبوی (علیہ السلام) تھا۔ جس سے خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سعادت دارین حاصل ہوئی۔ وہ آخر دم تک آپ کی نہایت مطیع اور فرمانبردار شکر گذار رہیں اور سب سے پہلے اسلام لائیں۔ اس لئے اس امر میں دنیا طلبی کا متعصبانہ الزام لگانا بالکل بے سر و پا بہتان ہے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگانی کی کیفیتیں اور آپ کا مال و زر کا آخر دم تک لٹاتے رہنا۔ ایک پیسہ بھی جمع نہ کرنا بلکہ باوجود تمام ملک عرب کے

محکوم اور مملوک ہونے کے غلبہ کی قرضداری کی حالت میں وفات کرنا ایک بین دلیل اس امر کی ہے کہ آپ کو کبھی بھی دنیا طلبی نے اپنے پھندوں میں نہیں پھنسایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور عملی حالتیں آفتاب سے زیادہ تر تیز اور صاف روشنی ڈال رہی ہیں کہ اس مقدس اور معصوم ہستی کے دل میں دنیا کی مچھر کے پر کے برابر بھی ہستی نہ تھی۔ بلکہ الٹی اس سے سخت نفرت تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آنحضرت علیہ السلام نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ وہ بھی بیوہ تھیں۔ اور شہوت پرستی اور اس عمر سے کیا تعلق۔

شاید بعض سادہ لوحوں کو یہ خیال ہو کہ یہ تقلیل ازواج اور ایک عورت پر اکتفا کرنے کی نوبت محض افلاس اور فقر مالی کی وجہ سے تھی۔ یا اس بنا پر کہ لوگ لڑکیاں نہیں دیتے تھے۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ نبوت کے بعد مکہ معظمہ میں روسا قریش نے نہایت زور سے آپ کو اپنی عمدہ سے عمدہ لڑکیاں پیش کیں اور کہا کہ اگر آپ کا مطلب بادشاہت ہے تو ہم آپ کو بادشاہ بنانے اور تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں اور اگر خزانہ مطلوب ہے تو جس قدر چاہو ہم خزانہ دینے کے لئے تیار ہیں اور اگر لڑکیاں مطلوب ہیں تو جس لڑکی کو پسند کرو اور جس قدر چاہو ہم نکاح کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ تم نئے دین کی بنیاد نہ ڈالو اور ہمارے بتوں سے نفرت نہ دلاؤ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی نسبی اور نہایت بلند اخلاق نے نبوت سے پہلے تمام اہل مکہ کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ کسی کو آپ سے شکایت تو درکنار قلب میں ذرا کدورت نہ تھی۔ بلکہ ہر ایک نہایت محبت کرتا تھا۔ پھر تجارت وغیرہ کے طریقوں میں آپ کو اس قدر سلیقہ تھا کہ قبل از نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں جبکہ بطور شرکت عمل (مضاربت) آپ شام کو مال لے کر گئے تھے تو اس قدر نفع ہوا تھا کہ کبھی پہلے ایسا واقعہ نہیں گذرا تھا۔ لوگوں سے قرابتوں کا جال اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ قریش کے خاندانوں میں سے کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس سے آپ کی رشتہ داری نہ ہو۔ اگر آپ قبل نبوت یا بعد نبوت دو چار یا کم و بیش نکاح کے خواہاں ہوتے تو کسی طرح بھی مشکل پیش نہ آتی اور یہی

وجہ تھی کہ ابو سفیان بن حرب کو جب یہ خبر پہنچی کہ ان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کر لی ہے تو باوجود سخت عداوت اور پرخاش کے ذرا بھی نکاح کے امر میں گفتگو نہ کی بلکہ اہلیت اور استحقاق کا اقرار کرتے ہوئے تعریفی کلمات کہے۔

خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو کہ آپ پر پروانہ وار فدا تھیں اور اپنا تمام سرمایہ آپ کی نذر کر چکی تھیں اگر آپ کی خواہش ہوتی تو نکاح کی صورتیں بہم پہنچاتیں چنانچہ جب آپ نے ان سے فرمایا کہ میری تمہارے سوا جنت میں اور بھی بیویاں فلاں فلاں ہونگی تو ان کو ذرا بھی گراں نہیں گذرا۔ بلکہ صاف الفاظ میں بشاشت کے ساتھ جواب دیا کہ اس میں کیا ہے بادشاہوں کے سیکڑوں بیویاں ہوا ہی کرتی ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عقلمندی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمدردی آپ کی رضا جوئی خدمت وغیرہ کے تفصیلی احوال کا اگر تتبع کیا جائے تو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ اگر وہ ادنیٰ درجہ کا بھی اشارہ پاتیں تو ضرور بالضرور خود چند نکاح کروا دیتیں اور اپنے تمام مال سے ان بیویوں کی خدمت انجام دیتیں۔

مذکورہ بالا امر یعنی پچپن سالگی کے ساتھ جبکہ امور ذیل کو بھی زیر نظر رکھا جائے تو خطرۂ شہوت پرستی کا بالکل ہی قلع قمع ہو جاتا ہے۔ بلکہ محال کے درجہ میں معلوم ہونے لگتی ہے۔

(۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ایام میں (یعنی جن ایام سے تعدد ازواج کا سلسلہ شروع ہوتا ہے) دشمنوں کے حملوں اور جنگجوئی کی کارروائیوں کے ساتھ گھرے ہوئے تھے اس تھوڑی سی مدت میں جس کا اندازہ تقریباً نو برس ہے آپ کو تقریباً ساٹھ یا اس سے زائد لڑائیاں دشمنوں سے لڑنی پڑیں جن میں سے تقریباً اٹھائیس میں آپ خود بھی شریک رہے ہیں۔ تواریخ کے صفحات اور سیر کے اوراق بتلا رہے ہیں کہ یہ سب لڑائیاں مدافعانہ تھیں اور دشمنوں ہی کی طرف سے ابتدائی کارروائیاں آپ کو فوج کشی پر مجبور کر رہی تھیں دشمنوں کی انتہائی کوشش یہی تھی کہ دنیا ...... سے اسلام اور اسلام کے نام لیواؤں کو معدوم کر دیا جائے۔ خود مدینہ منورہ میں ایک بہت بڑی جماعت مخالفین کی موجود تھی۔ جن کو منافقین کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ غزوہ بدر تک علانیہ

طور پر دشمنی کرتے رہے اور بعد غزوۂ بدر جبکہ اسلامی شوکت اور قوت کی روز افزوں حالت ظاہر ہونے لگی تو بظاہر مسلمان ہو گئے مگر اندرونی طریقہ پر ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرتے رہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے گردو نواح میں یہودیوں کے مختلف قبائل نہایت سخت دشمنی کرتے رہے۔ بیرون مدینہ منورہ قریش بالخصوص اور تمام قبائل عرب ہر قسم کی کوششیں اسلام کے روشن چراغ کے بجھانے میں صرف کرتے رہے۔ مدینہ منورہ پر بار ہا دھاوا کیا بارہا جبکہ دشمنوں کے دھاوا کرنے اور سامانِ جنگ کے جمع کرنے کی خبریں آئیں تو خود آنحضرت علیہ السلام نے ان پر فوج کشی کی۔ بارہا قوموں اور قبائل نے مسلمانوں کو نقصانات جانی اور مالی پہنچائے۔ تبلیغ کے راستہ میں سختی کے ساتھ مانع ہوئے جن کی تفصیلیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی اور سرایا میں مذکور ہیں پھر یہ بھی نہیں تھا کہ فوجیں پہلے سے جمع تھیں۔ خزانے بھرے ہوئے تھے ہتھیاروں کا ذخیرہ موجود تھا۔ رسد کا سامان مہیا تھا بلکہ ان سب چیزوں کو ہمیشہ تیار کرنا پڑتا تھا۔ غرضکہ کوئی وقت چین کا ظاہری قاعدہ سے نہیں مل سکتا تھا۔

(۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخاوت اس قدر غالب تھی کہ کبھی کسی سوال کرنیوالے کو واپس نہیں کیا۔ جو کچھ آتا تھا تقسیم فرما دیتے تھے۔ گھر بار مال و متاع کے چھوڑ دینے اور ہجرت کرنے کی وجہ سے عام طور پر مہاجر مسلمان نہایت تنگی اور فقر میں مبتلا تھے روزانہ جنگ و جدال اور اس کی تیاریوں کی بنا پر خود انصار اہل مدینہ اپنے باغوں اور کھیتوں کی کماحقہ خبرگیری نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ اسباب معیشت کو مہیا کرنے کی مہلت ملتی تھی۔ ہر قبیلہ اور ہر آبادی کے مخالفین اسلام مسلمان ہونے والے افراد کے مال و جائداد پر قبضہ کر لیتے تھے۔ اور ہر قسم کی عداوت کی واردتے تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر آنحضرت علیہ السلام لوگوں کی خبرگیری اور ان پر مال کا لٹا دینا ضروری سمجھتے تھے اور جو کچھ کہیں سے بھی آتا تھا۔ ارباب حاجت کو فوراً دیدیتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ پر تنگدستی اور ظاہری فقر و فاقہ کی اس قدر شدت تھی کہ تمام ایام زندگانی میں جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ اکثر فاقوں پر گذران ہوتی تھی۔ دو سالن کبھی آپ کے دسترخوان پر جمع نہیں ہوئے گیہوں

کی روٹی شاذونادر آپ کے دسترخوان پر آیا کی۔ تین تین چاند گذر جاتے تھے کہ آپ کے یہاں کھانا پکانے کے لئے نہ آگ جلتی تھی اور نہ دھواں اٹھتا تھا۔ فقط پانی اور چند دانے کھجوروں پر کفایت کی جاتی تھی۔ فاقہ کی تکلیفوں کی بنا پر بسا اوقات آپ کو ایک ایک دو دو پتھر پیٹ پر باندھنے کی نوبت آئی۔ مقوی دواؤں اور اعلیٰ درجہ کی غذاؤں کا ملنا تو درکنار (جن کی شہوت پرستوں کو ضرورت ہوتی ہے) معمولی درجہ کی غذا بھی پیٹ بھر کر نہیں ملتی تھی اور نہ ہمیشہ آدھے پیٹ ہی ملتی تھی۔

(۳) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الوہیت سے اس قدر تعلق اور محبت اور اتنا خوف اور ڈر غالب تھا کہ کوئی وقت خدا کے ذکر سے خالی نہ گذرتا تھا۔ ہر روز کم سے کم پچاس رکعت نماز اور ہر سال میں کم سے کم چھ مہینے روزہ ہمیشہ آپ کا معمول رہا اور بسا اوقات آپ فکر آخرت۔ رعب خداوندی، فکر اُمت وغیرہ کی وجہ سے غمگین اور متفکر رہا کرتے تھے۔ آسمان کی طرف بہت کم دیکھتے تھے۔ اکثر نظر آپ کی زمین کی طرف رہتی تھی۔ ہنستے بہت کم تھے۔ اکثر ہنسی آپ کی تبسم کی صورت میں ہوتی تھی۔

(۴) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لوگوں کی تعلیم و تربیت، انکی روحانی اور اخلاقی، مالی اور جسمی اصلاح کا ہمیشہ خیال رہتا تھا اور اسی وجہ سے بہت تھوڑی سی مدت میں ہر قسم کے کمال والے اشخاص موجود ہوگئے کوئی فنونِ جنگ میں حسب قابلیت اعلیٰ درجہ کا قابل ہوگیا۔ جیسے خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن الجراح۔ سعد بن ابی وقاص، عمرو بن العاص عبدالرحمٰن بن سمرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ کوئی فنونِ سیاست کا استاد اور ماہر ہوگیا۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر بن خطاب۔ حضرت عثمان بن عفان۔ حضرت معاذ بن جبل وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ کوئی روحانی فنون اور ولایت کے معارف میں اعلیٰ پیمانہ پر پہنچ گیا۔ جیسے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ حضرت سلمان فارسی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو وغیرہ رضی اللہ عنہم کوئی قوانین اور لا کا حافظ اور ماہر بن گیا۔ جیسے عبداللہ بن مسعود۔ زید بن ثابت۔ عبداللہ بن عباس۔ عائشہ صدیقہ۔ ابوہریرہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہم۔ اسی طرح فنون فصل خصومات زہد و ریاضت، تجارت و صنعت، مساحت اراضی و تواریخ وغیرہ وغیرہ میں بھی عرب کے

غیر متمدن اور غیر تعلیم یافتہ کوہستانی اور ریگستانی وحشی لوگ جملہ فنون وعلوم میں نہ صرف ماہر اور کامل ہوئے بلکہ اپنے اخلاف اور پس آیندوں کے لئے اور اقوام موجودہ دیار عجم کے واسطے اساتذہ اور آفتاب ہدایت بن گئے۔ اور عرب قوم نہایت تھوڑی سی مدت میں اس لائق ہوگئی کہ وہ تمام دنیا کی باگ حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر جہانبانی اور انتظام کر سکے۔ سچے اور مفید اخلاق سے سب کے سب رنگین ہو گئے اور بری عادتیں اور غیر مہذب خصلتیں سب کی سب ..... کافور ہوگئیں۔ نفاق و شقاق کا تمام ملک عرب میں نام تک باقی نہ رہا۔ وہ اتفاق اور وفاق رونما ہوا جس کی نظیر ازمنہ سابقہ میں کہیں بھی تاریخ نہیں دکھلا سکتی۔ خدا ترسی اور اخلاص وللٰہیت کا وہ دور دورہ ہوا کہ عہد موسوی اور عہد عیسوی بلکہ جملہ مقدسین دنیا کی تاریخ ماند پڑ گئی۔ معرفت وحقایق کے چشمے اس قدر ابلے کہ فلسفہ اقوام کے کتب خانے اور متقدمین کی حکمتیں غرقاب ہوگئیں۔

اب قابل غور امر یہ ہے کہ امور مذکورہ بالا میں سے ہر ایک امر مستقل طور پر انسان کو اس قدر پریشان کرنیوالا اور اتنی مشغولیت کا سامان ہے کہ فقط وہی شہوات انسانیہ کو بالکل زائل اور فنا کر دینے کے لئے کافی ووافی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ایسی ایسی افکار ومصائب میں واقعی طریقہ پر منہمک اور مبتلا ہو جاتے ہیں وہ ایسی ایسی شہوتوں سے تقریباً یکقلم علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ پھر کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ ہستی جو کہ ان تمام امور کی جامع تھی اور نہ صرف اس قدر جتنی کہ ذکر کی گئی بلکہ اس کی لائف پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ اس کے احوال کا عشر عشیر بھی نہیں بتلاتا ہے۔ اس کی بہ نسبت شہوت پرستی کا الزام کیونکر لگایا جا سکتا ہے اور کیا اس عمر میں معمولی لوگوں میں اور ان امور کی موجودگی میں شہوت باقی رہ سکتی ہے۔ افسوس کہ ان تاریخی واقعات پر صداقت اور حقانیت کی نمائش کو کام میں نہیں لایا جاتا اور نہ انصاف اور حق پرستی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حالت یہی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا تو پھر کیوں ان حالتوں کے موجود ہوتے ہوئے تعدد ازدواج کو اختیار کیا گیا۔ مگر اس کا جواب ہم تفصیلی طریقہ پر اس مقام میں اس لئے نہیں دیسکتے کہ طول بہت ہو گیا ہے۔ اہل عقل وانصاف نے بہت سی باتیں ذکر فرمائی ہیں ان میں سے زیادہ تر اہم بات ہم مختصراً عرض کرتے ہیں۔

پیغمبر کے اہم مقاصد میں سے تمام عالم انسانی کو تبلیغ کرنا اور اُن کی قولی اور عملی ہدایتوں سے اصلاح کرنا ہے۔ اس لئے اُس کو بہت سے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے کہ وہ ہر قسم کے فیض کو پیغمبر سے حاصل کریں اور دوسرے لوگوں اور آئندہ نسلوں کے لئے مشعل ہدایت بنجائیں خصوصاً جبکہ وہ تمام دنیا کی ہدایت اور اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہو مثل انبیائے بنی اسرائیل اور امم سابقہ فقط ایک قوم یا ایک شہر اُس کا نقطۂ نظر اور مرکز اصلاح و ہدایت نہ ہو۔ اور چونکہ اُس کو عورتوں کی بھی اصلاح کرنی ہے اور بہت سے اُن قوانین کو بھی پھیلانا ہے جن کا تعلق عورتوں اور مردوں کے باہمی علائق سے ہے اِس لئے اُس کو بہت سے شاگرد اِس صنف کے بھی درکار ہیں تاکہ وہ جملہ اُن امور کو جن کا تعلق فقط عورتو سے یا عورتوں اور مردوں کے آپس کے علائق سے ہے سیکھیں۔ اور تمام عالم کے لئے مشعل ہدایت بنیں۔ لہٰذا اس مقام پر فقط نو عورتوں پر اکتفا کرنا بھی اقل قلیل ہوگا۔ ظاہر ہے کہ عورتوں کی جملہ ضروریات اور اصلاحات کی تعلیم بغیر علاقہ زن و شوئی نہایت مشکل ہے کیونکہ شرم اور اجنبیت بہت سی چیزوں کی تعلیم و تعلم سے مانع ہوگی۔

اس مقام پر ضروری تھا کہ بہت زیادہ وسعت کو اختیار کیا جاتا۔ مگر آنحضرت علیہ السلام نے اس کو اختیار نہ فرمایا اور بہت تھوڑی مقدار پر کفایت کی اور یہی وجہ ہے کہ اُس زمانہ میں جبکہ احکام عملیہ کے انتشار کا وقت آیا ہے۔ تعدد ازواج کو اختیار فرمایا۔ تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ بعد از نبوت مکہ معظمہ کی زندگانی میں اور مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں محض اصلاح عقائد و اخلاق کو مدنظر رکھا گیا تھا اور سنہ دوم ہجری سے اصلاح اعمال اور اقوال کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی۔ اور اس قسم کے قوانین موسلا دھار بارش کی طرح اُتارے جانے لگے لہٰذا ضروری ہوا کہ اس وقت میں عورتوں کی اچھی خاصی مقدار سیکھنے والوں کی موجود ہو۔

واذکرن مایتلی فی بیوتکن من اٰیات اللہ والحکمۃ ان اللہ کان لطیفاً خبیرًا۔

اور تم خدا کی اُن آیتوں اور اُس علم کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ رازداں پورا خبردار ہے۔

یہ خاص تاکیدی حکم ازواج مطہرات کے لئے اسی بنا پر ہے۔ ازواج مطہرات کے لئے علاوہ اس کے اور بھی بہت سے احکام قرآن میں ذکر کئے گئے جن سے عام صنف مستورات کے لئے پوری روشنی پڑتی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ بجز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جس قدر بھی آپ کی ازواج ہیں وہ سب تجربہ کار، زیادہ عمر والی ہو کر پہلے ازواج سے بیوگی کی حالت میں نکاح میں آئی ہیں کیونکہ نوعمر دوشیزہ لڑکیوں پر طبعی طور پر لہو و لعب غالب ہوتا ہے۔ احکام اور علوم کے سیکھنے واقعات وغیرہ کے یاد رکھنے کی طرف توجہ کم ہوتی ہے۔ ان نوعمر لڑکیوں سے شہوت رانی کے مقاصد میں تو بیشک زیادہ تر کامیابی ہوتی ہے مگر جو مقصد پیغمبر کا اصلاح امت اور حفظ علوم تعلیم و تعلّم وغیرہ کے لئے ہوتا ہے وہ ان میں طبعی طور پر بہت کم ہوتا ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو تعلق بہت زیادہ تھا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ استادِ فن اور ماہر معلم کو اپنے شاگردوں میں سے اُس شخص سے زیادہ تعلق ہوتا ہے جس کو وہ نہایت ذکی سمجھ دار قوی الحافظ فصیح و بلیغ دیکھتا ہے۔ کیونکہ ایسے شاگرد میں نہ صرف اُس کی تعلیم کا اثر مکمل طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے بلکہ اُس سے اُمید کیجاتی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو بھی فیضیاب بنائے گا۔ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انتہائی درجہ کی ذکی اور سمجھ دار تھیں۔ طبیعت نہایت تیز اور حافظہ نہایت قوی رکھتی تھیں فصاحت و بلاغت میں بھی اپنی آپ نظیر تھیں۔ اس لئے تمام ازواج میں اُن کا نمبر اعلیٰ رہا کیا۔

اس طرز تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ صنف نسواں میں ان ازواج کے ذریعہ سے نہایت مکمل طریقہ پر تعلیم اسلام مروج ہوگئی۔ احادیث نبوی اور اخبار مصطفوی کے اوراق گردانی کرنیوالے بخوبی جانتے ہیں کہ بیشمار علوم و قوانین کا ذخیرہ ان عورتوں یعنی ازواج مطہرہ کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ نہ صرف فلسفہ تدبیر منزل اور قوانین معاشرت ازواج ان کے ذریعہ سے معلوم ہوئے بلکہ فلسفہ تہذیب اخلاق اور قوانین رضوان خداوندی سیاست مدنیہ وغیرہ میں بھی بہت زیادہ علوم کا استفادہ ان کے ذریعہ سے ہوا ہے۔ خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو سب میں مثل آفتاب علوم و فقہ و حکمت و شعر وغیرہ معلوم ہوتی ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم پر جب کبھی کسی مسئلہ میں اشکال پیش آتا تھا

اور کوئی صورت فیصلہ کی نہیں ہوسکتی تھی تو ان ازواج کی طرف رجوع کرتے اور مفید باتیں معلوم کرتے تھے تقریباً نصف ان کے اور خصوصاً حضرت عائشہ کے ذریعہ سے معلوم ہوئیں اس مقام کی تفصیل کتب حدیث میں مکمل موجود ہے۔

علاوہ ازیں ان امور مذکورہ کے تعدد ازواج سے بہت سے سیاسی مسائل کا بھی حل ہوا ہے۔ اور مختلف خاندانوں سے تعلقات قائم ہوکر اسلامی ترقیات کے اسباب و وسائل وجود میں آئے ہیں۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ کوئی عورت آپ کے نکاح میں بنی ہاشم میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ اپنا خاندان تھا اُس سے تعلق پیدا کرنا کوئی اہم امر نہ تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آپ کی شان تعدد ازواج میں اُمت سے نرالی اور علیحدہ ہے اس لئے اُن کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

اب ہم ناظرین کو ایک دوسری طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر ہے اور امور مذکورۃ الصدر ایسے ایسے درپیش ہیں مگر اس حالت میں نو عورتیں نکاح میں موجود ہیں اور ہر ایک کے پاس نوبت بہ نوبت شب باشی فرماتے ہیں۔ چونکہ ہر عورت کی نوبت کم سے کم آٹھویں دن آتی ہے لہذا اُس عورت کے حقوق ادا کرنے کی بنا پر جس کا ارشاد وان لزوجك عليك حقا (بیشک تمہاری زوجہ کا تمہارے اوپر حق ہے) اسی قسم کے مقام پر حضرت عبداللہ بن عمرو اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہم وغیرہ سے ہو رہا ہے ضرور بالضرور ہر شب ہم بستری کی نوبت آتی ہے۔ اِس لئے اندازہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جس ہستی میں قوت مجامعت اس بڑھاپے میں باوجود اس قدر موانع کے اتنی ہو کہ وہ ہر شب میں کم سے کم ایک مرتبہ ہمبستری کرے اُس کی قوت باہ جوانی کے زمانہ میں کتنی نہ ہوگی۔ پھر اُس کا اُس زمانہ میں پچیس برس تک بے زوجہ رہنا اور پچیس برس کے بعد پچپن برس تک فقط ایک ہی زوجہ پر کفایت کرنا کس قدر اپنے نفس کو مارنا اور زہد و ریاضت کرنا ہوگا۔ ہر شخص انصاف وعقل سے اس کا فیصلہ کرسکتا ہے۔ ہم ناظرین کو اب پھر دوسرے امر کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ صحیح احادیث میں واقعات ایسے موجود ہیں کہ آپ نے ایک شب میں کبھی کبھی اپنی تمام ازواج جن کی شمار اُس وقت نو تک تھی ہم بستری فرمائی اور یہ واقعات آخری عمر کے ہیں خصوصاً حجۃ الوداع کا واقعہ

چونکہ ذی الحلیفہ میں احرام سے پہلے ظہور میں آیا۔ اس لئے غور کرنے کا مقام ہے کہ جس مقدس شخص کی قوت باہ تریسٹھ برس کی عمر میں باوجود احوال مذکورۃ الصدر اتنی ہو کہ وہ ایک شب میں نو ازواج سے ہم بستری کرے حالانکہ وہ اس سے پہلے ہر شب میں اپنی کسی نہ کسی زوجہ کے پاس رہا کیا ہو۔ اُس کی طاقت جوانی اور ادھیڑپن کے زمانہ میں کس قدر ہوگی اور اُس کا اُس زمانہ میں عفت اور عصمت کے ساتھ بے نکاح اور فقط ایک عورت کے ساتھ رہنا کتنا بڑا سخت کام ہوگا۔

ہم اس مقام پر اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایک شب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عورت کے پاس جانا اور ہم بستر ہونا محض شرعی مصلحتوں اور قوانین کے بیان کی غرض سے ہوا تھا جس سے غسل، احرام، انصاف بین النساء حسن معاشرت وغیرہ کے بہت سے مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر باوجود ان جملہ امور کے ہماری معروضہ بات پر بھی نہایت تیز روشنی پڑتی ہے۔

ہم ناظرین کو پھر ایک اور اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب یہ بیان کیا کہ ایک شب میں آپ نے تمام موجودہ ازواج کے ساتھ ہم بستری فرمائی تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ اتنی طاقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھی۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ آپس میں اُس زمانہ میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ آنحضرت علیہ السلام کو چالیس مردوں کی قوت باہ عطا کی گئی ہے۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا نہایت صحیح اور قوی معلوم ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اس آخری عمر میں اس قدر موانع کے موجود ہوتے ہوئے آپ کو روزانہ ایک زوجہ سے ہم بستری کی طاقت نہیں ہوسکتی تھی چہ جائیکہ نو عورتوں سے ایک شب میں ہم بستر ہوں۔ اب اس سے اندازہ کرنا چاہئے کہ جبکہ امت کے ہر ایک مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سو ساٹھ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہونا چاہئے۔ اور جبکہ احاد اُمت میں چار عورتوں کی قوت ہے تو آپ میں ایک سو ساٹھ عورتوں کے سنبھالنے کی قوت ہونی چاہئے۔ اس لحاظ سے جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا پچیس برس تک بلا زوجہ رہنا اور پچپن برس تک کی عمر تک فقط ایک زوجہ پر کفایت کرنا کیا انتہائی تشدد اپنے نفس پر نہ ہوگا۔ اور کیا اس کے بعد بھی فقط نو عورتوں پر کفایت کرنا اعلیٰ درجہ کی ریاضت نہ ہوگی

ہم ناظرین کو اس کے بعد ایک اور ضروری بات یاد دلانا چاہتے ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ خصائص کبریٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مقولہ مذکورۃ الصدر نقل فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن چالیس مردوں کی قوت باہ آپ کو دی گئی تھی وہ اس دنیا کے مرد نہیں بلکہ جنت کے چالیس مردوں کی قوت آپ کو دی گئی تھی۔ اور چونکہ احادیث صحیحین سے یہ بات دکھائی گئی ہے کہ جنت میں ہر مرد کو دنیا کے سو مردوں کی قوت دیجائیگی۔ اس لئے آنحضرت علیہ السلام میں دنیا کے چار ہزار مردوں کی قوت ہونی چاہیئے۔ اس لحاظ سے بقاعدہ چار ازواج چاہیئے کہ آپ کو ۱۶ ہزار ازواج کی اجازت دی جائے اور آپ میں اتنی ہی ازواج کی قوت موجود ہونی چاہیئے۔ اب اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس شخص میں سولہ ہزار عورتوں کی قوۃ باہ موجود ہے اس کا پچیس[۲۵] برس تک بے نکاح عفت کے ساتھ رہنا اور پچپن برس تک فقط ایک عورت کے ساتھ رہنا اور اس کے بعد بھی صرف نو عورتوں تک کفایت کرنا نفس کشی کا کتنا بڑا مرتبہ ہے اور پھر اسی کے ساتھ نوعمر دوشیزہ لڑکیوں کی طرف رغبت نہ کرنا۔ اجنبی عورتوں سے اس قدر پرہیز رکھنا کہ بعیت کے وقت میں بھی ان کو فقط پردہ کے اندر سے بلا مصافحہ بعیت کرنا۔ کسی قسم کے خلط ملط کو غیر عورتوں سے روا نہ رکھنا یہ اعلیٰ درجہ کی پاکدامنی اور عصمت نہیں ہے تو کیا ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

پیغمبر اسلام

زمانۂ جدید کے لئے رہبر کامل

(از ملک عبدالقیوم صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لاگوجرانوالہ سابق اڈیٹر مسلم سٹینڈرڈ لندن)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر حیثیت

کہتے ہیں "تاریخ اپنے واقعات کو دہراتی ہے" ممکن ہے بعض حالات کے ماتحت واقعات کی نوعیت قطعی طور پر ایک سی نہ ہو مگر اس میں کلام نہیں کہ انسانوں اور جماعتوں کے باہمی تعلقات دنیوی کم از کم ضرور ایسے ہیں جن سے واقعات کی مماثلت کا پتہ چل سکتا ہے۔ رسول اکرم کا زمانہ بعثت ایک ایسا زمانہ تھا جس میں عہد قدیم کے بین الاقوامی تعلقات کے عدم وجود اور دور حال کی عالمگیر افراط تفریط یعنی ہر دو وضع کے حالات پائے جاتے تھے۔ ایک طرف اہل عرب کی زندگی صدہا سال سے جزیرۃ العرب کے سنگلاخ اور لق و دق بیابانوں میں قبائلانہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کی مظہر تھی اور دوسری طرف تمدن قدیم کے علمبردار یعنی رومی اور ایرانی سلطنتیں انفرادی اور بین الاقوامی حیثیت سے ان تمام مراحل کو طے کر چکی تھیں جن میں سے دنیائے جدید گذر رہی ہے۔ جوں جوں رومی سالاران جنگ کے حوصلوں میں ترقی ہوتی گئی۔ ایک طرف یونان اور دوسری طرف ایرانی سلطنت کے مغربی مقبوضات ان کے عساکر کی جولانگاہ بنتے رہے۔ زمانۂ قدیم کی سیاست جنگ و امن کچھ ایسی بے ڈھب واقع ہوئی تھی کہ جہاں کہیں کسی فریق کا بس چلا شہروں اور ملکوں کا ستیاناس ہو جاتا تھا اور مصافی گروہ تو خیر پُر امن اور غیر مصافی آبادی ایسے مظالم کا تختہ مشق بنتی تھی کہ جس کا حال سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں مثلاً زمانہ کی بین الاقوامی عدم رواداری کی حد جنگ سالامس میں ہوئی جبکہ سلطنت ایران کا ایک لشکر جرار اور سمندری بیڑہ روما و یونان کی متحدہ قوت کی نظر ہوا۔ اس

ایک واقعہ نے مشرقی اور مغربی سیاست کے درمیان ایک دائمی بُعد پیدا کر دیا۔ اس کے بعد فاتح رومیوں کا قدم ہمیشہ آگے پڑتا رہا حتیٰ کہ چند سالوں کے عرصہ میں ایرانی سلطنت کے تمام مشرقی مقبوضات مثلاً صوبجاتِ عراق۔ کردستان و اناطولیہ رومی سلطنت کے باجگذار بن گئے۔ رومیوں نے اب جنوب کی طرف عنانِ ملک گیری پھیری اور جزیرۃ العرب کے اُن تمام حصوں کو (Arabia Felix) جو طبعًا زرخیز اور رومی باجگیروں کے مطالبات کے متحمل ہو سکتے تھے ایک ایک کرکے رومی سلطنت میں شامل کر لیا۔ مگر اسی عربستان کا ایک حصہ ایسا بھی تھا جو پے در پے رومی صدموں سے محفوظ رہا۔ اسے تاریخی اصطلاح میں (Arabia Deserta) یعنی ریگزار عربستان کہتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ریگزار عربستان میں کیا خصوصیت تھی جو اس خطہ کو عالمگیر رومی غلبہ سے محفوظ رکھ سکی۔ کیا اہل عرب رومیوں سے بڑھ کر متمدن تھے۔ کیا ان کی اجتماعی قوت اس قدر منظم تھی کہ یہ رومی سلطنت کے مقابل ہمیشہ فائق رہے۔ کیا ان میں علوم و فنون کا چرچا تھا۔ کیا ان کی اخلاقی یا روحانی حالت ایسی تھی کہ اس پر مادہ پرست اور ضعیف الاعتقاد رومیوں کا اثر نہ پڑ سکا تھا؟ ان سوالات کا جواب تاریخ کے وہ اوراق دینگے جن کی تفسیر قبلہ مولانا حالی مرحوم کے مشہور و معروف مسدس میں واضح طور پر درج ہے۔ عربوں کی جہالت کی یہ کیفیت تھی کہ نظم و نثر اور فصاحت پر ایک درجہ دسترس ہونے کے باوجود علم تحریر ان میں مفقود تھا۔ روحانی حالت یہ تھی کہ خود خانہ کعبہ تین سو ساٹھ بتوں کا معبد بنا ہوا تھا۔ معاشرتی نکبت کا اندازہ صرف اسی ایک امر سے لگ سکتا ہے کہ ان کے ہاں عورت کا کوئی درجہ ہی نہ تھا۔ اور گائے بیل کی طرح سر بازار بیچی جاتی تھی۔ سیاست سے ان کو صرف اتنا واسطہ تھا کہ اہل قبائل صرف شیوخ قبائل کے احکام کے تابع تھے اور ان شیوخ کو اپنی جماعت کی رائے پر چلنا پڑتا تھا۔ مختصر صحرائی قافلے یمن شام اور عراق کی حدود کی طرف جاتے تھے اور ملک کی خام پیداوار کالین دین بصورت تبادلہ کر لیتے تھے عربستان میں قیمتی پیداوار نہ تھی۔ پانی کی کمی نے اسے ریت اور کنکروں کے تودوں کا ایک ویرانہ بنا رکھا تھا۔ اور عربی عدم رواداری کی یہ شان تھی کہ اس سنگلاخ ریگزار کے قطعوں کی ملکیت کے لئے قبائل پشتوں خانہ جنگی میں لگے رہتے تھے اور ایک دوسرے کے زن و

مرد کا خون بیدریغ بہاتے تھے۔

باقی دنیا کی المناک اخلاقی حالت

خیر یہ تو کیفیت ملک عرب کے زمانہ جاہلیت کی تھی مگر کیا گردوپیش کی دنیا دنیوی سازو سامان کی فراوانی کے باوجود اس زمانہ میں اس حالت سے کسی بہتر حالت میں تھی اور اسی تاریخ کا فتویٰ ہے کہ اہل ایران، اہل یونان اور اہل روم اپنی تمدنی کامرانی کے باوجود معنوی حیثیت سے جاہل اور ظالم عربوں سے کسی طرح بھی بہتر نہ تھے۔ رومیوں کے ہاں باپ کی تمام بیبیاں اس کے بڑے بیٹے کی میراث قرار پاتی تھیں جسے اختیار تھا کہ انہیں اپنے "استعمال" میں لائے یا اونے پونے بیچ ڈالے۔ رومی ملکی قانون میں ماسوا اہالیاں بلدۂ روما کسی رومی شہری کا حق نہ تھا کہ اپنے آپ کو بااختیار جماعت کا فرد تصور کر سکے۔ علم اور قانون کی ترویج اور تدریس عام طور پر رائج تھی مگر اس کے ساتھ ہی اہل علم کی قدردانی کی یہ کیفیت تھی کہ بڑے بڑے عالم فاضل بے زر ہونے کے سبب سر بازار غلام بن کر بک جاتے تھے اور جہاں امیر رومیوں کے گھروں میں ادنیٰ کام کرنے والے خادم ہوتے تھے تو اُن کے ساتھ ہی ان کی تحریر و تقریر کا کام کرنے والے بھی غلام تھے۔ نظام خانگی میں عورت کا کوئی درجہ نہ تھا اور جب کبھی کسی ملک پر چڑھائی کر کے اس کے ادیار و امصار کو تاراج کیا جاتا تھا تو مغلوب گروہ کی معصوم لڑکیوں سے رومی غلاموں کی منڈیاں بھر جاتی تھیں اور اس سے ایک ادنیٰ نتیجہ یہ پیدا ہوتا تھا کہ صنف نازک یعنی وہ اعلیٰ گروہ جو دنیا کی مائیں کہلاتی ہیں عیش پرست انسانوں کے سفلی جذبات کی تسکین کے لئے وقف سمجھی جاتی تھیں۔ قانون ملکی و معاشرتی کی موجودگی میں ایک دوسرے کے رقیب رومی سردار جب کبھی ایک دوسرے سے بگڑ بیٹھتے تھے تو رومۃ الکبریٰ کے بازاروں میں بے گناہوں کے خون کی ندیاں بہہ جاتی تھیں۔ قومی تقریبوں اور جشنوں میں رونق اور رنگینی پیدا کرنے کے لئے غلاموں کے گروہ بلدۂ روم کے تھیٹروں میں لکھو کھا مردوزن کے سامنے بھوکے درندوں سے پھڑوائے جاتے تھے۔ ان غلاموں میں بیشتر غیر رومی امیر اور صاحب

ریاست ہوتے تھے جو رومی فاتحین سے مغلوب ہو کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے کیونکہ رومی قانونِ جنگ کے ماتحت مغلوب کی سزا یہی تھی۔

یہ وہ زمانہ تھا جس وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔ ابتدائے رسالت سے سالوں پہلے ایک عاجز خاموش اور ہمدردِ بنی نوع بشر ان رقت انگیز حالات سے متاثر ہوتا رہا۔ اگر اس کے رحیم دل پر جاہل اور ظالم عربوں کی کجروی سے چوٹ لگتی تھی تو یہی دل متمدن سلطنت روم کی بداعمالیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔ جہالت اور بداخلاقیوں کی اس گھٹا ٹوپ ظلمت کو دور کرنیوالے نور کا مہر تاباں فضائے مشرق و مغرب پر ضیا بار ہونے کو تھا۔ رسالت محمد مصطفٰے صلی اللہ وآلہٖ وسلم محض ایک روحانی حقیقت نہ تھی بلکہ ایک مادی ضرورت تھی۔ اور بیکسیوں، بے بسوں، عاجزوں، مظلوموں اور یتیموں کی ایک دنیا حالات پراگندہ کی زبان حال سے الغیاث، الغیاث پکار رہی تھی۔ جذبۂ رحمت کو حرکت ہوئی اور ایک آن کی آن میں جو ہونا تھا ہو گیا۔ وہی اہل عرب جنہیں صدیوں کی زندگی میں ایک دوسرے سے صلح اور آشتی کی توقع نہ ہوتی تھی ایک دوسرے کے ماں جائے بھائی بن گئے اور اس سیلابِ رحمت نے اگر ایک طرف فضائے ریگزار کی خشکی کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیراب کیا۔ تو دوسری طرف کیانی اور ساسانی آتشکدوں کو بجھا کر ملک ایران کو گلزار ابراہیم بنا دیا۔ عربی صف شکنوں کے سامنے منظم اور قواعد داں رومی جوانوں کے قدم اکھڑ گئے اور قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے جانشین ایسے لوگ قرار پائے جو پیوند لگے کپڑوں میں غلاموں اور خادموں کے ہمراہ باری باری سے سفر کے اونٹوں پر سوار ہوتے تھے اور مرکز اسلام سے ریل و تار برقی کے بغیر ہزاروں میلوں کی مسافت پر اسلامی اخوت، یگانگت، رواداری، معدلت، اور فرض شناسی کے جھنڈے گاڑتے تھے۔ اسلام محض تجدید سنت ابراہیمی ہی نہ تھی بلکہ ایک معجزہ تھا ایک ایسا عدیم النظیر سانحہ تھا جس کی حقیقت کا علم کسی کو نہ تھا۔ مگر جس کی پیشین گوئی قرونِ اولیٰ کے تمام بڑے رہنمایانِ دین کر گئے تھے اس سونے پر سنت محمدیہ نے سہاگہ

کا کام کیا ایک بیکس یتیم، ان پڑھ انسان نے صاحب اختیار صاحب حشمت باعلم انسانوں کے سامنے انسانی فرض شناسی کی ایسی نظیر پیش کی کہ جسے دیکھ کر بے ساختہ دلوں سے گونج اٹھتی تھی فاسلام ان الدین الحق۔ کیا یہی ایک بات کسی انسان کو اقوام مشرق ومغرب پر اعزاز رہبری دینے کے لئے کافی نہیں؟

رسول مقبول صلعم بحیثیت صدر جمعیۃ انسان

اگر تیرہ سو سال قبل دنیا پر وہ حالات وارد تھے جن کا اوپر ذکر کیا گیا تو معاً خیال پیدا ہوتا ہے کہ آج کل اس دنیا کی کیا حالت ہے۔ اس امر کو معلوم کرنے کے لئے کسی تاریخی مطالعہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ذرائع رسل ورسائل ان حالات کو لحظہ بلحظہ ہمارے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں اور ان حالات کے سرسری مشاہدے کے بعد کیا کوئی بالغ اور عاقل انسان اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ زمانہ قدیم اور جدید کے حالات کے درمیان کچھ بہت بڑا تفاوت ہے۔ اگر کل قومیں ظلم وتعدی کی روایات سے آشنا تھیں تو آج ان کے رویہ میں کونسا تغیر پیدا ہو گیا ہے۔ اگر کل صاحب طاقت افراد بے زر اور بیکس انسانوں پر ظلم کرتے تھے تو آج کون ایسا نہیں کرتا۔ اگر کل رومی سلطنت کے باجگیر غیر رومی اقوام کو اپنے پنجۂ سطوت میں لانے کے متمنی تھے تو آج کل کے نظام استعماری کے ماتحت کیا کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کل نسلیت اور شہریت رومۃ الکبریٰ کو امتیاز تفوق گردانا جاتا تھا تو آج کل اسی نسلیت اور رنگت کے اختلافات نے "رنگدار" جماعتوں پر کیا کیا ظلم نہیں ڈھائے۔

جنگ عظیم کے واقعات اور اُن کے نتائج ناظرین کے سامنے ہیں اور صلح مابعد جنگ سے جو کچھ مواد ایک جنگ کا نہیں بلکہ کئی ایک آئندہ جنگوں کا پک رہا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جن برائیوں کی بیخکنی کے لئے مہر اسلام طلوع ہوا تھا وہ دنیا پر از سر نو مسلط ہیں۔ غیر مسلم تو خیر خود وہ جو دین محمد کے نام لیوا اور نام نہاد پیرو ہیں فرقہ بندیوں تکفیر طرازیوں دھڑا بندیوں کی پیچ در پیچ الجھنوں میں گرفتار ہو کر بزعم خود ایک دوسرے کی پامالی مگر فی الحقیقت اس شجر کی بیخکنی پر تلے ہوئے ہیں جس کے وہ ایک عرصہ تک ثمر

شیریں کیے جاتے تھے۔ اسلامی سلطنتیں ایک ایک کر کے زمام اختیار اپنے ہاتھوں سے کھو رہی ہیں مسلمانوں کے تمدن معاشرت اور روحانیت کی اب یہ کیفیت ہو چکی ہے کہ رقیبان اسلام اس ایک واحد محرک جذبۂ ترقی و تمدن کو دشمن ترقی گردان چکے ہیں

آج نہ صرف اہل عرب پر بلکہ جملہ مسلمین پر بعینہ وہ کیفیت وارد ہے جس کا استیصال اسلام کا اصلی مشن تھا۔ غیر مسلم دنیا جزویات سے قطع نظر مجموعی طور پر عہد قدیم کی یونانی، رومی اور ایرانی نظام کی مترادف بن چکی ہے۔ اب پھر ضرورت ہے کہ خدا واحد و قہار کے جذبۂ غیرت میں حرکت ہو اور راہ گم کردہ انسان غلط راستہ سے ہٹ کر پھر سے صحیح راستہ پر آجائے۔ دنیا بھر کے بیکسوں اور مظلوموں کی آہیں اس اشد ضرورت کی تائید کرتی ہیں۔ اس وقت بھی وہی شریعت و اسوۂ محمدیہ ہماری رہبری کر سکتی ہے اس وقت بھی وہ اسلام آڑے آسکتا ہے جس نے تیرہ سو سال ہوئے ایک دنیا کی کایا پلٹ کر دی تھی۔ اس وقت بھی دنیا کی حقیقی رہبر وہی ذات ہو سکتی ہے جس نے اپنی بے علمی کے باوجود عالم اور بالغ دنیا کو معدلت اور میانہ روی کا سبق سکھایا تھا۔ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی بعض نیک طینت انسان حالات کی برہمی سے متاثر ہو کر ان کو اعتدال پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بین الاقوامی جلسے برپا کئے جاتے ہیں مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ جمعیت الاقوام بنتی ہے۔ کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ مگر حالات روبہ اصلاح نہیں ہوتے۔ اس کی صرف ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانوں کی بھلائی کے لئے انسانوں کی باہمی رواداری کو کام میں نہیں لایا جاتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اب بھی صرف عرب اور صرف مسلمانوں کا دستگیر سمجھا جاتا ہے حالانکہ اسلام ایک غیر منقسم اور واحد وجود شئے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اسلام کو نہ مسلمان سمجھتے ہیں اور نہ غیر مسلم مطالعہ کرتے ہیں۔ آج اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم اس دین برحق کا از سر نو مطالعہ کریں اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ جہاں دنیا بھر کے بین الاقوامی نظام اور آپس کے معاہدے امن، صلح اور آشتی قائم کرنے سے قاصر ہیں۔ اسلام اور اس کی تفسیر یعنی عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ذریعہ ہے جس سے یہ بات پیدا ہو سکتی ہے۔

ہماری اہم ضرورت

آج ہماری اہم ضرورت محض یہ نہیں کہ مسلمان اقتصادیات تحصیل علم اور اس قسم کے اور مشاغل میں مصروف ہوں بلکہ یہ بھی ہے کہ خالص اسلامی اور قرآنی تعلیمات کو سمجھیں اور جس طرح بے علم اور بے زر عربوں نے محض اخوت اسلامی کے بل بوتے پر متمدن دنیا سے اپنا لوہا منوالیا تھا ہم بھی غیر مسلم دنیا سے اپنی عالمگیر حیثیت اور وقار کو منوائیں۔ دوسری طرف لیگ آف نیشنز بنا کرے بین الاقوامی معاہدات ہوا کریں۔ مگر ان سے نتیجہ صرف اس وقت پیدا ہوگا جبکہ غیر مسلم دنیا تعصب کی عینک کو الگ کر کے اسلامی محرکات پابندی عہد، معدلت گستری اور قومی تعصب کو دور کر کے جملہ انسانوں کو ایک ہی خدائے واحد کے بندے اور خطۂ ارضی کو جملہ قوموں کی مشترک ملکیت سمجھیں گے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل اس باب میں ایک بیّن ہدایت ہے۔ پس اے بنی نوع آدم حی علی الفلاح، حی علی النجاح، حی علی الاسلام فلہٰذا دین مبین۔

ہادیٔ اعظم

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی نَبِیِّکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

از جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مدظلہٗ

ختم شد بر نقشِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

جب ہم سلسلہ انبیاء پر ایک وسعت کے ساتھ غور کر سکتے ہیں تو پتہ لگتا ہے کہ یہ روحانی سلسلہ اپنے اپنے اوقات کی پابندی اور ضروریات روحانیت کے تقید کی وجہ سے درجہ بندیاں رکھتا ہے۔ دیکھو حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ اور ہمارے رسول مقبول کی بعثت تک کس حد تک درجہ بندیاں ملحوظ رہی ہیں کہ ہر ایک نبی کا زمانۂ بعثت اور ضروریاتِ بعثت

بجائے خود دوسرے نبیوں سے متمیز ہے ہمارے حضرت سے پہلے سلسلہ نبوت میں حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ تشریعی نبی تھے گو انجیل سے موجودہ عہد جدید میں صاف طور پر حضرت مسیحؑ کا تشریعی نبی ہونا ثابت نہیں لیکن چونکہ اسی عہد جدید میں حضرت عیسیٰؑ یہ ارشاد بھی کرتے ہیں کہ میں عہدِ عتیق یا توریت شریف کا ایک شوشہ بھی نہیں مٹا سکتا اور یا ایک شوشہ مثانی کے واسطے بھی میں نہیں آیا تو کہا جائیگا کہ حضرت عیسیٰ بھی ایک تشریعی نبی تھے لیکن اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح نے یہ بھی کہہ دیا کہ میں تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔

حضرت موسیٰ

گو تشریعی نبی تھے لیکن ان کا دائرہ تبلیغ بھی قریباً بنی اسرائیل تک ہی رہا اس لحاظ سے حضرت عیسیٰ وحضرت موسیٰ کا درجہ نبوت اور حدود تبلیغ محدود تھے اس کے مقابلہ میں اب دیکھو کہ ہمارے رسول مقبول کے حدود بعثت اور حدود تبلیغ مقابلۃً پہلے نبیوں کے کس قدر جامع اور وسیع تھے اسی لحاظ سے اُن کی شان میں قرآن مجید میں وارد ہے ما ارسلناك الا رحمة للعالمين یہ ہادی اعظم دنیا میں کب آیا اور کب مبعوث ہوا اور کیا فرامین لے کر آیا اور اس کی بعثت اور حدود تبلیغ اس زمانہ کی اقوام کے مقابلہ میں کیا کچھ وسعت اور حیثیت رکھتی تھی۔

یہودی

گو پرستار اور تبلیغ کنندہ عہد عتیق اور توریت شریف تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گذرنے کے بعد یہودیوں کی جو کچھ حالت اور کیفیت ہوئی وہ حضرت مسیح کے آنے اور اُن کے انکار ہی سے ثابت ہے نہ صرف اُن کا انکار کیا بلکہ انہیں جان سے بھی مار دینا چاہا۔ تصدیق رسالت تو جدا رہی عظمت انسانیت کے اعتراف سے بھی گئے گذرے۔

جس عہد

میں رسول عربی بعثت پذیر ہوئے اُس عہد میں دنیا کا اور دنیا کی اقوام اور مذاہب کا کیا حال تھا۔

(۱) یہودیوں کے اعتقادات مذہبی اور توحید کی یہ حالت تھی کہ وہ عیسائیوں کی طرح

خدا کا بیٹا ہی نہیں بلکہ بیٹیوں کے بھی معترف ہوتے جاتے تھے۔ گوسالہ پرستی تو اُن کی زندگی میں ہی شروع ہو گئی تھی عیسائیوں کی اس سے بھی بدتر حالت تھی مذہب وہ حدود لے رہا تھا جس کی آج خود عیسائی بھی عیسائی ہو کر پیروی کرنے سے ہچکچاتے ہیں صابئین اور پارسیوں کا حال بھی مخدوش تھا۔ اس وقت ہندوستان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ وام مارگی یا وام مارگ مذہب کا دور دورہ تھا۔ وام مارگی مت کے عقائد اس قدر حیا سوز اور اخلاق کش ہیں کہ انہیں ظاہر کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ مختصر یہ کہ اُن کے ہاں مردوں کے لیئے برہنہ عورت اور عورتوں کے لیئے برہنہ مرد کی پوجا سے بڑھ کر اور کوئی عبادت اور پوجا نہ تھی۔ ان میں بڑا مہنت اور پارسا وہی سمجھا جاتا تھا جو ان کے بھیروں چکر میں سب سے زیادہ شراب پیتے اور سب سے زیادہ ...... اس سے آپ لوگ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے رسول مقبول کی بعثت سے پہلے نہ صرف عرب افریقہ اور یورپ وغیرہ ہی کی حالت دگرگوں تھی بلکہ ہندوستان کی حالت جس کے مہذب ہونے کا ہمارے ہندو دوستوں کا پرانا دعویٰ ہے۔ اس کی مجلسی تمدنی اور معاشرتی حالت بہت ہی گئی گذری تھی

ان

حالات اور کوائف میں ایک یتیم ہستی کا جامۂ رسالت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر اور امی لقب رکھ کر عرب ایسے اُجڈ خطے میں مبعوث ہونا کس کس ذمہ داری کا حامل تھا ایک طرف اگر عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی تو دوسری طرف دیگر اقوام کی حالت بھی خراب تھی۔ اگر بایں حالات اس ہستی عظیم الشان کو ہادیٔ اعظم کے نام سے تعبیر نہ کیا جائے تو اور کس کو کیا جائے۔

عملی رواداری

باوجود اس کے کہ مصداق پیشین گوئی توریت شریف کہ ایک ایسا نبی بعد میں پیدا ہوگا جس کا ہاتھ کُل ہاتھوں سے الگ جائیگا جس رواداری سے دوسرے مذاہب اور ادیان کے ساتھ آنحضرتؐ نے کام لیا وہ رواداری اس قابل ہے کہ دنیا اس پر غور کرے اور انصاف سے دیکھے کہ یہ ہستی کیسی بے لاگ اور منصف واقع ہوئی تھی اور اسی ہستی اعظم کی سیرت حسنہ کیسی اعلیٰ تھی۔ آنحضرتؐ سب سے اخیر پر مبعوث ہوئے۔ ایسی ہستی آخر پر ہوتی ہے ہمیشہ

وہ فطرت کی غلطیوں کے تحت پہلی ہستیوں سے ایک بڑی حد تک جداگانہ روش رکھنے پر مائل ہوتی ہے۔ ذرا انصاف سے کہو اس ہستی اعظم نے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں کیا کچھ کہا سُنا۔ امتوں میں جس قدر نبی گذرے تھے اور جن کی نبوتیں خود ان مختلف اُمتوں کے نقطہ کے تحت تھیں اُنکی تصدیق کی تلقین کی بمصداق لانفرق بین احد من رسل اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ جو الزامات ایک قوم دوسری قوم کے نبیوں پر لگاتی تھی اُس کی بھی تردید کر کے دکھلادی یہودیوں کی نظر میں حضرت مسیح علیہ السلام اور اُن کی والدہ محترمہ کی جو کچھ حالت قیاس کیجاتی تھی اُس کو اس جرأت اور اس وسعت سے صادق رنگ میں ثابت کر دکھایا کہ اور تو اور حضرت عیسیٰ خود بھی ایسا نہ کر سکے

اگر حضرت (صلعم) ایسا نہ کرتے اور یہودیوں کے اتہامات اور الزامات کی تردید نہ کرتے تو اس کا نتیجہ کم ازکم یہ ہوتا کہ یہودی قوم ان کے ساتھ ہوتی کیونکہ وہ تو یہ چاہتے ہی تھے کہ اُن کا ساتھ کوئی ایسی عظیم ہستی دے۔ آنحضرتؐ کا یہ غنیمت موقع چھوڑ کر صداقت کا پیرو ہونا ثابت کر رہا ہے کہ یہ مبارک ہستی کس قدر صداقت پسند اور صادق البعثت تھی۔

دوسرے مذاہب پر اس عظیم الشان ہستی نے یہ احسان کیا کہ ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ دیا کہ دنیا کی کوئی اُمت بھی اور کوئی ملک بھی ہادیوں کے آنے سے خالی نہ رہا۔ ہندوؤں پارسیوں چینیوں وغیرہ وغیرہ اقوام کے مقابلہ میں یہ عام اعلان گویا آنحضرتؐ کی صداقت کا ایک بڑا نمونہ ہے۔

اس کے علاوہ

اگر ہم آنحضرتؐ کی سادہ زندگی اور اُن کی زندگی کے طریق عمل پر غور کریں تو کہنا پڑیگا کہ یہ ہستی فی الواقع گروہ انبیاء میں سے ایک خصوصیت مآب تھی اپنی زندگی کے شروع میں حضورؐ کا بڑے بڑے بادشاہوں کو دعوت اسلام دینا۔ باوجود اقسام اقسام کی اندرونی مشکلات کے دوسری اقوام اور دوسرے ملکوں کو اپنی البعثت اور بعثت کی ضروریات سے آگاہ کرنا تھوڑی بُردباری اور حوصلہ کا کام نہیں۔ قریباً ۱/۲ کروڑ قوم کے اندر ایک یتیم کا دعوئے رسالت کرنا اور پھر اُسے اخیر تک خاص خوبی کے ساتھ نباہنا کیا بدون تائید غیبی کے ہوسکتا ہے۔ کفار عرب مشرکین عرب بارہا یہ التجا لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں کہ جو کچھ منظور ہے دولت، عظمت، ثروت، برکت آپ کے پاؤں چومیگی اگر شہرت مطلوب ہے تو سارا عرب آپ کے زیرنگیں ہونے کو تیار ہے لیکن کس سادگی اور کس جرأت سے

جواب ملتا ہے۔

"نہیں نہیں ان سب انعامات اور ان سب برکات کا معاوضہ میری طرف سے یہ ہے۔ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بس اسی پر فیصلہ ہے اس کے ساتھ ہی دیکھو تو سہی اپنی عبدیت کس رنگ میں اور کس خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ کیا یہ کلمات اور یہ باتیں کسی ایسی ہستی کے منہ سے بھی ان حالات میں نکل سکتی ہیں کہ جو یتیم ہو کر بے بس رہ کر صرف چند آدمیوں کی جماعت میں نشوونما پا کر یہ حوصلہ اور یہ جرأت کرتا ہے۔

عالمِ توحید

یہ ساری تکالیف اور سارے مصائب کیوں اور کس لئے قبول کئے گئے صرف اس واسطے کہ لوگ اصنام پرستی کو چھوڑ کر موحد ہو جائیں بے شک ان مصائب اور ان تکالیف کے ساتھ ہی حفاظت خود اختیاری کے رنگ میں آنحضرتؐ کو بعض وقت مقابلہ میں بھی آنا پڑا لیکن اس کے ساتھ ہی لاتعتدوا کہہ کر جو بردباری اور جو درگذر کا اسوۂ حسنہ اور سیرت حسنہ ملحوظ رہتی تھی اس کی ایک بھی نظیر نہیں ہے اور کس حالت میں جبکہ اپنی جماعت کم تھی محدود چند آدمی تھے۔

چند واقعات

آپ جنگ بدر پر جاتے ہیں مقابلہ میں نافرمان عربوں کا ایک ہزار کا مجمع آتا ہے اس وقت آپ کو آدمیوں کی ضرورت تھی لیکن جب اُن کے پاس خذیفہ ابن الیمان حاضر ہوتا ہے تو آپ حکم دیتے ہیں کہ واپس چلے جاؤ کیونکہ تم اقرار کے مطابق اس وقت ہماری مدد نہیں کر سکتے، چلے جاؤ مکہ میں اور حاضر ہو جاؤ ان دشمنوں کے پاس جن کے ساتھ تم نے جنگ میں شامل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اور اسی طرح پر ابو جندل ابن سہیل جب حاضر ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری حاضری اس وقت شرائط صلح کے مطابق نہیں کیونکہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص مدینہ میں آئے وہ واپس کر دیا جائے۔ اللہ اکبر کس قدر عہد کی پابندی تھی۔ غریب ابو جندل کو حکم ہوتا ہے کہ تم پابہ زنجیر اسی طرح چلے جاؤ جس طرح آئے تھے۔ یہ ضرورت اور یہ پابندی عہد کہ لوگ جوق جوق آتے ہیں اور آنحضرت اپنی بات

پوری کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں کہ نہیں واپس جاؤ تم اس عہد کے پابند ہو جو کیا گیا تھا۔ اس قسم کے پچاسوں نظائر مل سکتے ہیں۔

دیکھو اس امین ہستی نے کس خوبصورتی اور کس پابندی سے معاہدات کا ایفاء کیا اور کس طریق عمل سے اُمت پر ان عہد کان مسئولا کی پابندی واجب کر کے دکھلا دی کیا اس سے زیادہ بھی کوئی سیرت حسنہ اور اسوۂ حسنہ ہو سکتا ہے اور کن حالات میں ساری قوم دشمنوں میں گھری ہوئی ہے جان نثار آتے ہیں مرنے کے لئے اور حکم ہوتا ہے کہ نہیں جو عہد کیا ہے اُس کو پورا کرنا ہے۔

اللہ اکبر

کیسا دل گردہ پایا ہے۔ اور کیا اعلیٰ اور نفیس دماغ حصہ میں آیا ہے۔

بر لبش جاری ز حکمت چشمہ ۔۔۔ در ویش پُر از معارف کوثرے

بر حق داماں زغیرش بر فشانہ ۔۔۔ ثانی او نیست در بحر و برے

آں جز عشق وادِ حق کش تا ابد ۔۔۔ نہ خطر نہ غم ز باد صرصرے

مسلمانوں خدا کی مہربانی اور عنایت سے جو رسول ہمیں ملا ہے اُس کی سیرت حسنہ پڑھو اور اُس کے اسوۂ حسنہ پر غور کرو تو تمہیں ثابت ہو جائیگا کہ ہم پر کس قسم کی نوازش ہوئی ہے اور ہمارا حصہ اس ہستیٔ عظیم الشان کی بدولت روحانیات میں کہاں تک بڑھ چڑھ کر رہا ہے۔ علامہ اقبال کے شعر ذیل پر میں اس تحریر کو ختم کرنے کی اجازت مانگتا ہوں۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ است

رحمۃ للعالمین

(از جناب مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی)

مورخین عالم اس بات پر متفق ہیں کہ ۶۰۰ء میں ربع مسکون پر تمام اخلاقی، معاشرتی، تمدنی نظامات درہم برہم اور علوم و فنون کے دفتر گاؤ خورد ہو کر بدتمیزی، بیحیائی، بے انصافی کی

ظلمتوں کا ایسا عظیم الشان طوفان اُمڈ آیا تھا کہ نسلِ انسانی کا کوئی شرف اور سعادتِ انسانی
کے حصول کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا تھا۔ رومۃ الکبریٰ کا نظامِ تمدن بہت پہلے درہم برہم ہو کر گاتھ
اور گال کے ہاتھوں یورپ میں بربادی پھیلا چکی تھی، ہن اور تاتار کے غارتگر قبائل نہ صرف ہندوستان
بلکہ روس اور ہنگری تک اودھم مچا کر انسانیت کو بہیمیت سے تبدیل کر چکے تھے۔ ایران میں مزدکیوں
نے ناموسِ ایران کو بیحیائی کی قربانگاہ پہ ذبح کر ڈالا تھا۔ اس سے بھی سیکڑوں برس پہلے مہ آبادی
و زردشتی تہذیب کے آئین و قوانین اصطخر کی آتشزدگی میں یونانیوں نے خاک سیاہ بنا دیے تھے
فرمانروایانِ یونان اور مصر کے بطلیموسی خاندان نے نہ صرف فلسطین اور ہیکلِ سلیمان کو دوبارہ برباد
کر ڈالا تھا بلکہ ہر موحد اور ہر پرستارِ الٰہی کا خون بہانے میں ان کو لذتِ بے اندازہ حاصل ہوتی تھی۔
ہندوستان میں عارف بدھ اور کرشن مہاراج کی تعلیمات کو تحریف کر کے بت پرستی اور بیہودگی کے
جواز کا ذریعہ بنالیا گیا تھا۔ زبردستوں کی تلواروں کے لئے زیردستوں کے خون میں نہانے کا مشغلہ
دنیا کے ہر حصہ میں عام اور بے گناہوں کے خون کا بے دریغ بہانا نہایت دلچسپ کام سمجھا جاتا
تھا۔ عورت کا مرتبہ اس سے زیادہ اور کچھ نہ تھا کہ وہ مردوں کی بدمستیوں کے لئے ایک سامانِ نشاط
بھی باقی انسانیت کے تمام حقوق سے اُس کو محروم کر دیا گیا تھا۔ دخترکشی۔ قماربازی، شراب نوشی
امارت و سرداری کے نشانات سمجھے جاتے تھے۔

آج سوا تیرہ سو برس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ۶۰۰ء والی دنیا نہیں ہے۔ اس موجودہ دنیا
میں بھی اگرچہ بیحیائی، بدتمیزی اور ظلم و ستم موجود ہے مگر کم از کم اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ لوگ
عیبوں کو عیب جانتے اور اُن کو خوبی کا جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یورپ والے ایشیا و
افریقہ کو محکوم و مغلوب رکھنا چاہتے اور انسانی ضروریاتِ زندگی پر غاصبانہ قبضہ جمانے میں سرگرم
نظر آتے ہیں لیکن ۶۰۰ء کے مغول و تاتار اور بربر و گاتھ کی طرح بلا عذر کمزوروں پر سامانِ ہلاکت
لے کر نہیں چڑھ جاتے بلکہ کبھی حکمداریوں، کبھی مشنریوں کی حفاظتوں، کبھی تجارتوں، کبھی قرضوں
کبھی ٹھیکوں اور کبھی پُرفریب معاہدوں کے بہانے پہنچ جاتے اور پھر ہمدرد و شفیق معلم بن کر حسبِ منشا
شکنجوں میں کھینچ لیتے ہیں۔ ایران کے مزدکیوں اور ہندوستان کے بام مارگیوں سے فرانس و
پیرس کے بیحیا عیش پسندوں کو کتنی ہی مماثلت اور مناسبت ہو مگر پھر بھی مذہبی احکام کی طرح

ان باتوں کو موجب ثواب نہیں بتایا جاتا۔ آخر کوئی چیز دنیا میں ایسی ضرور موجود ہے جس کے ذریعہ بُرائی اور بھلائی میں امتیاز کیا جا سکتا ہے اور جس کے اثر سے حکومت فرانس کی مخالفت میں آواز بلند کرنیوالی ایک فرانسیسی جماعت حقیقی یا نمایشی طور پر کھڑی ہو کر دمشق کی بربادی اور مراکش پر غاصبانہ حملہ آوری کو بُرا کہتی اور اپنی سلطنت کو مجرم ٹھہراتی ہے۔ اگر دنیا کی تہذیب اسی مقام پر ہوتی جہاں سنہ ۶۰۶ء میں تھی تو آج انگریز مصر و برار کے عارضی قبضہ کو دائمی قبضہ بنانے میں نظام دکن اور مصری قومیت پسندوں کے ساتھ ایسی پیچیدہ راہیں اختیار کرنے اور افہام و تفہیم کے مواقع عطا کرنے کی مطلق ضرورت نہ سمجھتے بلکہ بھینس پر قبضہ کرنے کے لئے صرف لاٹھی کا ہاتھ میں لے کر بلند کر دینا کافی تھا حیلوں اور بہانوں کے تراشنے کی مطلق ضرورت نہ تھی اگرچہ طاقتور کمزوروں کو شودر بنا کر رکھنے اور اپنے عیش و راحت کے لئے اُن سے گھوڑوں، گدھوں اور بیلوں کی طرح خدمات لینے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن دنیا میں کوئی ایسی طاقت ضرور موجود ہے جس کے اثر سے شودروں اور اچھوتوں کو انسانی حقوق سے متمتع کرانے اور درجۂ مساوات عطا کرنے کی کوشش کو کوئی بھی بُرا نہیں کہہ سکتا۔ شراب خانہ خراب کے ذریعہ ٹیونس کے عربی قبائل کی شجاعت اور جذبۂ آزادی کو فنا کر کے اپنا تسلط قایم کر لینا یورپ نے اگرچہ جائز سمجھا ہے مگر ٹمپرنس سوسائٹیوں کی کوششوں کو قابل ستایش قرار دینے اور ان کی ہمت افزائی کرنے سے اُس کو انکار نہیں۔ غرض ہم کو دنیا میں بھلائیوں اور برائیوں کے اندر امتیاز کرنیوالی استعداد کا ضرور اقرار کرنا پڑتا ہے جو سنہ ۶۰۶ء کی دنیا میں بکلی معدوم و مفقود تھی۔ آؤ اب اس کی تلاش و جستجو کریں کہ دنیا نے آخر اس انسانیت کو کہاں سے پایا اور دنیا کی ہر ایک قوم نے اس استعداد ترقی کو کس طرح حاصل کیا۔

ساتویں صدی عیسوی کے ابتدائی عشرہ یعنی سنہ ۶۰۹ء میں جبکہ دنیا اپنے خالق و مالک معبود کو بالکل فراموش کئے ہوئے شرک کی نجاست میں از سرتا پا آلودہ تھی آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو توحید کا علم بلند کر کے معرفت الٰہی کی روشنی سے ظلمت شرک اور تاریکی جہل کو دور کیا اور ریگستان عرب سے علم و عقل اور تہذیب و اخلاق فاضلہ کے دریا نے ہر چہار سمت بہہ کر ربع مسکون کو سیراب کر دیا۔ دنیا بھر کی تاریخوں کو پڑھ ڈالو اور خوب غور کرو کہ شام و فلسطین۔ ایشیائے کوچک۔ مصر۔ ایران، ترکستان و افغانستان و خراسان۔ فارس و بلوچستان۔ طرابلس و الجزائر و مراکو

اسپین اور ہندوستان میں جب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا قانون یعنی نظام اسلام لے کر پہنچے ہیں تو ان ملکوں کی کیا حالت تھی اور مسلمانوں کے پہنچنے کے بعد چند ہی روز میں یہ ممالک تہذیب وتمدن اور اخلاق و معاشرت میں کس اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ صرف سو برس کے بعد یعنی آٹھویں صدی کے ابتدائی عشرہ میں چین وہند سے لے کر مراقش واندلس تک اسلامی قانون نافذ الفرمان اور ساری کی ساری متمدن دنیا اسلامی سیادت کو تسلیم کر کے بدتمیزیوں حماقتوں جہالتوں بیحیائیوں ظلموں اور ظلمتوں کے نتائج بد سے آگاہ اور عقل وعدل وعلم واخلاق فاضلہ کی خوبیوں سے واقف ہو چکی تھی پس ان سوالوں کا جواب ملنا چاہیئے۔ کہ کیا عرب کی بت پرستی و جہالت اسلام نے نہیں مٹائی؟ کیا شام وفلسطین ومصر کی بداخلاقیاں مسلمانوں کے سوا کسی اور قوم نے دور کیں؟ کیا عراق وایران وترکستان وغیرہ کی بداعمالیوں اور بیحیائیوں کو مسلمانوں کے سوا کسی دوسرے نے انسانیت سے تبدیل کیا؟ کیا یورپ کی حیرت انگیز واہمہ پرستی اور جہالت پروری اسلامی درسگاہوں اور اسلامی دارالعلوم کے سوا کسی اور ذریعہ سے دور ہوئیں؟ کیا ہندوستان کی بت پرستیوں اور بدمستیوں کا زوال مسلمانوں کے سوا کسی دوسرے کا رہین منت ہے؟ اگر ان تمام سوالوں کے جواب میں اسلام اور مسلمانوں کی کارگذاریوں سے انکار کرنیوالا کوئی ہے تو ہم میدان میں اُس کا انتظار کر رہے ہیں لیکن اگر شرافت وانسانیت اور عدل وصداقت کے تقاضے سے اس بات کا سب کو اقرار ہے کہ مسلمانوں ہی نے دنیا کی اقوام وممالک کو جہالت وظلمت کے عالمگیر طوفان سے نجات دی اور اسلام ہی دنیا کے مہلک امراض کا علاج بنا تو پھر اس بات کے ثابت ہونے میں کونسا اشکال باقی رہ گیا کہ دنیا کی تہذیب وترقی یکسر نظام اسلامی ہی کی بلا شرکت غیرے رہین منت ہے اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے سب سے بڑے محسن اور رحمۃ للعالمین ہیں اور دنیا کی موجودہ بداخلاقیوں کا سبب آنحضرت صلعم کی تعلیمات سے بے توجہی کے سوا اور کچھ نہیں۔ دنیا کو مصائب سے بچانے اور نسل انسانی کو حقیقی راحت ورستگاری سے ہمکنار بنانے کا ذریعہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ لوگوں کو اسلام یعنی آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا متبع بنا دیا جائے۔

آؤ بطور انموذج اور بطور نمونہ ایک ہی بات اور سنا دیں ژندواوستا اور دساتیر کے موجودہ

اجزاء، اور زردشتی تعلیمات میں کوئی ایسا حکم اور کوئی ایسی ہدایت موجود نہیں ملتی کہ رامچندر و کرشن اور عیسیٰ و موسیٰ اور بودھ اور کنفیوشس وغیرہ کی تنقیص و تحقیر اور ان پیشوایان مذاہب کو برا کہنے یا گالی دینے سے مہ آبادیوں اور زردشتیوں کو روکا گیا ہو۔ اسی طرح ویدوں کے موجودہ تراجم اور اپنشدوں، سمرتیوں، شاستروں اور پرانوں کے ذخائر میں ہم تلاش کرتے کرتے تھک گئے لیکن انبیائے سابقین اور دوسری قوموں اور ملکوں کے پیشوایان مذاہب کی عزت و تکریم کے مدنظر رکھنے کی کوئی معقول ہدایت نہ مل سکی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ایک مذہب کے ماننے والے نے دوسرے مذہب کے پیشوا کو گالیاں دینے اور برا کہنے میں تامل نہیں کیا اور اسی لئے قوموں اور ملکوں میں عداوت و نفرت و بیگانگی کا اظہار ہوتا رہا۔ اور دنیا اس مسالمت و رواداری کو ہرگز نہ پا سکی جس کی اس کو سخت ضرورت تھی اور جس کے بغیر نسل انسانی کو شرف انسانیت اور سعادت انسانی کا حاصل کرنا سخت دشوار تھا۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ایک منفرد ہادی ایسے ہیں جنہوں نے تمام ملکوں اور تمام قوموں کے ہادیوں پیغمبروں اور رسولوں کے مراتب عالیہ کو لانفرق بین احد من رسلہ کا اعلان کر کے تسلیم کیا اور انما انت منذر و لکل قوم هاد اور و ان من امة الا خلا فیها نذیر اور و لقد ارسلنا من قبلك منهم من قصصنا علیك و منهم من لم نقصص علیك کی تبلیغ فرما کر ہر ملک اور ہر قوم کے پیشواؤں کی تکریم کا سامان مہیا کر دیا۔ یہیں تک نہیں بلکہ مسلمانوں کو و لا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم کا حکم سنا کر مشرکوں اور بت پرستوں کے بتوں کی نسبت بھی بدزبانی سے روک دیا۔ کیا کسی ہادی اور بانئ مذہب کی تعلیمات اور کسی الہامی کتاب میں اس کی نظیر تلاش کی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر بتاؤ کہ کیا یہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام رسولوں، نبیوں اور تمام انسانوں پر بہت بڑا احسان نہیں ہے؟ اور کیا آنحضرت صلعم کے رحمۃ للعالمین تسلیم کرنے میں کسی کو تامل ہو سکتا ہے؟ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و بارك وسلم

حضور رسالتمآب کی دو حیثیتیں

نیاز عبدیت و شانِ نیابت

(از جناب مولوی محمد منظور صاحب منظور الہ آبادی۔ فاضل)

بیاں کیا ہم سے ہو شانِ محمدؐ
خدا خود ہے ثنا خوانِ محمدؐ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور افعال مکرمہ کا تجزیہ کیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک عبدیت اور دوسری نیابت کی مظہر ہے

عبدیت میں آپ کی عبادات و اعمال و اعتقادات، اخلاق حمیدہ و صفاتِ مجیدہ، باہمی رواداری، ہمدردی و اخوت داخل تھی، اور نیابت الٰہی کی شان یہ تھی کہ اعلاے کلمۃ الحق تعلیم توحید، امر معروف و نہی منکر، شر و فساد کی بیخ کنی، مظالم و مکائد کا استیصال فرماتے تھے۔

رسول اکرم صلعم کی سوانح حیات پڑھئے تو باعثِ تکوین ہر دو عالم۔ رات کو قایم الصلوٰۃ نظر آتا ہے، یا دن کو اپنے محبت کرنیوالوں کے گھروں پر، محتاجوں کی خدمت کرتا ہوا دکھائی دیگا یا بیکس و ناچار عورتوں کی خبرگیری کرتے ہوئے یتیموں پر شفقت کرتے ہوئے دیکھئے گا یا غریبوں سے ہمدردی کرتے ہوئے انسان کی وہ حالت سب سے زیادہ امتحان و ابتلاء کی ہے، کہ بڑائی اور عظمت کے درجہ پر پہنچ جائے اور مغرور نہ ہو اور باوجود مقدور و جلال کے محنت اور تکلیف اٹھائے۔

رسول اللہ صلعم کی وہ پاک زندگی ملاحظہ فرمائیے جبکہ لاکھوں انسانوں کے جسم بلکہ دل حضور کے قبضۂ قدرت میں تھے۔ جبکہ آپ کا ہر ایک لفظ اُمت کے لئے قانون اور ہر ایک فعل مخلوق کے لئے ہدایت تھا، جبکہ اُن کو نہ صرف ظاہری افعال پر بیرونی قوت کے سبب سے

اختیار حاصل تھا بلکہ اُمت کے دلوں پر بھی حکومت حاصل تھی۔ جبکہ مسلمان نہ صرف اُن کی رعایا تھے، بلکہ آپ کی اطاعت کو اپنی مغفرت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ الغرض جبکہ دونوں جہان کی فلاح کی کنجی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اُس وقت آپ نے اپنے لئے کیا کیا؟ اور عبدیت کا کیسا ثبوت دیا؟ آپ نے اپنی گذر آخر وقت تک معمولی خور و نوش کے سامان پر کی، اور باوجود اسلامی فتوحات عرب پر قابض ہونے کے آپ نے اپنے لئے ایک چپہ زمین یا ایک درم بھی مرتے وقت نہ چھوڑا۔ گو تمام اُمت آپ کے اشارہ پر چلتی تھی اور آج تک چودہ سو برس سے کروڑوں انسان چل رہے ہیں لیکن آپ نے کبھی اپنی ذاتی غرض کے لئے کسی انسان پر حکومت نہیں جتائی، اور نہ صرف فرمایا بلکہ عمل کر کے دکھا دیا کہ "اَنَا عَبْدٌ مِّثْلُکُمْ" جو شخص شہنشاہوں سے بدرجہا زیادہ باعظمت اور بارعب ہو اُس کے پاس ایک بدوی آتا ہے اور ببول کے خاردار درخت پر ڈھکیل دیتا ہے لیکن وہ اُس کو معاف کر دیتا ہے اور کچھ سزا نہیں دیتا۔ ایک یہودی عورت اُس کو زہر دیتی ہے اور اُس سے کسی قسم کا انتقام نہیں لیتا جو لونڈی چاہتی ہے اُس کا ہاتھ پکڑ لیجاتی ہے اور اپنا حال کہتی ہے، وہ اُس کو سنتا ہے اور دلدہی کرتا ہے۔ یتیموں کی پرورش، مریضوں کی خدمت اور ناداروں کی دلداری کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ کفار اس پر حملے کرتے ہیں اور طرح طرح کی تکلیف پہنچاتے ہیں لیکن وہ برداشت کرتا ہے اور سخت سے سخت برتاؤ پر بھی برا نہیں مانتا۔ اگر کچھ کہتا ہے تو یہی کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ میرے پروردگار! میری قوم کو ہدایت دے وہ (میرے رتبہ کو) نہیں جانتی باوجود اس قدر بڑا کام کرنے کے اُس کا طرز نہیں کہتا کہ اُس نے کچھ کیا ہے، بلکہ اپنی نسبت کہتا ہے تو یہی کہ "اَنَا عَبْدٌ مِّثْلُکُمْ" عبدیت کو شان رسالت پر اپنی ذات کے لئے مقدم رکھتا ہے۔

لیکن یہی شخص جو ایک لونڈی سے کھنچا جاتا ہے، جس کو ایک بدوی ڈھکیل دیتا ہے جس وقت شانِ نیابت الٰہی دکھاتا ہے تو اُس کا جلال بڑے بڑے فراعنہ و جابرہ کے لئے دل ہلا دینے والا ثابت ہوتا ہے خدا کے نام کی منادی کے لئے اور شرک کی وبا اور تاریکی کو دفع کرنے کے واسطے، نہ پرانے رسوم کی پرواہ کرتا ہے نہ انسان کی ناسمجھ دل آزاری

کا خیال کرتا ہے، اور نہ کشت وخون سے اندیشہ کرتا ہے، جس نے کبھی کسی غلام کو کوئی سخت لفظ نہیں کہا، وہ قیصر روم کو یوں خط لکھتا ہے۔

"یا تو وہ ایمان لائے یا جزیہ دے، یا پھر مسلمانوں کے جہاد کا مقابلہ کرے"

وہ شخص جس نے کبھی چیونٹی کا دل نہیں دکھایا وہ صدیوں کے رسوم کی بیخکنی کے لئے تیار ہوگیا، اور اُن کے حامیوں کو خس و خاشاک کے برابر بھی تصور نہیں کیا۔ جس نے کبھی کسی سے تحکمانہ ایک لفظ نہیں کہا اُس نے انسان کی ظاہری اور باطنی زندگی کے لئے ہر ایک قسم کا قانون قرار دے کر نافذ فرمایا اور اُس پر اُن کو چلایا۔ جو شخص دولت پر کبھی نگاہ نہیں ڈالتا وہ دولت کے استعمال کے طریقے اور سوسائٹی (ہیئت اجتماعیہ) کو اُن پر چلنے کا راستہ بتاتا ہے، یہ شان تھی نیابت الٰہی کی۔

یہ غلط ہے کہ علاوہ ذات رسالتمآب صلعم کے ان امور کا کوئی جامع نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف عبدیت کا علمبردار ہے، تو دوسری طرف نیابت الٰہی کا جھنڈا اُڑا رہا ہے، قرون اولیٰ کے اکثر مسلمان انہی اخلاق نبوی و اسوۂ حسنہ کے پیرو و متبع تھے، یہی رنگ تھا جس میں سب رنگے ہوئے تھے۔ چونکہ صاحب النبوۃ کے تمام جلوے اُن کی نظروں سے گذر چکے تھے۔ اِس لئے اُنہوں نے جو کچھ دیکھا اُس پر عمل کیا، جس کا نتیجہ اُن کو یہ ملا کہ خدا نے اپنے وعدے کے مطابق دنیا کی حکومت ان کے سپرد کر دی۔

صحابہ کی شان اطاعت

حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کو لیجئے، مولانا شبلی نے الفاروق میں ایک جگہ حضرت عمر کی سیرت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اُس سے عبدیت اور نیابت الٰہی پر کافی روشنی پڑتی ہے، وہ اس قابل ہے کہ یہاں نقل کیا جائے۔

"حضرت عمرؓ کی زندگی کا ایک رُخ یہ ہے کہ روم و شام پر فوجیں بھیج رہے ہیں اور قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے معاملہ پیش ہے، خالدؓ و امیر معاویہؓ سے بازپرس ہے سعد وقاص، ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن العاص کے نام احکام جا رہے ہیں (یعنی یہ نیابت الٰہی کی

شان ہے) دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر بارہ پیوند کا کرتہ ہے۔ سر پر پھٹا سا عمامہ ہے پاؤں میں پھٹی سی جوتیاں ہیں پھر ایسی حالت میں یا تو کاندھے پر مشک لئے جا رہے ہیں کہ بیوہ عورتوں کے گھر پانی بھرنا ہے، یا مسجد کے گوشہ میں فرش خاک پر لیٹے ہیں اس لئے کہ کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں اور نیند کی جھپکی سی آگئی ہے۔ بارہا مکہ سے مدینہ تک سفر کیا لیکن خیمہ یا شامیانہ کبھی ساتھ نہ لیا جہاں ٹھہرے کسی درخت پر چادر ڈال دی اور اسی سایہ میں پڑ رہے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ اُن کا خانگی خرچ دو درہم تھا جس کے کم و بیش ۰ آٹھ آنے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ خلف ابن قیس رؤسائے عرب کے ساتھ ان سے ملنے کو گیا تو دامن چڑھائے ادھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ خلف سے کہا آؤ تم بھی میرا ساتھ دو۔ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق شامل ہے۔ ایک شخص نے کہا، امیر المومنین! آپ کیوں تکلیف اُٹھاتے ہیں کسی غلام کو حکم دیجئے وہ ڈھونڈھ لائیگا۔

فرمایا۔ "اَیُّ عَبْدٍ اَعْبَدُ مِنِّی یعنی مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہے"۔ انتہی

اللہ اکبر! حضرت عمرؓ جیسا باوقار حکمراں اور اُس کی یہ حالت!! کہ قمیص میں دس دس پیوند لگے ہیں۔ بے وارث عورتوں کے گھر جا کر اُن کی دہلیز پر بیٹھ کر اُن کے خطوط لکھ رہے ہیں۔ اونٹ کے بدن پر خود تیل مل رہے ہیں اور جب بیت المقدس گئے تو دس پیوند قمیص میں لگے تھے۔ حالت یہ تھی کہ اونٹ کی مہار تھامے پیدل داخل ہوئے۔ یہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تعلیم نبوی نے کیسا اثر حقیقی اور اصلی کیا تھا، ان کو خدا کی خوشنودی کے مقابلہ میں انسان کے سطحی اور عارضی اعتبارات ہیچ نظر آتے تھے۔

یہ وہ شخص تھا جو خالد ابن ولید جیسے فاتح، سپہ سالار کو بیکقلم عہدہ سے علیحدہ کر دیتا ہے، اور گردن میں چادر ڈال کر اپنے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیتا ہے اور فوراً اس کی تعمیل ہوتی ہے۔ یہ نمونے تھے سچے موحدوں کے، پاک بندوں اور خاص نائبان ایزدی کے انہی کی وجہ سے دین و دنیا میں مسلمانوں کے لئے آسانی ہو گئی۔

مسلمانانِ عہد حاضرہ کی حالت

لیکن آج کل کے مسلمانوں کی حالت کیا ہے؟ اس کا سطحی خاکہ مختصراً یہ ہے کہ وہ امور جن کا

مذہب سے کوئی تعلق نہیں، اُن پر جان دینا شہادت سمجھتے ہیں۔ مگر جہاں اسلام کی حقیقت مٹتی جارہی ہو، اس کے متعلق کوئی زبان تک نہیں ہلاتا۔ اس وقت مسلمان جس قدر تعلیم نبوی و اخلاق حمیدہ و اسوۂ حسنہ سے بے بہرہ ہیں اور بدعت و شرک، کفر و نفاق مظالم و معاصی میں گرفتار ہیں۔ اس کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ شر و فساد، جھوٹ فریب، دغابازی، مکاری، حرامکاری۔ غرضکہ کون سی بُرائی ہے جو ہم میں نہیں ہے پھر طرّہ یہ کہ ہم اپنے کو اُس ذات گرامی صفات سے منسوب کرتے ہیں جس کی بابت کہا گیا ہے۔

"کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنَ" اُن کا خلق قرآن ہے (حضرت عائشہ رضؓ)

جس کے اخلاق کی نسبت قرآن مجید ناطق ہے۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ تو ایک بلند اور برتر خلق پر ہے۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ اور اللہ کا فضل عظیم تجھ پر بہت ہے۔

پھر ہم کس منہ سے اپنے کو ایسی ذات سے وابستہ کریں جن کے ہم پیرو نہیں ہیں۔ ہم کو دعویٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں، لیکن ہمارے کام مسلمانوں کے نہیں۔

"یہ اسلام نہیں مٹ رہا ہے بلکہ وہ مسلمان مٹ رہے ہیں جنہوں نے اپنے کو سچے خادمانِ اسلام کے زمرے میں لکھے جانے کے قابل نہیں رکھا۔ اسلام لازوال ہے، غیر فانی ہے اسلام حقیقت الٰہی ہے جس کو زمانہ نہیں میٹ سکتا"

پس ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔ کیا مسلمانوں کی حالت ناقابلِ علاج ہے؟ نہیں! آج بھی وہی اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ ہمارے مقدس رسولؐ کے حالات زندگی محفوظ ہیں آپ کے ملفوظات و احادیث منضبط ہیں۔ قرآن حکیم ہماری رہنمائی کرنے کو تیار ہے، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تصریحات پیشِ نظر ہیں۔ پھر کیوں ہم مایوس ہوں، ہمارے مذہب میں مایوسی کفر ہے، پھر کیوں نہیں، ہاں اُمت محمدی کے جان نثارو! غلامانِ احمدی کے فدائیو! اُٹھو اور قول سے زیادہ عمل کرکے دکھاؤ۔ مسلمان کی دونوں حیثیتوں کو مطمح نظر بنالو، کفر و نفاق کی جڑ کو اپنے دلوں سے نکال کے پھینک دو، بدعت و شرک کے لئے رسم و رواج کے پابند نہ بنو، خدا کے علاوہ کسی کو مالک نہ بناؤ۔ یہ سر جھکے تو اُسی کے آگے، اسلام کے سچے ایمان لانیوالے

بنو۔ اسوۂ حسنہ کی تقلید کرو۔ رحم وکرم، صدق وصفا، جود وسخا، شجاعت وحمایت دین کی سچی مثال قایم کرو، سچائی پر جان دو، جھوٹ، فریب، دغا، حرامکاری سے بچو۔ امر معروف ونہی منکر اپنا شعار بنالو، اعلائے کلمۃ الحق کرو۔ اسلام کا ہر فرد بجائے خود ایک مشنری کی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی خاص جمعیت تک تبلیغ کو منحصر نہ سمجھو۔ مگر یہ اُسی وقت ممکن ہے جبکہ تمہارے اعمال اچھے ہوں، جبکہ ہماری حالت مسلمانوں کی سی ہو۔ یہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ یہی آپ کا اسوۂ حسنہ ہے یہی آپ کے اخلاق تھے۔

آج یوم ولادت باسعادت ہے اس کی یادگار میں کمربستہ ہوجاؤ اور قرآن کو رہنما بنا کر اپنے اخلاق واعمال درست کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ یہ دن صرف اس لئے نہیں ہے کہ محفل میلاد منعقد ہو، جس میں غیر معتبر حالات، فرضی قصے، مصنوعی معجزے بیان ہوں یا جس میں ٹھمری ٹھپہ، غزل گائی جائے بلکہ ایسی مجلسیں منعقد کی جائیں جن میں رسول اللہ صلعم کے سچے حالات معتبر روایات سے بیان ہوں۔ اِس سے بڑھ کر ہماری حیات قومی کے لئے کوئی ممد ومعاون ہو ہی نہیں سکتا۔

پس درودِ نامحدود ہو اُس ذات اقدس پر جس نے دنیا کو تاریکی وگمراہی سے نکال کر صحیح اور سیدھی راہ دکھائی۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

ولادتِ نبی اکرمؐ اور تحقیقاتِ علمیہ

یا نبی سلام علیک — یا رسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک — صلوٰۃ اللہ علیک

زمانہ کروٹیں لے کر پلٹنا چاہتا ہے۔ انقلابات کوئی اپنی طرفگیاں بوالعجبیاں دکھا کر بہتر سے

بہتر رنگ پانے اور رنگ رچانے کے لئے بیقرار ہیں۔ تغیرات دہر اس نیک صورت اور ممتاز سے ممتاز جلوہ ہائے شرف و شرافت سے خود کو نیک نام بنانا چاہتے ہیں جو شرف کائنات اور کائنات شرافت کی پہلی اور آخری یادگار ہو۔ اور اولیت و آخریت شرف و کمال کا جس پر خاتمہ ہوجائے عالم خلق کی نیرنگیاں اور نشاۃ تخلیقیہ کی رنگ آفرینیاں ایک ایسی شان ادائی و جلوہ نمائی کا متحرک و محسوس منظر و پیکر پیش کرنے کے لئے بیتاب ہیں جس کا اول نظارہ عقل و فکر کی نگاہ کو خیرہ اور فہم و ادراک انسانی کی نظر کو تیرہ کردے۔ اور پھر اپنی تابش کمال و درخشندگی جمال سے ہر آنکھ کو کحل انوار بنا دے ہر نظر کو شعاع آفتاب حقیقت کا مقابل کردے۔ جس کو دیکھ کر جہاں مشاہدہ یکتائی کا دعویٰ للکارے اور ایک پیکر عالم مثال کو بیمثالی کا مجسمہ بنا کر پکارے۔ ان الزمان قد استدار کھیئۃ یوم خلق دنیائے وجود ایجاد کی وہ جان متاع حاصل کرے جس کا انتساب و شرف بہزاراں ہزار فخر و جاہ یہ صدا بلند کرے۔ ان سید ولد آدم اور کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین اور خیر القرون قرنی۔ اور کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ و انا بعثت الی الخلق کافۃً عالم سفلی و جہان مادی کا ذرہ خاک سیارگان اجرام علویہ پر چشم نمائی کرے۔ عرش تجلیات فرش ظلمات کی طرف جھکے سوکھے جنگل کی ویران بستی اور قحط زدہ آبادی کی ہر قریب المرگ ہستی وہ جان توانائی و قوت مسیحائی پائے کہ عالم و عالمیان وادی غیر ذی زرع کو گلشن حیات و خلد کائنات سمجھنے لگیں۔ بگاڑ اور فساد کی حد سے متجاوز قوتیں اور متمردانہ سرکشی کی غیر محدود طاقتیں ایسے طرز اصلاح پر آجائیں اور وہ آئین استفلاح ظاہر کرنے لگیں کہ جہل و ضلالت کے کلیجے دہل جائیں اور قد جاءکم برھان من ربکم کا غلغلہ بلند ہوجائے یہ تمام نمائشیں اور ان نمائشوں کی تمام طاقتیں اور تابشیں جس حد پر ختم ہوتی ہیں اور جس عہد کی جلالت شان کا علم بلند کرتی ہیں وہ دنیائے تاریخ اور کائنات عظمت و شرف کا آخر دور اور اول عہد زمانۂ **ولادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم** ہے۔ وہ عہد وہ وقت وہ دن۔ وہ ساعت۔ آخر کس نشان سے متعارف اور کیسے تحقیق و تذکرہ اسے متصف ہے۔ اسی کے لئے ذیل کے منتخبات و اشارات علمیہ ملاحظہ ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کسی ایسے وقت اور دن اور ماہ میں نہ ہوا جن کو پہلے سے کوئی شرف کسی اور انتساب سے کوئی فخر مل چکا ہوتا۔ بلکہ آپ کے ظہور و ولادت نے ہی اس وقت

دن وماہ کو شرف بخشا۔

۸۸۲ء تاریخ اسکندرے ۲۲ نیسان مطابق ۵۷۱ء ماہ ربیع الاول پیر کا دن صبح صادق ظہور ولادت کی ساعت ہے۔ سریانی مہینہ نیسان ہمیشہ اپریل کے مطابق ہوتا ہے۔ گویا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء جبکہ مریخ کا اقتران زحل کے ساتھ برج عقرب میں ہو چکا تھا کیونکہ باتفاق علمائے ہیئت اول (ابتدا) اپریل ۵۷۱ء میں مشتری ۵ ۲۱۵ برج عقرب سے تھی اور زحل ۵ ۲۱ میں برج عقرب سے تھا۔ اور ان دونوں سیاروں کی حرکت قہقری تھی اور یہ لازمی ہے کہ یہ قران ۲۹ یا ۳۰ مارچ ۵۷۱ء میں ہوا۔ اسی قران کو مشرق کے علمائے ہیئت قران ملۃ الاسلام یا قران الملۃ کہتے ہیں۔

اندلسی لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ یہ ۸۸۲ء اسکندری تھا اس سنہ میں ولادت سے قبل قریب قریب برج عقرب میں زحل و مشتری کا قران تھا۔ اس تقدیر پر بھی ولادت کا سنہ عیسوی ۵۷۱ء ہوتا ہے۔

محمود پاشا فلکی نے پیر کے دن ۹۔ ربیع الاول مطابق ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء ولادت لکھی ہے۔

ابن الاثیر مختصر التواریخ میں لکھتے ہیں۔ نوشیرواں جس سال مرا ہے حضور پاک کی عمر ۸ یا ۹ سال کی تھی اور صاحب تحقیق التواریخ کا قول ہے کہ نوشیرواں ۵۷۹ء میں مرا ہے اس سے بھی ۵۷۱ء میں آپ کی ولادت ثابت ہوتی ہے۔ دو چار دن کا جو اختلاف تاریخ ولادت میں ہے یہ ایک نازک وبلیغ مسئلہ ہے جس کو تاریخ یعقوبی میں مبسوط ولطیف بیان کے ساتھ بتایا ہے کہ قران عقرب کے حساب میں منجمین واہل ہیئت درجات ودقیقے شمار کرتے ہیں اس پر نظر بصیرت کی ضرورت ہے۔

بہرحال پیر کے دن ۱۲۔ ربیع الاول صبح صادق کا وقت ساعت ولادت ہے حضرت قتادہؓ کی روایت میں ہے کہ پیر کے دن کے متعلق حضور نے اپنی ولادت کا شرف ظاہر فرمایا صبح صادق کا وقت حضرت عبدالمطلب کے قول سے عیاں ہے۔ ولد لی اللیلۃ مولود مع الصبح۔ ۱۲۔ ربیع الاول تاریخ کے متعلق سعد ابن مسیب سے مروی ہے اور یہی مجمع علیہ اقوال ہیں۔

بعض جدید سیرت نگار ومحقق مورخین جو وقت وتاریخ ویوم میں اختلاف فرماتے ہیں وہ

غور فرمائیں اور مسلمان اسی ماہ میں اسی وقت پر جشنِ عید میلاد منائیں اور منشائے ظہور و ولادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی تبلیغ توحید و اشاعت اسلام کا جشن ولادت کے موقع پر خاص اہتمام ولحاظ کریں کہ اصل جشن ولادت یہی ہے۔ اور منشائے ظہور و بعثت و داعیہ تشریف آوری کو فراموش نہ کیا جائے خصوصیت سے آج کل جبکہ سنگٹھن کے بگل اور شدھی کے گھڑیال مسلمانوں کو مٹنے کے لئے غل مچا رہے ہیں۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ دین حق کو زندہ اور اشاعتِ اسلام و تبلیغ دین کو کامل کرے۔ انشاء اللہ۔ (مولانا) عبدالماجد قادری (بدایونی)

میرے حضور کی کہانی

غیروں کی زبانی

(از جناب مولانا عبدالحکیم صاحب حسینی خاص نامہ نگار مدینہ)

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

خدائے قادر و توانا نے حقانیت و صداقت میں یہ طاقت و قوت ودیعت فرمائی ہے کہ وہ اپنے مخالفوں سے بھی اعتراف کرا لیتی ہے۔ گویہ راستی پر مبنی ہے کہ ہر منصف مزاج اور سلیم العقل انسان ہمیشہ سچ کو سچ ہی کہے گا لیکن سچی اور حقیقی تعریف وہی ہے جو کسی غیر جانبدار کی زبان سے نکلے کسی معتقد کی توصیف و ثنا خوانی خوش اعتقادی پر محمول کی جا سکتی ہے لیکن بے تعلق اور بے لوث آواز وہ ہے جو مختلف العقائد محققین کی طرف سے بلند کیجائے ہم ذیل میں بطور مشتے نمونہ از خروارے نامور مستشرقین کی محققانہ اور منصفانہ رائیں ہدیۂ ناظرین کرام کرتے ہیں۔ جو دیگر مذاہب کے نام لیوا ہیں تاکہ صدق و کذب کی کسوٹی پر پرکھنے میں سہولت اور آسانی ہو۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

ڈاکٹر زویمر اڈیٹر رسالہ مسلم ورلڈ:۔ "اسلام ایک زندہ مذہب ہے"۔

مسٹر ڈی رائٹ مشہور مضمون نگار انگلستان:۔ "محمد صرف اپنی ذات اور قوم کے

لئے ہی نہیں بلکہ دنیائے ارضی کے لئے ابر رحمت تھا۔ آپ نے مدتوں مساعدت کا سلسلہ جاری رکھا اور سر توڑ کوشش کی کہ ذات پات کا تفرقہ مٹ جائے اور یہی سبب ہے کہ آج اسلام کے اندر ذات، نسل اور قوم کے امتیاز کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ دشمنان احمد صلعم باوجود تعصب میں اندھے ہونے کے اس کے اقرار پر پابہ زنجیر ہیں کہ اُس نے اپنے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں ہے جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقہ سے انجام دیا ہے جیسا کہ محمدؐ اپنے فرائض کو پایۂ تکمیل تک بوجوہ احسن بجالایا ہے

(اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مورخہ فروری ۱۹۲۰ء)

عیسائیت اور اسلام

شیوع مذہب کے لحاظ سے دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر اسلام کو بالمقابل عیسائی مذہب کے زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔ عیسائی مذہب کے مقابلہ میں مذہب اسلام بت پرستوں ہی نے زیادہ قبول نہیں کیا بلکہ ممالک سے خاص عیسائی مذہب فی الواقع اُٹھتا جاتا ہے اسلام نشیب کے پانی کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔ مغربی تہذیب ہندو دھرم کو جڑ سے اکھاڑ کر مذہب اسلام کے واسطے راستہ صاف کر رہی ہے اسلام بہ نسبت عیسائی مذہب کے تہذیب پھیلانے میں زیادہ محتاط پرہیزگار اور اشرف ہے۔ اسلامی تہذیب کی اشاعت کے اعتبار سے یہ مذہب ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اسلام میں باہمی مساوات کا برتاؤ ہوتا ہے۔ تمام مسلمان ہر صحبت میں یکساں سمجھے جاتے ہیں یہ اسلام میں ایک ایسی چاشنی ہے جسے دیکھ کر منہ میں پانی بھر آتا ہے جو شخص مسلمان ہوتا ہے خواہ وہ فرد کیسے ہی ادنیٰ طبقہ کا کیوں نہ ہو فوراً جماعت میں داخل ہو جاتا ہے اور بھائی بھائی بن جاتا ہے۔

اہل اسلام کے اخلاق عیسائیوں کے اخلاق سے بہتر ہیں۔ اسلام نے ایسی ایسی نظیریں پیش کی ہیں جن کی اگر ہم تقلید کریں تو ہمارے لئے بہتری ہے۔ مذہب اسلام نے عربی کی عام تعلیم سے دنیا میں تہذیب وشائستگی پھیلانے کی ایک ایجنسی قایم کر رکھی ہے جو دوسرے مذاہب

کونصیب نہیں ہے۔ (کینن۔ ایزک ٹیلر۔ فاضل وعالم پادری مسیحی)

لفٹننٹ کرنل سائکس ۔حضرت محمدؐ صاحب کے خیالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص اُن کی اولوالعزمی، اخلاقی جرأت نہایت خلوص نیت، سادگی اور رحم وکرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر انہی صفات کے ساتھ استقلال عزم اور حق پسندی ومعاملہ فہمی کی قابلیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ یقینی بات ہے کہ آپ نے اپنی سادگی لطف وکرم اور اخلاق کو بلا خیال مرتبہ قائم رکھا۔ اس کے علاوہ شروع سے آخر تک وہ اپنے آپ کو ایک معمولی پیغمبر بتلاتے رہے۔ حالانکہ وہ اس سے زیادہ دعوے کر کے اس میں کامیاب ہو سکتے تھے۔

بشپ اوف لاگوس (نائجیریا) رسالہ ولایئ۔ ایسٹ اینڈ ویسٹ۔

مہذب انسانوں کے دلوں میں اگر کوئی چیز گھر کر رہی ہے تو وہ اسلام کی پاک تعلیم ہے اور یہ اس بات کی عملی شہادت ہے کہ اسلام کی فتح آج تلوار کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ سے ہو سکتی ہے۔ اسلام فی الحقیقت شرک اور بت پرستی کے مذہب سے بہت بلند تر حیثیت رکھتا ہے۔

ڈی۔ اس۔ مارگولیوتھ مشہور انگریزی مصنف۔

آپ کی (حضرت محمد صلعم) دردمندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ جانوروں پر بھی ظلم وستم توڑنے کو سخت بُرا کہا ہے۔

مسٹر ای۔ اے۔ فریمین ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت محمدؐ بڑے پکے راست باز اور سچے ریفارمر تھے۔ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ہرگز اپنے مقدس مشن میں آخر تک مستقل اور ثابت قدم نہ رہ سکتے بلکہ وہ ڈگمگا جاتے اور اُن کو لغزش ہو جاتی

مسٹر سیل :۔ میں نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا جس سے حضرت محمدؐ صاحب کے دعوئے رسالت میں شبہ ہو سکے یا اُن کی مقدس ذات پر مکر وفریب کا الزام لگایا جا سکے۔

ڈاکٹر جی۔ ویل ۔ بے شک حضرت محمدؐ صاحب نے گمراہوں کے لئے ایک بہترین

راہ ہدایت قائم کی اور یقیناً آپؐ کی زندگی نہایت پاک اور صاف تھی۔ آپؐ کا لباس اور آپؐ کی غذا نہایت سادہ ہوتی تھی۔ آپؐ کے مزاج میں بالکل تکنت نہ تھی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے متبعین کو تعظیم و تکریم کے رسمی آداب سے منع فرماتے تھے۔ آپؐ نے اپنے غلام سے کبھی وہ خدمت نہ لی جس کو آپؐ خود کر سکتے تھے۔ آپؐ بازار جا کر خود ضرورت کی چیزیں خریدتے۔ اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے خود بکریوں کا دودھ نکالتے اور ہر وقت ہر شخص سے ملنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ آپؐ بیماروں کی عیادت کرتے تھے اور ہر شخص سے مہربانی کا برتاؤ فرماتے تھے۔ آپؐ کی خوش اخلاقی فیاضی اور تحمل کی محدود نہ تھی غرض آپؐ قوم کی اصلاح کی فکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ آپؐ کے پاس بیشمار تحائف آتے تھے لیکن بوقت وفات آپؐ نے صرف چند معمولی چیزیں چھوڑیں اور ان کو بھی مسلمانوں کا حق سمجھتے تھے۔

عمانوئیل ڈی۔ اس محقق اسرائیلی۔ (کوارٹرلی ریویو جلد ۱۲۷ نمبر ۲۵۴) بہ عنوان "اسلام"

ہم اس عجیب کتاب کی ماہیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس کی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہان سے بڑا جہان اور روم کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کر لی اور جس قدر زمانہ کہ روم کو فتوحات حاصل کرنے میں لگا تھا اس کا دسواں حصہ بھی ان کو نہ لگا۔ ایسی کتاب جس کی اعانت سے جملہ بنی آدم میں صرف عرب لوگ ہی بحیثیت سلاطین یورپ میں آتے تھے۔ جہاں کہ اہل فینیقیہ تاجروں کی حیثیت سے اور یہود پناہ گیروں کی طرح آئے تھے۔ یہی لوگ معہ ان پناہ گیروں کے (قرآن کریم کی مدد سے) یورپ کو انسانیت کی روشنی دکھانے کے واسطے نمودار ہوئے تھے یہی لوگ جبکہ تاریکی محیط ہو رہی تھی یونان کی مردہ عقل اور علم کو زندہ کرنے اہل مغرب اور اہل مشرق کو فلسفہ، طب، ہیئت اور نظم لکھنے کا خوشنما اور دلچسپ فن سکھانے کے لئے آئے۔ اور علوم جدید کے بانی مبانی ہوئے

مورد الطاف مصنفہ کارلائل عربی فاضل انگلستان۔ بزبان لاطینی۔

جو سخت و کرخت پیغام پیغمبر اسلام نے دنیا کو دیا بہرحال وہ ایک سچا و حقیقی پیغام تھا اگرچہ وہ ایک غیر مرتب کلام ہے مگر اس کا مخرج وہی ہستی ہے جس کی تھاہ کسی کو نہیں ملی۔

اتھارٹی ان ریلیجن۔ صفحہ ۱۷۔ مصنفہ مسٹر جے۔ اے کیلی۔

محمدؐ اسی شاہراہ پر گامزن ہوئے اور میدان عمل میں پہلے قدم پر آپؐ نے بھی یہ سرود عارفانہ بلند کیا ہوگا کہ میرے آنسو میری خوراک ہیں۔ بالخصوص اس وقت جبکہ لوگ باصرار مجھ سے کہتے ہیں کہ تیرا خدا کون ہے

عربستان کی حالت زار آنؐ کے لئے ناقابل برداشت بوجھ کی طرح آزاردہ تھی۔ اس کی سیاسی تقسیم۔ اس کی بے آئینی۔ اس کی بت پرستی اور طرح طرح کی دوسری جگر شگاف باتیں تکلیف مالایطاق تھیں۔ انؐ کا آبائی مذہب بھی تسکین دل سے قاصر تھا۔ اور مطلقاً اس قابل نہیں تھا کہ ایسی ہستی کا پتہ دے سکے جو بالکل غیر مرئی اور نامعلوم ہے۔ اس باطنی اور ظاہری تکلیف کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپؐ تنہا رہ کر شب بیداری اور مجاہدات کرنے لگے۔ اور خدا کے حضور میں گریہ وزاری کرنے میں مشغول ہوئے۔ آخر کار یہ درد و محن الہام الٰہی کے نزول کا باعث ٹھہرا۔ ہاں وہ الہام ربّانی جو حقایق روحانی کا انعکاس وانکشاف کرنیوالا ہوتا ہے اور جب یہ کیفیت پیدا ہوگئی تو پھر کیا تھا۔ یہ کہ محمدؐ ایک نبی تھے جو دنیائے جہان کو دعوت حق دینے کے لئے مبعوث ہوئے اور نبی بھی ایسے نبی کہ ہستی باری تعالیٰ کی پُرنور وحدانیت کی ایک بشارت تھے۔

قرآن کے احکام اس قدر مطابق عقل وحکمت واقع ہوئے ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرسکتا ہے۔ شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا)

میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے۔ یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو عمدگیاں ہوسکتی ہیں اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کی توصیف صرف اسی سے ہوسکتی ہے۔ (کارلائل)

ہندوستانی مذاہب اور اسلام

گرو بابا نانک:-

توریت، زبور، انجیل ترے سن ڈیٹھے وید ٭ رہے قرآن کتاب کل جگ میں پرواد

مطلب :- توریت ، زبور ، انجیل کو ہم نے بغور دیکھا اور ویدوں کو بھی۔ مگر دنیا کے لئے جو کتاب ہدایت کامل کا موجب ہو سکتی ہے وہ قرآن شریف ہے ۔ (جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۴۲ سطر۴)

تئے حرف قرآن دے تئے سپارے کین   تس وچ پند نصیحیاں سُن سن کر یقین

جنم ساکھی کلاں بھائی بالا ۔ نوشتہ شری گورو انگد جی ص۲۲۲

مطلب :- عربی کے حروف تہجی تیس ہیں اور قرآن شریف کے بھی تیس سپارے ہیں۔ قرآن کریم لاانتہا نصیحتوں کا مجموعہ ہے۔ سنو اور یقین کرو یعنی ایمان لے آؤ۔

رہے کتاب ایمان دی سچ کتاب قرآن

(جنم ساکھی بھالائی بالا ص۱۴۹)

مطلب :- اگر کوئی ایمان کی کتاب ہے تو وہ قرآن شریف ہے۔

سردار پریتم سنگھ (سکھ) میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات کو نہیں مان سکتا ہوں کہ جو نبی کہہ رہا ہو کچھ اور اور اُس کے دل میں کچھ اور ہو پھر وہ اپنی تمام قوت کے ساتھ اس امر کا اعلان کرے کہ میں محمدؐ خدا کا رسول ہوں مگر وہ اپنے کام میں ثابت قدم رہے اور آخر کار کامیاب ہو کر دم لے۔ کیا کوئی یقین دلا سکتا ہے کہ تیس کروڑ (بلکہ چالیس کروڑ) مسلمان جو آج قرآن مجید کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اس سے پہلے آنحضرتؐ پر سچا ایمان رکھتے تھے وہ تمام لوگ ایسے تھے جنہوں نے ایک جھوٹی بات پر اپنے ایمان کو جما یا۔ آپ کے احکام پر ایک دنیا اپنا سر جھکاتی ہے۔ گذشتہ تیرہ سو سال سے مومنین ہر روز کم از کم پانچ بار محمدؐ رسول اللہ کا نام مبارک اپنی زبانوں پر جاری رکھتے ہیں۔ کوئی مجھے بتائے کہ یہ طاقت کہاں سے آئی۔ کیا یہ الٰہی طاقت نہیں ہے ؛

شری راج وید پنڈت گدادھر پرشاد شرما رئیس اعظم الہ آباد۔

میں ایک راسخ العقیدت ہندو ہوں۔ لیکن میں نے ہندو عیسائی اور اسلامی مذاہب کے بانیوں کے حالات زندگی کو اپنی بہترین توجہ کا خراج دیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام دنیا کا بہترین مذہب ہے اور میں ببانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ میری رائے میں اگر کسی

مذہب کو اخوت باہمی اخلاق و تہذیب اور اتحاد کی دولت فراوانی اور کثرت کے ساتھ عطا کی گئی ہو تو وہ مذاہب کا سردار اسلام ہے۔ اسلام کی فیاضی۔ اور کشادہ دلی اس کا امتیازی نشان ہے۔ وہ بلحاظ اس بات کے کہ کوئی امیر ہے یا غریب سب کو اپنی شفیق آغوش میں پناہ دیتا ہے۔ اس کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ ہر خیال اور رنگ کے انسان اس کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اچھوت پن کی لعنت کو دور کرنے کی طاقت اسلام اور صرف اسلام میں ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی اور مذہب اس لعنت کے دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوصاف حسنہ کے مجسمہ تھے۔ مسلمان فطرۃً روحانیت پسند واقع ہوئے ہیں۔ انہیں تہذیب و اخلاق سے خاص لگاؤ ہے۔ بخلاف ازیں ہندو مادی ترقی کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں .... ان کی تمام خصلتیں نمائشی ہیں اور میری یہ پیشین گوئی ہے کہ اگر ہندو سوسائٹی کا یہی طرز عمل رہا تو ہندو قوم دو صدیوں کے اندر صفحہ ہستی سے محو ہو جائیگی اور بنی نوع انسان کا بیشتر حصہ دین الفطرۃ کا پیرو ہو جائیگا۔ میری دلی خواہش ہے کہ خداوند کریم میری پیشین گوئی کو پورا کرے اور دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لاکر نوع انسان کی تمام تکالیف دور کرے۔

مہاتما گاندھی جی ۔ نامور فرزند و مسیحائے ہند:۔

"اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ فطرتِ انسانی کے مطابق ہے"۔

بلبل ہند صدر آل انڈیا نیشنل کانگرس مسز سروجنی نیڈو صاحبہ:۔

"دنیا کا آیندہ مذہب اسلام ہوگا"۔

ڈاکٹر کے ایس سیتا رام۔ ایم اے پی ایچ ڈی

دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔ اسلام نے ایشیائی تہذیب کی شمع کو بلند رکھا۔ عیسائی زیادہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مسلمان استادوں کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ سکھ مذہب جس کے بانی بابا نانک اور گورو گوبند سنگھ ہیں۔ اور بنگال کا فرقہ ستیارا بانا اسلام ہی کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا۔ تمام دنیا کا مسئلہ صرف اس صورت میں حل ہو سکتا ہے کہ قوموں کے افراد اس کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کریں۔

مسز اینی بیسنٹ مشہور لکچرار:۔

آنحضرت صلعم خود لکھے پڑھے نہ تھے۔ اور علم کا مفہوم جو دنیا سمجھتی ہے اس اعتبار سے وہ عالم نہ تھے۔ آپؐ نے خود کو بار بار اُمی کہا ہے اور آپؐ کے متبعین قرآن کریم کو ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ تسلیم کرتے ہیں۔ جن سے آپؐ کا دعویٰ رسالت بھی صحیح ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب نہایت اعلیٰ زبان میں ہے۔

محترم لبرل لیڈر پنڈت کشن پرشاد صاحب کول

اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ جس کے بیان کردہ قوانین کی پابندی کرنے کے لئے اشد ترین مخالفین بھی مجبور ہو رہے ہیں۔

ملک الشعرا سر رابندر ناتھ ٹیگور۔

وہ وقت دور نہیں جب کہ اسلام اپنی ناقابل انکار صداقت اور روحانیت کے ذریعہ سب کو اپنے اندر جذب کر لیگا۔ وہ زمانہ عنقریب آنیوالا ہے جبکہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آجائیگا۔ اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ ممکن ہے کہ ہندو مت گذشتہ زمانہ میں ایک زندہ مذہب رہ چکا ہو اور ہندوستان کے باشندے جبراً اسلام میں داخل کئے گئے ہوں مگر کون کہہ سکتا ہے اور اس میں کس کو شک ہے کہ مسلمان ہندوستان کو فتح کرتیں اور اس کو اپنے قبضہ اقتدار میں لے آئیں تو اس میں ہندوستان کی بہتری ہوگی اور یہ امر اس کے لئے باعث فلاح و بہبود ہوگا۔

سوامی شردھانند جی بانی تحریک شدھی

میں "لا الٰہ الا اللہ" کا قائل ہوں اور وہابی بھی اس کے قائل ہیں۔ اس کی بنا پر میں بھی وہابی مسلمان ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب

سر پی سی۔ رائے۔ سابق پروفیسر علم کیمیا۔ پریسیڈنسی کالج کلکتہ

اسلام نہایت ہی مکمل سلسلہ انسانی مساوات کا ہے۔ یہ امیر اور فقیر اور گورے اور کالے کو یکساں مساوات اور سینہ سے لگاتا ہے۔ اور جب تک ہم ہندو چھوت چھات دور نہ کریں گے یہ درجہ حاصل نہیں کرینگے۔ اس رسم مذموم نے (بچہ کشی) باوجود حکمائے یونان کی موجودگی اور تعلیم

کی سایہ افگنی کے دنیائے ارضی پر اپنا سکہ جمائے رکھا لیکن اس کا فقدان اسلام کے فیوض و برکات کا رہین منت ہے۔ چونکہ اس رواج قبیح کا اس قوم میں نام و نشان نہیں ہے جہاں اسلام نے گھر کیا ہے۔ (رپورٹ مردم شماری ۱۹۲۱ء بہ عنوان بچہ کشی)

اسلام ان سب سے (ہندو پارسی اور زرتشت) زیادہ زندہ مذہب ہے

(رپورٹ مردم شماری ۱۹۲۱ء۔ مرتبہ ایس مکرجی۔ سپرنٹنڈنٹ مردم شماری)

ہمارا نبی

زمانہ برسوں نہیں بلکہ صدیوں کے قدم مارتا ہوا خواہ کتنی ہی مسافت طے کر جائے لیکن جو مہتم بالشان واقعہ جس خاص موقع پر ظہور پذیر ہو چکا ہو، اس کی یاد دلوں سے محو نہیں کر سکتا۔ ماہ میلاد النبی ؐ کے لیالی و ایام اسی قبیل سے ہیں کہ اس ماہ مقدس کا چاند نظر آتے ہی ایک محیر العقول واقعہ کی یاد قلب مسلم میں موجیں مارنے لگتی ہے اور ساتھ ہی واقعات کی بولتی چالتی تصویریں اس طرح نظر کے سامنے آجاتی ہیں گویا ابھی ابھی اس جلسہ کے صدر و ارکان اپنے گراں بہا فرائض اور شاندار کارناموں سے فرصت پا کر ہمارے پہنچنے سے اتنی ہی دیر قبل، جلسہ گاہ سے تشریف لے گئے ہیں کہ جن کے نقش قدم جوں کے توں تازہ ہیں اور ہمیں صاف نظر آتے ہیں اس واقعہ کی اہمیت معلوم کرنا ہو تو تھوڑی دیر کے لئے تواریخ کی سیر کیجئے اور ان صفحات کو غور سے پڑھیے جبکہ ظلمتکدۂ عالم کے باشندے غفلت و جمود کی نیند میں دنیا و ما فیہا سے بے خبر پڑے فلاکت و ادبار کی کروٹیں بدل رہے ہیں۔ عباد اللہ کی صورتیں اس درجہ مسخ ہو چکیں کہ پہچاننا مشکل ہے۔ عبد و معبود کے تعلقات، ان کی خواہشات پر موقوف ہیں، تمدن و معاشرت کا دفتر گاؤ خورد ہو چکا۔ خطۂ عرب میں آئے دن جنگ و جدل، قتل و غارت کی گرم بازاری ہے۔ جوا اور شراب جزو زندگی۔ مدتیں گذریں کہ شائستگی کا لبادہ وبال دوش سمجھ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا گیا۔ اب تو شان یہی کی یہ کیفیت ہے کہ معمولی سی بات پر محض دل لگی اور اظہار تفاخر کے جوش میں جب چاہا کمریں کس کر آندھی اور طوفان کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور قبیلے کے

قبیلے صاف کر بیٹھے۔ غرضکہ ہمدردی سے قطعاً ناآشنا حق و باطل اور حلال و حرام کے امتیاز سے کوسوں دور۔ گویا بہائم ہیں کہ انوکھے رسم و رواج کی بھیانک تاریکی میں زندگی گذار رہے ہیں دفعتاً ایک مفتخر ہستی بدر کامل کی طرح فاران کی چوٹیوں سے طلوع فرما کر عالم کو بقعہ نور بنا دیتی ہے دنیا کا ایک سچا ریفارمر ہے کہ منم "نور السموات والارض" کا نعرہ بلند کر کے اس غلط کردہ راہ گلہ کو روشنی میں لاتا ہے۔ ایک معالج ہے کہ جاں طلب مریض کی روحانی و جسمانی بیماری کو مٹا کر اسے آبحیات پلا دیتا ہے۔ یکلی پوش آقا ہے کہ اس بھولے بھٹکے طبقہ کو شفقت و خلوص کے آغوش میں لے کر بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہوئے حقانیت کی تعلیم سے بچھڑے ہوئے بندوں کا رشتہ خدا سے جوڑتا ہے تمدن و معاشرت کے باب قائم ہوتے ہیں۔ اخوت و مساوات کی زریں تعلیم ایک کو دوسرے سے گلے ملنے کا موقع دیتی ہے۔ تعلیم کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس "ہادی برحق" کی سعی مشکور دیکھتے ہی دیکھتے ان ہی لوگوں کے اندر صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ جیسی جلیل القدر ہستیاں پیدا کر دیتی ہے جس ہادی کے فیض صحبت سے غنیؓ با حیا اور حیدر کرارؓ جیسی مقتدر شخصیتیں فیضیاب ہو کر کوس لمن الملک بجانے میں کامیاب ہوں۔ غرضکہ تھوڑے ہی عرصہ میں حبل اللہ کی لڑی کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک ہی لڑی میں پرو کر عالم کی کایا پلٹ دینے والا اور چار دانگ عالم میں اپنی حقانیت کا خطبہ و سکہ جاری کر دینے والا کون ؟

ہمارا نبی

تخلیق انسانی کی تکمیل کی سرگذشت سنئے۔ جب حضرت انسان نے عالم ایجاد میں آکر وقتاً فوقتاً حصول ضروریات کے ساتھ ہی ساتھ اصلاح حالت کی منزلیں طے کرنا شروع کیں اور اسی سلسلہ میں قدرت کے اس متحرک پتلے نے اپنے آپ پر نظر ڈال کر خود کے نقص و کمال کا مطالعہ کیا تو اُسے معلوم ہوا کہ ابھی مجھ میں بہت سے نقص ہیں ان کو دور کرتے "انسانیت کی تکمیل" کرنا میرے لئے سب سے مقدم اور نہایت ہی ضروری امر ہے۔ چنانچہ گوہر مقصود کی تلاش میں کمر ہمت چست باندھ کر توکلت علی اللہ چل کھڑا ہوا اور سیدھا حضرت نوح علیہ السلام کے آستانہ پر پہنچا دیکھتا ہے کہ یہ مقدس بزرگ اپنی ساڑھے نو سو سال کی طویل جانکاہی اکارت جاتے دیکھ کر نہایت دردمندانہ لہجہ میں فرماتے ہیں کہ "رب لا تذر علی الارض

من الکافرین دیاراً یہ دردناک بددعا سنتے ہی لرزتا ہوا بے نیل ومرام واپس آتا ہے۔ اسی طرح مدتیں گذر جانے کے بعد تلاش وجستجو کی دبی ہوئی چنگاریاں پھر چمکتی ہیں اور یہ دربار سلیمانی میں باریاب ہوتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ یہاں جاہ وحشم اور فرمانروائی کے طمطراق نہایت شاندار ہیں جن وانس کے علاوہ مور ومار آب وہوا سبھی کو اپنے فرمانروا کا مطیع پایا لیکن "تجارت" کے اصول یہاں بھی دستیاب نہ ہوئے بارگاہِ خلیل میں توحید باری عشق مولا اطاعت ربّی کے عدیم المثال نظارے کئے مگر "ملازمت" کے آئین کا یہاں بھی سبق نہ ملا۔ دربار موسوی میں عفو ودرگذر کے ورق کورے نظر آئے۔ تلاش مسیح میں برسوں جنگلوں کی خاک چھاننے پر صرف تین سال کفش برداری کی سعادت میسر آتی ہے مگر علائق دنیا اور اہل وعیال کے جھگڑوں کا یہاں دخل نہیں۔ اتفاق سے ایسے دربار میں رسائی ہوتی ہے کہ جہاں تسخیر ممالک کے ساتھ ہی ساتھ فقر وفاقہ کے نکات بھی حل ہوتے ہیں۔ فتوحات کی پے درپے خبریں آرہی ہیں اور وہ فرمانروا پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہے عشق مولا میں ارنی اور لن ترانی کی قید سے آزاد مگر علائق دنیا اور ازدواج کے تعلقات بھی ساتھ ہی ہیں۔ عفو ودرگذر کا یہ عالم کہ مخالف سے مخالف اور بد سے بدتر دشمن کے لئے بھی زبان سے دعائے خیر وہدایت اور معاملات میں حسن سلوک کا برتاؤ موجود ہے۔ غرضکہ کہاں تک گنیے۔ انتہا تو یہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں پر ذاتی تجربات کی بنا پر حاوی حتیٰ کہ تجارت کے نشیب وفراز کا تجربہ ملازمت کے آئین میں ایک زبردست "امین" فنتظم، خاتمہ کلام یہ ہے کہ آج دنیا کے سوانح حیات اٹھا کر دیکھئے ایسی ایک بھی شخصیت نظر نہیں آتی کہ جس کی زندگی کی معمولی سی حرکات و سکنات بھی جو بجائے خود ایک سبق آموز دفتر ہے اس اہتمام کے ساتھ ضبط تحریر میں آئی ہو اس طرح انسانی زندگی کی دینی ودنیوی تمام منزلوں کو بآسانی طے کرواکے بدرجہ اتم "انسانیت کی تکمیل" کردینے والا

ہمارا نبی

ملک کی ہونہار پود جس کی پیشانی پر فلکِ کج رفتار نے یتیمی کا داغ دے کر دربدر کردیا ہے پریشان ہے کہ کوئی شفیق والی ملے۔ بیواؤں کا دائرہ زمانہ نے صرف اتنے ہی جرم

پر کہ یہ بیوہ کیوں ہیں؟ اتنا تنگ کر دیا تھا کہ خدا کی زمین پر انسان حیوان۔ اینٹ پتھر سبھی کے لئے جگہ تھی اگر نہ تھی تو صرف بیوہ کے لئے یہ صنف نازک کا مظلوم طبقہ اپنی کس مپرسی حالت پر آٹھ آٹھ آنسو رونے کے لئے وقف ہو چکا تھا لے دے کے اس طبقہ کے دل میں اگر کچھ آرزو تھی تو صرف یہی کہ الٰہی موت دے ورنہ ہمارے آنسو پونچھنے کی کوئی سبیل جلد پیدا ہو ضعیف اور ناتواں ٹھوکریں کھاتے ہیں کہ سہارا نہیں شکستہ خاطر اور درماندہ لوگ دھارس کے متمنی ہیں غلام آزادوں کی دنیا میں سانس تک لینے کو ترستے ہیں۔ ان سب کی زندگی کو خوش آیند بنا کر سب کی دستگیری فرماتے ہوئے ان کے لئے کامرانی کا ایک سرسبز باغ سجا دینے والا اور دنیا کے ایسے نامراد لوگ کہ جن کی امیدوں پر اوس کا پانی پڑ چکا ہو۔ ان کو بامراد اور کامیاب بنا کر شاہد مقصد سے ہم آغوش کر دینے والا بھی اگر کوئی ہے تو صرف ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(منشی غلام فرید۔ احمد آباد گجرات)

صل علیٰ محمد

ہادی دین ہدیٰ کا دشمنوں سے سلوک

(از جناب خدیجہ بیگم صاحبہ بی اے آنرز منشی فاضل گولڈ میڈلسٹ)

یوں تو اس مقدس ہستی کی زندگی کا ہر ایک شعبہ وہ اہمیت رکھتا ہے کہ اس کی منقبت میں صفحے کے صفحے رنگین کئے جائیں اس کے اخلاق حسنہ کی تمہید میں سعی مجسم بنجائیں اور ہنوز اکملیت سے بے نصیب۔ لیکن خیر الوریٰ کا اپنے بدخواہوں اور دشمنانِ جانی سے لطف و کرم سے پیش آنا اور ان کو آماجگاہ محبت و مودت بنانا ایسا وصف ہے جس کی ندرت تا ابد عمومیت سے مبرا رہیگی۔ آنحضرتؐ کی سوانحمری ایسی مسائل باہرہ سے مملو و مشحون ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان ہی قابل تحسین شمائل و خصائل نے بڑی بڑی متکبر گردنوں کو جبینِ

نیاز جھکانے پر مجبور کیا۔ کیسے کیسے سنگدل۔ منکرانِ دین۔ دشمنان توحید جو رسول اللہ کے خون کے پیاسے تھے اور محض فرقِ مبارک کو تنِ مقدس سے جُدا کرنے کے لئے حاضرِ حضور ہوتے تھے اس عالم لدُنّی کے ماہر اُمّی نبی کے حُسنِ اخلاق سے گرویدہ ہوکر ایمان لے آئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ثمامہ بن آثال جو قبیلہ بنی حنیفہ (وہ قبیلہ جو آخر تک اسلام کے ابرِ کرم سے مستفیض ہونے سے منحرف رہا) کے رُوسا میں سے تھا اور رسول ہدیٰ کا دشمن جانی۔ سوئے اتفاق سے مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوا جو اسے مدینہ لے آئے۔ جب وہ لقائے رسالتمآبؐ سے شرفیاب ہوا تو بولا "اے محمدؐ! اگر تم مجھے قتل کروگے تو ایک خونی کو قتل کروگے۔ اگر احسان کروگے تو ایک شکر گذار پر احسان ہوگا اور اگر زر فدیہ چاہتے ہو تو جو مانگو میں دونگا" یہ الفاظ سُن کر آنحضرتؐ نے خاموشی اختیار کی۔ دوسرے روز یہی الفاظ سمع مبارک تک پہنچے۔ اور تیسرے روز ثمامہ نے مکرر یہی تقریر کی۔ اس پر حضرت سید انام علیہ افضل التحیۃ والسلام نے ظالم کے جرم و جنایت پر قلم عفو کھینچ دیا اور نہایت علوِ ہمتی سے ارشاد فرمایا کہ اس کے بند توڑ دیے جائیں۔ ثمامہ پر اس لطف و عفو کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ رہائی پاتے ہی ایک درخت کی آڑ میں جاکر غسل کیا اور فی الفور مسلمان ہوگیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ دنیا میں کوئی متنفس میری نظر میں آپؐ سے زیادہ مبغوض نہ تھا اور اب آپؐ سے زیادہ دنیا میں مجھے کوئی محبوب نہیں۔ کوئی مذہب آپ کے مذہب سے زیادہ میری آنکھوں میں بُرا نہ تھا اور اب وہی سب سے زیادہ پیارا ہے۔"

رُوسائے طائف نے آپ کے ساتھ حد درجہ کا تحقیر آمیز برتاؤ کیا اور اُس کی یاد خاطر مبارک پر مدتوں گراں رہی لیکن با این ہمہ غزوۂ طائف میں جب مخالفین پیروان طریقۂ سنیہ پر منجنیق سے پتھر برسا رہے تھے اور ان کی ایذا رسانی میں حتی الامکان کوشاں تھے عین اُس وقت یہ سراپا حلم و عفو کامل الذات ستودہ صفات بارگاہِ ایزدی میں سربسجود ہوکر یہ دعا مانگ رہا تھا کہ

"اے خالقِ دوجہان اور حکیم علی الاطلاق جلّت حکمتہ انہیں سمجھ عطا کر ان کے دلوں

کو بیماری کفر سے شفا بخش اور اُن کی پیشانیوں کو آستانۂ سلام پر جھکنے کی توفیق دے۔

پھر جب ۹ھ ہجری میں ان کا وفد مدینہ آیا تو سرور کائنات علیہ اکمل التحیات نے تمام اذیتوں کو یک قلم بھلا کر انہی عابدوں کی مسجد میں مہمان اتارا اور حتی الوسع تواضع کی۔ قبیلہ قریش نے جو سختیاں آپؐ پر کیں اُن کی روح فرسا داستان کے بیان سے کلک تحریر رکتا ہے تاکہ قارئین کرام کے سینے ان دلفگار رسولؐ کی یادگار سے پھٹ نہ جائیں۔ قریش نے آپؐ کے راستہ میں کانٹے بچھائے گالیاں دیں۔ جسم اطہر پر نجاستیں ڈالیں آپؐ کو اور آپ کے اصحاب کو عین اُس وقت جبکہ آفتاب عالمتاب نصف النہار پر ہوتا صحرائے عرب کی جھلستی ہوئی ریت پر لٹاتے اور سینوں پر گرم پتھر رکھتے۔ اُن کے گلوں میں پھندے ڈال کر گھسیٹتے لیکن حضرت رسالت پناہ سلطان تخت گاہ نبوت اِن تمام مصائب و آلام کے نہایت صبر سے متحمل ہوتے اور اُف نہ کرتے۔ بھلا وہ جسم جس کے پہلو میں نور الٰہی سے منور اور حُبِ ایزدی سے لبریز دل بھڑک رہا تھا جو دنیا کے لئے رہنما بنا کر بھیجا گیا۔ جس کی معیت میں خدا کا ہاتھ مربی تھا۔ کیونکر ان کلفتوں سے دعوئے استقلال کو متزلزل ہونے دیتا۔

روشن بیان انا افصح العرب والعجم۔ حج کے بازار میں نطق دلکشا اور عبارت جانفزا میں عوام کو دعوت اسلام دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں لوگو لا الہ الا اللہ کہو تو فلاح دارین پاؤ گے۔" پیچھے ابو جہل آپ پر خاک اڑا اڑا کر کہہ رہا ہے لوگو اس شخص کی باتیں تمہیں اپنے دیوتاؤں سے برگشتہ نہ کر دیں لیکن غصہ تو کہاں آپؐ مڑ کر بھی نہ دیکھتے۔ یہی آپ کے دشمن جانی قریش جنہوں نے آپؐ کے وجود مقدس کو تین برس تک محصور رکھا اور جہاں تک بن پڑا ایک دانہ غلہ اُن کے پاس پہنچنے نہ دیا۔ جب خاک بطحا میں قحط پڑا اور یہ نوبت ہوئی کہ خلق خدا ہڈیاں اور مردار گوشت کھانے پر مجبور ہوئی ابوسفیان نے سرور کائنات کی خدمت اطہر میں حاضر ہو کر عرض کی "محمدؐ تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے دعا کرو کہ اُس کو بلائے آسمانی سے نجات ہو۔" بلا تامل نبی اللہ کے دست مبارک دعا کے لئے اُٹھے اور اُس کی استجابت سے ظالم قوم کی نکبت بہجت سے بدل گئی۔

ایک اور واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ آپ میدان کارزار سے واپس آرہے تھے

تکان اور شدت تمازت سے مغلوب ہو کر رفقاء نے میدان میں بستر لگا دیے۔ رسالتمآبؐ نے بھی ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمایا۔ اور تلوار شاخ سے لٹکا دی دشمن تو ایسے ہر موقع کی جستجو میں رہتے ہیں۔ دفعتہً ایک بدو نے آکر تلوار اتار لی آپؐ جاگ اُٹھے۔ وہ شخص تیغ برہنہ لئے کھڑا تھا۔ اس نے کہا محمدؐ! بتا اب میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائیگا۔ آپؐ نے بصد فخر و مباہات فرمایا "اللہ"۔ تائید غیبی نے جو ہر ساعت شامل حال تھی اپنا اثر دکھایا اور مخالف کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر آغوش زمین سے جا لگی۔ جو رسول مقبولؐ نے اٹھالی اور بجائے اسکے کہ اس سے انتقام لیتے نہایت شفقت سے پیش آئے۔ جس پر وہ شخص فوراً مسلمان ہو گیا۔

بدظن اور کبیدہ خاطر ہو کر اپنے اعداء اور مخالفین کے حق میں بد دعا کرنا فطرت انسان مرکب الخطاء کے عین مطابق ہے۔ لیکن برگزیدگان ایزد تعالیٰ انبیائے عظام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ و السلام عام انسانوں سے بدرجہا افضل و اکمل ہیں۔ صبر و تحمل، حلم و عفو ان کا جزو اعظم ہے۔ جو شان پیغمبری میں گستاخیاں کرتے یہانتک کہ گالی و دشنام کی نوبت پہنچتی وہ ان کے حق میں دعائے رحمت و ہدایت کرتے ہیں۔ جو ان کے تشنہ خون ہوتے ہیں۔ ان کو گلے سے لگاتے ہیں مگر یہ صفات حمیدہ ختمی مرتبت میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

جنگ اُحد کی داستان دُہرانے سے وقت مانع ہے۔ مگر اتنا کہنا ضروری ہے کہ دشمنوں نے جسم مبارک کو حد درجہ کی اذیتیں پہنچائیں لیکن ان حملوں کا دفعیہ صرف اس سپر پیغمبری سے کیا گیا جس کا نام دعا ہے۔ اس وقت یہ فقرہ آپ کی ورد زباں تھا۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (خدایا ان کو ہدایت دے کہ یہ نادان ہیں)

یہ ہے بانی مبانی ملت بیضا، یہ ہے پیغمبر پیغام امین جس کے متعلق دشمنان اسلام اس قدر کذب و افترا باندھتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ محمد صلعم نے اپنے پیروؤں کو بزور شمشیر اسلام پھیلانے کی ترغیب دی لیکن سچ تو یہ ہے۔ کہ اس کی تمام ذمہ داری امینان دین متین پر عائد ہوتی ہے جن کی غفلت شعاریوں نے یہ روز بد دکھایا ہے کہ مسلمان اقوام و ادیان روئے زمین میں بدنام ہو گئے۔ ہمارا گلہ خود داران اسلام پر ہے۔ جنہوں نے یہ سرمایہ فخر و مباہات اس بے دردی سے تلف کر دیا۔

اگر اہل اسلام اپنے رہنما کے نقوش قدم پر سچے دل سے چلتے۔ اگر موعظہ قرآنی اور نصائح فرقانی پر جو تمام علوم کا سرچشمہ ہے، عمل پیرا ہوتے تو رجائے واثق ہے کہ دشمن و دوست اسلام کا مدح خواں ہوتا۔ لازم تھا دین حق کے امین دنیا میں ضرب المثل ہوتے۔ ان کے گھر انوار اشعۂ علم سے منور ہوتے اسلامی اخوت کا بدر منیر درخشاں اور تاباں نظر آتا کہ خودغرضی کی کتاں کو پارہ پارہ کر دیتا۔ پھر دیکھتے کون سر ہوتا ہے جو آستانۂ اسلام پر جھک نہ جاتا۔ جبروتِ ایزدی کا لرزہ کون و مکان میں نہ پڑتا اور دشت و جبل نام حق سے نہ گونج اٹھتے۔ حق تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایسے رہبر سے جس نے اُن کو قعرِ ذلت سے نکالکر جس نے طالبانِ مقاصدِ ارادت کی ہدایت اور قاصدانِ مطالب استفادت کی حمایت کے لئے تمام آفات و آلام کا کشادہ روئی اور فراخ پیشانی سے مقابلہ کیا کچھ محبت نہیں۔ وہ سرمست جام الفت سرمدی نہیں ورنہ مشکوٰۃ نبوت کی روشنی مدھم نہ ہونے پاتی اور کمی روغن اسلامیوں کی چربی اور خون سے پوری کیجاتی۔

نہ معلوم کہ یہ قوم جو خیر الامم کے اعلیٰ لقب سے ملقب کی گئی ہے شافع روز محشر کو اپنا منہ کیونکر دکھائیگی۔ قلت وقت مانع ہے اس لئے محض دعا پر اکتفا کرتی ہوں اور بارگاہ سرمدی میں بصد عجز معروض ہوں۔ اور خزانۂ موہبت الٰہی سے دست بدعا ہوں کہ وہ اپنی رحمت عام اور طفیل نبی سے مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی توفیق دے۔ تاکہ وہ اپنے ہادی کی لگائی ہوئی پود کی آبیاری کر سکیں اور جب پانی کمیاب ہو تو اس کو اپنے پسینے اور خون سے سینچ دیں۔ آمین ثم آمین۔

شانِ عبدیت

آنحضرت صلعم کی عباداتت

(از جناب مولوی نور محمد خاں صاحب مدرسہ محمدیہ راجپورہ)

حضور کی نماز۔ جناب رسول اللہ صلعم قبل از نبوت بھی عبادتِ الٰہی قیام دمراقبہ میں مصروف

رہتے، غلبہ کفار کے وقت چھپ کر نمازیں پڑھتے۔ بعد عروج اسلام راتوں کو اٹھ اٹھ کر نمازیں ادا فرماتے صلوٰۃ اللیل کی روایات مختلف ہیں بروایت ابن عباسؓ آدھی رات کے بعد آپؐ بیدار ہوتے تیرہ ۱۳ رکعتیں ادا کرتے تھے۔ بروایت عائشہؓ نو رکعت پڑھتے تھے۔ بروایت ام سلمہؓ آپؐ کچھ دیر سوتے کچھ دیر اٹھ کر نماز میں مصروف رہتے پھر سو جاتے پھر اٹھتے نمازیں ادا فرماتے الغرض رات کا اکثر حصہ ادائگی صلوٰۃ میں صرف ہوتا اور فرائض کے علاوہ کم از کم سنن و نوافل کی ۳۹۔ رکعتیں روزانہ معمولاً ادا کرتے تھے۔ دو صبح، چار چاشت، چھ ظہر، چھ عصر۔ چار پہلے اور دو بعد نماز۔ (حسب روایت عائشہؓ) دو مغرب، چھ عشا، تیرہ تہجد و وتر۔ صلوٰۃ الاوابین و تحیۃ المسجد ان کے علاوہ تھی (سیرۃ النبی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور صلعم کو بستر پر نہیں پایا کسی بیوی کے گھر میں تشریف لیجانے کا خیال ہوا۔ اندھیرے میں ادھر ادھر تلاش کیا تو دیکھا کہ پیشانی مبارک خاک پر ہے۔ اور آپ سربسجود مناجات الٰہی میں مشغول ہیں۔

حضور کے روزے۔ علاوہ صوم رمضان کے بقیہ سال کے روزوں کی یہ کیفیت تھی کہ اگر آپ روزہ رکھتے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کبھی نہ توڑینگے پھر روزہ چھوڑ دیتے تو معلوم ہوتا کہ اب کبھی نہ رکھیں گے۔ مہینے میں تین روز دو دو شنبہ ایک جمعرات کو معمولاً روزہ رکھتے تھے۔ محرم کے دس دن از یکم تا عاشورہ اور شوال کے آغاز میں چھ دن روزے رکھتے تھے۔ کبھی کبھی صوم وصال کی بھی نوبت آجاتی تھی کہ بلا افطار کئی کئی روز متواتر روزہ رکھتے۔ (سیرۃ)

خشیۃ الٰہی باوجود عصمت و مغفرت خوف و خشیۃ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ اگر کبھی ہوا زور سے چلتی اور سیاہ بادل آسمان پر چھا جاتے تو آپ سہم جاتے اور سخت مضطرب رہتے کبھی اندر آتے اور کبھی باہر تشریف لیجاتے۔ اکثر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ میں خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا تو آپ نماز میں مشغول ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی تھیں معلوم ہوتا تھا کہ چکی چل رہی ہے یا ہانڈی ابل رہی ہے۔

سرگذشت اسلام

(جناب میر رحمت اللہ ہمایوں صاحب۔ کابل)

تاریخ اس حقیقت غیر مشتبہ پر شاہد عادل ہے کہ زمانۂ حال کے مسلمانان عالم کے بزرگان سلف کی حکومت و ثروت کا غلغلہ ربع مسکوں کے گوشہ گوشہ میں بڑے زور و شور سے بلند رہا اور انہوں نے دنیا میں ایسی شان و عظمت کے ساتھ اسلامی غیرت اور حمیت کا ثبوت دیا کہ ہم لوگ اپنی پستی اخلاق، جوانمردانہ حسیات کے فقدان اور مذہبی عصبیت کی کمی کے سبب ان اظہر من الشمس واقعات کو فقط افسانوں کی حیثیت دینے کے لئے تیار و آمادہ ہو جاتے ہیں۔

موجودہ ملت اسلامیہ کے آبا و اجداد کے حیرت انگیز کارناموں کا پتہ نہ صرف ان کی اپنی ہی کتابوں سے چلتا ہے بلکہ مسلمانوں سے دشمنی و عداوت کا بیڑہ اٹھائے رکھنے والی تمام اقوام عیسائی اور یہودی وغیرہ کے معتبر مورخین بھی اس حقیقت عالم آشکار سے انکار نہیں کر سکے اور وہ بھی ایک حد تک اس اصلیت کے عمق تک رسائی حاصل کرنے میں قاصر رہے ہیں کہ تعداد و شمار کی کمی کے باوجود وہ کونسی بات ان میں ودیعت کی گئی تھی کہ جس سمت کو انہوں نے منہ اٹھایا فتحمندی اور کامرانی نے ان کا استقبال کیا۔

حضرت سرور عالم غار حرا سے جب سورۂ اقرا، ناموس اکبر حضرت جبرئیل سے پڑھ کر واپس گھر تشریف لائے۔ تو اس وقت آپ غیر متوقع واقعہ سے سخت خوفزدہ ہو رہے تھے آپ نے جنابہ بی بی خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے اپنے نفس سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

خاتون اعظمؓ نے جواب دیا کہ خداوند تعالیٰ آپ کو کبھی بھی اندوہناک نہیں بنانے کا۔ آپ رحم مجسم ہیں، صادق الوعد ہیں، کنبہ کا بار اٹھانیوالے ہیں۔ ضیافت کی شرطیں آپ بجالاتے ہیں۔ خلائق کو نزول مصائب کے وقت مدد دیتے ہیں۔ آپ یتیموں کے مولا، اور غریبوں کے والی ہیں۔ اپنے اور بیگانوں سے ہمدردی کرنیوالے اور امین ہیں۔

اللہ پاک نے خاتون اعظم کی زبان سے آئندہ آنیوالی مخلوق کے لئے ایک پیغام دیدیا

کہ ایسی صفات و اوصاف والا انسان بد قدرت سے کبھی بھی ضائع و خراب نہیں ہوتا بلکہ اُسے وہ درجۂ اعلیٰ و عظیم حاصل ہوتا ہے کہ

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

بہ نظر غائر دیکھنے سے عیاں ہو جائیگا کہ جناب رسول اکرمؐ نے انہی اوصاف حمیدہ سے دنیا میں کیا کیا انقلابات کیے اور ظلمت و تاریکی کی جگہ پر روشنی و نور کو مستقل طور پر کس قدر قایم کر دیا۔ اور طبائع انسانی نے کہاں تک اسے قبول کیا اور پھر اس تسلیم و رضا کا کیا نتیجہ نکلا!

جناب رسولؐ کے دوش مبارک پر نبوت کا بارِ عظیم ڈال دیا جاتا ہے اور اُدھر تمام خویش و اقربا تک دشمنی پر آمادہ۔ ہزار ہا قسم کی تکالیف و مصائب کا سامنا لیکن اِسی کشمکش کے درمیان اخلاق حسنہ اندر ہی اندر اپنا کام کیے گئے۔ اور آخر عاجز آکر تمام برسرپیکار جماعت اپنے ہتھیار ڈال دیتی ہے اور سب سرکش گردنیں طوعاً و کرہاً امتثال امر کے لئے جھک جاتی ہیں۔

حجۃ الوداع میں ہزار ہا مسلمانوں کے مجمع میں آنحضرتؐ نے وعظ کے وقت فرمایا۔ مسلمانو! میرے بعد کفار کی طرح جیسے وہ ایک دوسرے کی گردن مارتے ہیں نہ ہو جانا خداوند تعالیٰ نے تم میں سے ہر ایک شخص کے لئے ایک حصّہ قرار دیا ہے۔ اس سے زیادہ لینے کا کوئی شخص مستحق نہیں ہے جو شخص کسی چیز کا جھوٹا دعویٰ کریگا اُس پر خدا کی لعنت و پھٹکار ہوگی۔

اے ایمان والو! بیبیوں کا حق تم پر ہے اور تمہارا حق بیبیوں پر۔ اے مسلمانو! اس بات کو جان لو کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تم سب ایک ہی جنس اور ایک ہی برادری سے ہو۔

اللہ پاک نے تمہاری جانیں اور تمہارے مال آپس میں پاک کر دیے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے خالق سے جا ملو۔

خلفائے راشدین نے ہدایات و فرمودۂ رسول اکرم پر صحیح طور پر عملدرآمد کیا اور تعلیم و تلقین کا فیض اُن کے سامنے اور بعد تک میں بھی سفر و حضر، خلوت و جلوت، نشست و

برخاست غرضیکہ ہرآن وہر گھڑی جاری رہاکیا اوراس طریق سے لوگ جوق درجوق جماعت مجاہدین کے رشتہ شہادت وقربانی میں منسلک ہونے لگے اورحق پرستی کی صدائے حق نے لاکھوں جاں سپاروں کے غیور سروں کو تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اسلامی علم جہادِ حق نے نیچے جھکا دیا۔

بڑے بڑے شاہنشاہ عظیم الشان ممالک اور ولایات رکھتے ہوئے ان سادہ لوح مردانِ میدان کے نام تک سے لرز جاتے ہیں اور اپنے نبیؐ کے اسوۂ حسنہ کو پوری تقلید کرنیوالے مسلمانوں نے زبردست سے زبردست دشمن کے مقابلہ میں اپنی نہایت ہی قلیل جماعت کے ساتھ وہ کارہائے نمایاں کر دکھلائے کہ اب کروڑوں مسلمان خود ان محیر العقول واقعات کی کیفیات پڑھ کر انگشت بدنداں ہیں۔

تاریخ کے زینہ پر جوں جوں ہم چڑھتے جائیں گے ہم پر روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائیگا کہ جس قدر محبت وشغف اور فکر وخیال سے مسلمانوں نے اپنے رسول کے ارشادات واحکام کی تکمیل وتعمیل میں جد وجہد کی اسی قدر زیادہ تناسب کے ساتھ وہ دنیا میں سرخرو اور فاتح رہے۔ عزت وحکومت، علم ودولت ان کے خانہ زاد غلام تھے اور وہ خود روئے زمین کی آبادی کے لئے شمع ہدایت بنے رہے۔

دورِ حاضر میں عالم اسلامی پر مصائب وحوائب کی جو تاریک رات مسلط ہو رہی ہے وہ انشاء اللہ جلد صبح امید کی روشنی سے کافور ہوسکتی ہے لیکن وہ زمانہ جہاں کہ فضیلت کا بازار سرد ہو دولت ستار عیوب ہو۔ خوشامد نردبان ترقی اور زمانہ سازی ذریعہ حصول مطلب ہو اور قوائے عملیہ کے تعطل کا نام توکل رکھا ہو وہاں وہ نتائج کہاں پیدا ہوسکتے ہیں جو خدیجۃ الکبریٰؓ کے پیغام واجب الاطاعت والاذعان میں مضمر ہیں۔

انسان کے ذخیرۂ اخلاق میں سب سے کمیاب اور نادر الوجود چیز دشمنوں پر رحم اور ان سے عفو ودرگذر ہے لیکن آنحضرتؐ کی ذات اقدس میں یہ جنس بھی فراواں تھی۔ اس وقت مسلمان خود ہی اپنی حالت اپنے اعمال اور اپنی کردار کا جائزہ لے سکتے ہیں کہ دشمنوں سے ہمدردی اور رحم کا سوال اُن کی ذات سے کس قدر دور دراز منزل

پر پڑا ہے اور اپنوں سے دشمنی اور بیر کا بازار کس جاہ وجلال کے ساتھ گرم اور رونق پر ہے۔
زمانہ سابقہ میں ان جواں ہمت اور باغیرت مسلمانوں کی مذہبی حمیت تمام مصائب کو سہل کر دیا کرتی تھی لیکن جب دو چیزیں ایک دوسرے کی ضد واقع ہو جائیں تو ہر ایک کا ان میں سے دوسری کی مبطل اور مفسد ہونا لابدی ہے۔
رسول اکرمؐ کے احکام وارشادات کی تعمیل ہی کامرانی وعزت کی زیادتی اور علم و دولت کی فراوانی کے مترادف ہو سکتی ہے اور یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ جو امر مشیت ایزدی کے خلاف کیا جائے اس کے نتائج قبیحہ وعواقب شنیعہ ہر ذی روح کو بھگتنے ہی پڑتے ہیں۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ

(از جناب قاضی غلام محی الدین اڈیٹر العزیز بٹالہ)

حدیث قدسی مشہور ہے لیکن اس کا جو مفہوم ہے وہ سراجًا وقمرًا منیرا سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے۔
۱۔ چاند اور سورج سب ستارے منور ہیں اور آنحضرتؐ سب دنیا سے بلحاظ تعلیم افضل وارفع ہیں۔ اس واسطے آپؐ ان دونوں ناموں سے ملقب ہوئے
۲۔ عالم مادیات کا بقا بغیر سورج اور چاند نہیں اور عالم روحانی کا بقا بغیر تعلیم رسالتماب صلعم نہیں اس واسطے آپؐ کو دونوں نام دیے گئے۔
۳۔ اگر سورج اور چاند نہ ہوتے تو دنیا کی ہستی کچھ شے نہ ہوتی۔ گویا جہان میں تاریکی رہتی اسی طرح اگر آنحضورؐ مبعوث نہ ہوتے تو دنیا میں جہالت کی تاریکی اور فساد برپا رہتا اور انسانوں کی حالت درندوں سے بدتر ہوتی۔ ایسی حالت میں دنیا کا پیدا ہونا بھی رائگاں تھا۔ اس لئے

حقیقت میں آنحضرتؐ کا ظہور تمام عالم کے جگمگانے کا باعث ہے۔

۴۔ عالم روحانی کے بغیر عالم مادیات کا وجود بے سود ہے اور چونکہ عالم روحانی کو زندہ اور قایم رکھنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا اس لئے آپؐ کے ظہور کے باعث دنیا کا ظہور ہوا۔

۵۔ تمام دنیا کی مثال چاند کی ہے جیسا کہ ہلال سے شروع ہو کر قمر اور قمر سے بدر کامل ہوتا ہے۔ اسی طرح آنحضرتؐ قمر اور قمر الانبیاء ہیں۔

۶۔ بدر اس واسطے نام ہے کہ بدر میں تمام مدارج قمر پورے ہوتے ہیں۔ اس طرح آنحضرتؐ کی تعلیم تمام انبیا علیہم السلام کی تعلیمات سابقہ کو مکمل کرنے والی ہے۔

۷۔ چاند کے نور کا نظام ہلال سے شروع ہوتا ہے اور بدر میں کامل ہوتا ہے اس طرح اسلام کا نور گو ابو البشر آدم علیہ السلام سے شروع ہے لیکن کامل کرنے والی ذات بابرکات آنحضرت صلعم کی ہے۔

۸۔ کُل سے جزو باہر نہیں اس لئے جزوی تعلیم اسلام آنحضرتؐ کی ذات سے باہر نہیں۔ اس لئے آپ سب سے پیچھے تشریف لائے ہیں لیکن بلحاظ نور فخر الاول ہیں ؎

سید الکونین ختم المرسلیں — آخر آمد بود فخر الاولین۔

غرض جو کچھ ظہور عالم کا باعث ہے وہ آنحضرتؐ ہی کا نور ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام آنحضرت ہی کے ممنون ہیں۔

اخلاق نبوی پر ایک اجمالی نظر

(از جناب مولانا شفقت علی صاحب آنولوی)

یوں تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجسم اخلاق تھے آپ ان اخلاق حمیدہ کے ساتھ دنیا کے اسٹیج پر جلوہ فروز تھے جن کی نظیر تواریخ کے اوراق پارینہ میں دستیاب نہیں ہوتی۔ جناب کے معجزات بہت ہیں۔ شق القمر اور درختوں کا چلنا اور

پتھروں کا گویا ہونا۔ مگر زیادہ اہم معجزہ جناب کا اخلاق ہی تھا جس نے دنیا کے قلوب کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ یہ وہ معجزہ ہے جس کا انکار محال ہے۔ جب آپؐ نے دعوت اسلام دی ہے تو کفار مکہ اور قریش نے آپؐ کی مخالفت کی اور طرح طرح کے مصائب اور شدائد برپا کئے مگر آپؐ نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اُن کو برداشت کیا۔ آپؐ کے اوپر مٹی ڈالی جاتی ہے مگر یہ مجسم اخلاق عبادت الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ بکری کا اوجھ اوپر ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ دعاء کیجاتی ہے اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون یہ کیا ہی پیارے الفاظ ہیں یہ ہے اخلاق محمدی اور یہ کیرکٹر ہے مصلح عالم کا۔ کیا اس کی کوئی نظیر پیش کر سکتا ہے۔ یہ ہی ارتقائے اسلام کا باعث ہوا نہ کہ تلوار جیسا کہ عام طور سے خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے۔ لوکنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔

پندرہ برس تک ایثار اور صبر اور حلم کے ساتھ دعوت اسلام دیتے رہے ازاں بعد مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی جہاں پہنچ کر اسلام میں ایک حرکت پیدا ہوگئی اور ترقی کے دروازے کھل گئے۔ سیرت نبوی پر جس پہلو سے نظر ڈالو تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کمالات انسانی کے ایک بہترین نمونہ تھے آپ کے اقوال زریں میں وہ حکمت بھری ہوئی ہے جو کہ افلاطون اور ارسطو کے وصایا میں کمیاب ہے۔ حاصل کلام ہم کو حکمائے یونان اور یورپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کی ضرورت نہیں ہماری تمام ضروریات سیرۃ نبوی میں موجود ہیں ہم کو حیات نبوی دنیاوی اور دینی مسائل کا بہترین حل بتاتی ہے۔

آوازۂ منصور

(از یک صوفی گوشہ نشین)

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شد   من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

میں نے اخبار مدینہ کا رسول نمبر ۲۵۔ اکتوبر کو دیکھا جس کے مضامین مقدسہ کا ہر ہر لفظ شیدایان گیسوئے محمدی و سوختہ دلانِ جلوۂ احمدی کے لئے تیر مژگانِ یار سے کچھ کم نہ تھا اور

سعادت اندوزئی سرمدی و نغمہ سرائی عرفت ربی بربی کے لئے ہر جملہ کافی تھا تاہم یہ خیال ضرور پیدا ہوا کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ کی بنا پر اس کی وجہ بھی ظاہر کرنا لابدی ہے کہ آخر چمن چمن گلکاری برگ برگ زمردنگاری۔ بے چوب خیمہ اطلسی میں تاروں کی میناکاری شمس و قمر کی تابداری کیوں فرمائی گئی، مکونات کو حجاب خفا سے منصۂ شہود میں کیوں لایا گیا۔ کون و مکان کا نقشہ کیوں جمایا گیا، تخم سے درخت اور درخت سے تخم، صلب سے نطفہ اور نطفہ سے صلب کو کس وجہ سے موجود کیا گیا رحم میں صورت اور صورت میں رحم کیوں بنایا گیا، آخر کیا ایسی اُفتاد پڑی کہ احدیت کو وحدت میں منزوی اور وحدت کو واحدیت میں مخفی۔ کثرت میں وحدت کا نور۔ وحدت سے کثرت کا ظہور فرمایا گیا۔ اعیان ممکنات کو حجاب اسماء اسماء کو حجاب صفات اور صفات کو حجاب ذات کیوں قرار دیا گیا۔ ہر صورتِ ظاہری میں حسن اور حسن میں آن اور اس میں نزاکت اور نزاکت میں شان اور پھر عالم جان کیوں برپا کیا گیا۔ اور کیوں تاج ولقد کرمنا بنی آدم فرق انسانی کو عطا ہوا اور خلق اللہ آدم علی صورتہ کا خلعت عنایت ہوا۔ اور پھر بنی نوع انسانی میں سے ایک وجود باجود سراپا مقصود زیبندہ مقام محمود واقف اسرار سبحان الذی اسریٰ راز دار رموز اوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ شہسوار میدان دنیٰ فتدلیٰ۔ بلبل شاخسار ما ینطق عن الھویٰ۔ مستجمع صفات سبحانی، مصدر اسرار حقیقت انسانی کو مختص بہ نظر اختصاص کیوں فرمایا گیا جس سے خطاب یا نور من نوری انت عشقی ومحبتی وانا عشقک ومحبتک بہ لسان قدسی اساس فرمایا گیا۔

کمال صنعت ایجاد سرمدی بشنو　　بیان خلقت نور محمدی بشنو

ہر عقل سلیم کے قابل تسلیم یہ امر ضرور ہے کہ تمام تر مخلوقات و بالکلیہ ممکنات کی تخلیق و تکوین سے پہلے کوئی مرتبہ ضرور ایسا ہونا چاہیے کہ سوائے قدیمی ذات مع الصفات وحدہ لاشریک کے ازل الازل میں کوئی شے نہ ہو۔ اس لئے کہ محدثات و مکنونات کا عدم قبل از وجود ہونا یقینی ہے اسی مرتبہ کی طرف کان اللہ ولم یکن معہ شیئا سے کنا یہ کیا گیا ہے۔ یعنی ذات پاک واحد لاشریک بہ مرتبہ تمنائے مطلق ایسی محو خود آرائی تھی کہ بہ وجہ کمال غناء اپنے تشخص کی طرف بھی توجہ نہ تھی لیکن شان علی الاطلاق بلا جہل و علم و فقدان و وجدان

بہ جمیع صفات و استعدادات پوشیدگی ہست نمودہ شدہ تھی وہ جیسی بھی تھی اب بھی ویسی ہی ہے کیونکہ زمانہ اثرات زمانہ سے بالاتر ہے۔ بہ تنوع عبارت یہ بھی تعبیر کی جاسکتی ہے کہ صفات اور اُس کے اسماء موجود تھے مگر اُن کے مجالی و مظاہر غیر موجود تھے جس سے عملی جامہ معدوم تھا نکلم الناس علی قدر عقولھم کی پابندی میں للعاقل تکفیہ الاشارۃ کی بنا پر صرف یہ بتایا جاسکتا ہے کہ خوابیدہ انسان میں تمامی صفات ہوتے ہیں مگر سرگرم کام نہیں ہوتے۔ یا کسی حد سے زیادہ تاریکی شب میں جو شاعرانہ شب فرقت کے زلہ ربا یا کسی کے گیسوے عنبر سے عارتیاً لیگئی ہو۔ اچھا خاصہ بھلا آدمی اپنے ملوکات سے باوجود علم تصرف ملکیت سے محروم رہکر نظارہ بازی سے بھی معذور ہوتا ہے۔

یہ مرتبہ ضدین کا مجمع اور نقیضین کا منبع ہے عرفت ربی بجمیع الاضداد۔ اسی لئے کہا گیا ہے اس مرتبہ میں مادہ حسن و عشق بھی تھا اور بوئے وفا و بے وفائی بھی تھی صفت دلبری و دلداری بھی تھی۔ ہمت سوختگی و رسوائی بھی تھی دل آزاری کے ساتھ میں دلفگاری اور تمنائے ہجر کے ہمراہ آرزوے پابوسی بھی تھی۔ اسمائے صفاتی معبود و دود رزاق و رحیم قہار و جبار خالق و کریم غفار الذنوب ستار العیوب کا تقاضہ تھا کہ ظہور ہو کوئی عبد کہلائے اور بخشش سے مستفیض ہو جائے کسی کو رزق دیا جائے کسی پر قہر و جبر ہو تو کسی پر رحم و کرم ہو کوئی چیخے پیٹے کوئی استغنائی برتے کوئی آہ کرے تو کوئی واہ۔ بلکہ گریہ و زاری کے ساتھ ہی چارہ سازی بھی ہو۔ ناز بے نیازی کے ہمراہ محرم رازی بھی ہو۔ نقیضین کی مخاصمت اور ضدین کے احساس مخالفت کے متضاد تصادم سے حضرت حسن زاد اللہ حسنہ کی بھی آنکھ کھلی اور ایک انگڑائی سے ان حضرت کو جس قدر پوشیدہ کیا جاوے اُسی قدر ظاہر ہوتے ہیں جتنا دبایا جائے اُتنے ہی اُبھرتے ہیں بلکہ چھپ کر اور بھی نکھرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ مجھے کوئی دیکھے اور طالب ہمارا بنے۔

نکورو تاب منوری ندارد ⁂ جو در بندے سراز روزن برآرد

ان تمام استعدادات کی چپقلش اور اسمائے صفاتی کی تحریک سے جب ذات مطلق کی توجہ اپنی جانب ہوئی تو آئینہ ذات میں اپنی ہی صورت نظر پڑی حسن کو

مظہر جلال وجمال پایا۔ تمامی کائنات کا مرقع نظر آیا حسن وجمال سرمدی دیکھا گیا استعداد عشقیہ ذاتیہ بھی موجود تھی بھڑک اٹھی سوختگی ودلفگاری کی ابتداء ہوئی علم رسوائی وبدنامی بلند کیا گیا عاشق بیقرار جویائے وصلت یار ہوکر چل نکلا شوق وصلت میں رنگ دوئی بدلا ملبوس غیریت ہوکر نکلا حسن بھی اسی پردہ میں رہا عاشق ومعشوق کا باہم اتصال رہا مگر ہجر نہ گیا۔ اور ہجر میں بھی وصال رہا وہی اثر ہر چیز میں موجود ہے۔ خود ہی ایک حیثیت سے کسی کا طالب اور کسی دوسری حیثیت سے مطلوب ہے بلکہ خود ہی طالب اور خود ہی مطلوب ہے۔ مرزوق رزق کے لئے بیتاب ہے اور رزق بھی مرزوق کی تلاش میں خانہ خراب ہے۔ مٹی میں مل کر ابھرتا ہے اور قطع ہوکر سم ستوران کے گزند اٹھاتا ہوا چکیوں میں پستا ہوا آتش سے سوزش درونی کا مقابلہ کرتا ہوا لب محبوب تک پہنچتا ہے۔ لیکن حسن محبوب کے لئے شرم وحیا لازمی نہیں جو محرک حجابات ہیں اس لئے ہر چیز کا باطن محبوب بنایا گیا اور ظاہر باطیل ونقیر عاشق ٹھہرایا گیا خلقنٰکم ازواجًا کا اشارہ ہر ہر فرد پر عائد ہوسکتا ہے کیونکہ حکم مجموع میں افراد بھی داخل رہتے ہیں اور یہ جوڑا ہر ایک میں ظاہر وباطن کا ہی مخلوق ہوا ہے وحرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن سے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کیونکہ سب گیلا وسوکھا کتاب مبین میں موجود ہے۔

دیکھ لیجئے ہر چیز کا ظاہر اس کے باطن کا طالب اور باطن مطلوب ہے اسی وجہ سے ہر ظاہری صورت اپنے ہی سر پر ہر بلا توڑتی ہے اور اپنی جان کو بچاتی ہے ایسے ہی جان، سر جان کی حفاظت کرتی ہے جس سے سالکانِ حق واقف ہیں وہاں بیان کی گنجایش نہیں ہے۔

پس جبکہ رازدانانِ سرالٰہی وسامعانِ نغمہ سرمدی نے شہادت حق الیقینی کی بناء پر تحقیق فرمایا کہ حسن وعشق کے جھگڑے نے سارا جال پھیلایا ہے اسمائے صفاتی کے مخاصمہ نے جعل جاعل کا جال بچھایا ہے تو لولاک لما خلقت الافلاک کے مضمون سے یقین کرلینا ہوا کہ مرتبہ وحدت میں جلوہ ریز چشم عشق یہ ہی حسن تھا اور خود ہی عشق بھی تھا

محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

جو صورت مستجمع جمیع صفات کمالیہ تھی وہ حقیقت محمدی صلعم تھی اور چونکہ اُس کا ظہور باعتبار صورتِ انسانی شکل میں ہوا ہے تو یہ بھی مان لینا ہوگا کہ شکل انسانی محبوب ترین خلایق ہے اِس لئے کہ اپنے محبوب کو کوئی بُرے لباس میں باوجود قدرت تزئین ہر قسم نہیں دیکھ سکتا اور جو جلوہ ہوش رُبا سب سے پہلے دیکھا گیا وہ یہ ہی حقیقت محمدی صلعم تھی جو باعتبار ترکیب چند عناصر قل انما انا بشر مثلکم کا نغمہ سُنا گئی اور الانسان سری وانا سرہ کا راز بتا گئی اسی واسطے خلق اللہ آدم علی صورتہ فرمایا گیا اور انی جاعل فی الارض خلیفہ سُنایا گیا۔ خلیفہ اُس وقت تک قابل خلافت نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ تمام صفات مُستادی پرتوفگن نہ ہوجاویں۔ اسی واسطے حامل امارت خداوندی بھی انسان ہی ہوا

آسمان بار امانت نتوانست کشید ؛ قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

بمضمون اول ما خلق اللہ نوری بہ نگاہ اول پسندیدگی ہوکر تمامی اشیاء کا وجود جاہ و حشم شاہانہ و سامان ملوکانہ فراہم ہوجانے کے لئے ظاہر کیا گیا۔ اور ہر ایک کو دوسرے سے حقیقتاً منوط رکھا گیا صرف اعتبارات کا تغایر امتیازی قایم کیا گیا جس کے جُداگانہ احکام شریعت غرا اور ملت بیضا نے مرتب فرمائے جو تا قیود ات صورت قابل پابندی ایسے ہی لازمی ہیں جیسے کہ عشق گلے کا ہار ہے اور حسن منظور انظار ہے کل شی ھالک الا وجہہ انتفائے غیریت و اثبات عینیت کے لئے کافی ثبوت ہے اِس لئے کہ استثناء متصل ہے مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہونا داخل فصاحت ہے ورنہ جاء القوم الا حمار میں کوئی خاص لطف نہیں ہوسکتا بلکہ مضحکہ خیزی ہے کہ آئی تمام قوم مگر گدھا نہیں آیا۔ اور ھالک اسم فاعل کا صیغہ ہے جس سے متبادر فی الحال ہلاکت ہے لہذا اہلاک اشیاء کی تقدیر پر صرف ابقاء وجہ اللہ رہا یہ ہی فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے۔

معنی باطنی اخذ کرنے سے کوئی صاحب پیرایہ دارا شکوہی نہ خیال فرمالیں یا دیگر معانی سے انکار نہ متصور کرلیں بلکہ جب کلام مخلوق ادق کے چند مطالب عموماً نکالے جاتے ہیں۔ تو کلام الٰہی کے چند معانی کیوں اخذ نہیں ہوسکتے۔ جس کی تائید خود ہی فرمادی گئی ہے کہ لا رطب و

لا یابس الا فی کتاب مبین۔

بعض خود غرض و آرام طلب گروہ نے توحید کو توڑ پھوڑ کر اپنے مفید مطلب یہ کر لیا ہے کہ شریعت جدا ہے اور طریقت علیحدہ اور یہ صرف اس واسطے کیا گیا ہے کہ تکالیف شرعی سے نجات ملجائے اور ذکر شغل الٰہی کے پردہ میں گرمی و سردی موسمی سے جان بچائی جائے یہاں تک کہ واعبد ربک حتی یاتک الیقین کا پہلو بھی تبدیل کر دیا جاتا ہے اور خلاف اقوال مفسرین یقین کے معنی بجائے موت لینے کے فنائے بشریت لے کر عبادت کی حد فاصل قایم کر لیتے ہیں حالانکہ بشریت فنا نہیں ہوتی صرف روزے نماز کے گلے یہ ساری بلا جاتی ہے۔ کھانا پینا کسی سے نہیں چھوڑا جاتا اپنی والدہ معظمہ کے ساتھ نکاح نہیں کیا جاتا عریاں بدن نہیں رہا جاتا سردی گرمی کا احساس نہیں چھوڑا جاتا۔ درحقیقت طریقت و حقیقت و معرفت خود شریعت کے اجزا ہیں اور شریعت کی تکمیل بلا ہر سہ اجزاء مذکورہ کے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ قلب کو حسد و بغض وغیرہ سے صاف کرنا طریقت ہے اور روح کو ادناس خفیہ سے پاک کرنا حقیقت ہے اور اللہ کا عرفان معرفت ہے۔ جو کوئی بھی شریعت سے جدا تو کیا بلکہ جزو لاینفک ہیں۔

معاف فرمائیے میں اپنے موضوع سے دور پہنچ گیا جس کی وجہ یہی ہے کہ یہ پہلا مضمون ہے نو آموزی کی وجہ سے مطلح نظر پر قیام نہیں رہ سکا گر یہ طوالت بھی غالباً بیکار نہ ہوئی۔

میرا موضوع یہ تھا کہ بنائے کائنات و بعثت رسول کریم صلعم کی وجہ ظاہر ہو جاوے جو غیر مسلسل بیان سے مختصراً یہ ثابت ہو گئی کہ باعث تخلیق عالم تصادم اسمائے صفاتی ج جلوہ ریزی حسن سرمدی ہے اور وہ حسن سرمدی و محبوب ازلی ملبوس بہ حقیقت محمدی صلعم بحکم کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین ہوا جس کا ظہور صورت محمدی صلعم میں فرمایا گیا۔ ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم برہان ساطع و دلیل قاطع محبوبیت صورت انسانی کے لئے کافی ہے یہاں تک پاس خاطر صورت محبوبی فرمایا گیا ہے کہ دوزخ میں بھی بایں شکل و شمائل داخل کرنا گوارا نہ ہوا بلکہ جسم طول طویل علی حسب عقوبات کر دیا گیا اور موجودہ صورت انسانی سے تغائر پیدا فرما دیا گیا۔ وہی صورت بہ اخص نظر بلحاظ استجماع جمیع صفات کمالیہ مخصص ہو کر جلوہ ریز

ابتدائی ہوئی تھی۔ جو باعث تخلیق زمان و مکاں ہو کر بہ تعینات چند عناصر ظاہر ہوئی اور قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم اللہ واحد سے ترنم ریز ہوئی۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کا اعلان فرمایا صراط مستقیم کی تلقین فرمائی اور شمع راہ سلوک کے لئے قران مجید مرحمت ہوا جس میں اعمال دنیات کی جزا و سزا مقدر ہوئی۔ تا کہ کما خلقنا کم اول مرۃ نعیدہ کی بنا پر جو جس شان سے آیا ہے اُسے آن بان سے پھر اُسی مرتبہ جامعیت تک پہنچ جائے۔ یہ ہی فیوضات اقدس و مقدس اور اسرار قضا و قدر ہیں جو عرصہ تک جولاں گاہ گروہ در گروہ رہ کر کسی کے باعث ضلالت اور کسی کے باعث ہدایت ہوئے ہیں۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

پیغمبر آزادی

(از جناب ریاض بی اے)

اٹلی کو ناز ہے میزینی پر کہ اس نے وہاں کے باشندوں میں حریت کی روح پھونکدی، روس کو فخر ہے ٹالسٹائی پر کہ اُس نے غریب اور مظلوم کسانوں کو امیروں کے جور و استبداد سے رہائی دلائی۔ اور امریکہ نازاں ہے جارج واشنگٹن پر کہ اُس نے اپنے ملک کو انگریزی غلامی کی لعنت سے آزاد کرایا۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ میزینی کی کوششیں صرف اٹلی تک محدود تھیں۔ ٹالسٹائی کا دائرہ عمل فقط روس کا ملک تھا۔ اور جارج واشنگٹن کی مساعی صرف امریکہ کے ایک حصہ کے لئے وقف تھیں۔ اسی لئے ان ممالک کے علاوہ دنیا کے دیگر حصوں میں بسنے والے انسانوں نے ان حریت کے شیدائیوں کی کوششوں سے بہت کم فائدہ اُٹھایا اور انسانیت مجموعی طور پر ان کی مساعی سے چنداں مستفید نہ ہوئی لیکن اگر دنیا والے مطلع عرب سے طلوع ہونے والے آفتاب حریت کی عالم افروز شعاعیں مشاہدہ کریں۔ اور اس کے لائے ہوئے پیغام میں حریت و آزادی کے زندگی بخش حقایق و معارف سے دل کو منور کریں۔ تو یقیناً ان کی نظروں میں میزینی اور گریبالڈی۔ ٹالسٹائی اور واشنگٹن جیسے آسمان حریت کے ٹمٹماتے ستارے بالکل ماند پڑ جائیں گے۔ اور انہیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ مشرق و مغرب کے لئے اگر کوئی ذات باعث

فخر و ناز ہے اور دنیا کو حقیقی آزادی اور اصلی حریت کا سبق دینے والا، انسانوں کو انسانیت کے شرف و مجد سے آگاہ کرنے والا۔ انسان کے دل کو توہمات باطلہ اور وساوس شیطانی سے نجات دلانے والا اور دنیا کا سب سے بڑا محسن اگر کوئی ہے تو وہ عرب کا یتیم اُمی (فداہ ابی و اُمی) ہے جس کے نعرۂ صداقت کے سامنے کفر و باطل کی سلطنتیں سرنگوں اور طاغوتی طاقتیں پست و مغلوب ہوگئیں۔

خیال کرو کہ چھٹی صدی عیسوی کے آخری ربع میں دنیا کے اندر انسانیت ذلت کی کن خوفناک گہرائیوں میں پڑی کراہ رہی تھی۔ جور و استبداد کی فرمانروائی تھی۔ وہ پیشانیاں جو صرف خالق اکبر کے آگے جھکنے کے لئے بنی تھیں اور جن پر خلافت الٰہیہ کی درخشاں مہر لگ چکی تھی۔ ہر زبردست قوت اور قاہر طاقت کے سامنے ذلت کے ساتھ جھک رہی تھیں۔ سورج اور چاند۔ پہاڑ اور دریا۔ گائے اور بیل۔ سانپ اور مچھلی۔ شجر و حجر اور اپنے ہی جیسے انسان سبھی ان پیشانیوں کے مسجود تھے۔ دنیا میں صرف دو شاندار سلطنتیں تھیں۔ رومی اور ایرانی مگر ان کے اندر کیا ہو رہا تھا؟ ایران کے اندر تخت حکومت پر بیٹھنے والے انسان کے سامنے ہر انسانی پیشانی نہایت عجز و انکسار سے زمین بوس ہو رہی تھی۔ روم میں قیصران روم حکومت اور فرمانروائی کے نشہ میں مخمور انسانوں کے ساتھ مویشیوں کا سا سلوک روا رکھتے تھے۔ اور اپنی تفریح کے لئے ہزاروں انسانوں کا قتل و خون جائز سمجھتے تھے۔ اور ہندوستان وہ ہندوستان جسے علوم و فنون کا سرچشمہ اور رشیوں اور منیوں کی سرزمین سمجھا جاتا ہے۔ اُس وقت انسان کی مقدس پیشانی سانپوں اور پتھر کی مورتیوں کے سامنے جھکانے کا ذلت آفریں نظارہ پیش کر رہا تھا۔ الغرض دنیا کا کوئی کونہ نہ تھا جہاں انسانیت جور و استبداد کے شکنجے میں جکڑی ہوئی نہ ہو۔ یا جس جگہ اُسے ذلتوں اور خواریوں کا تختۂ مشق نہ بنایا جا رہا ہو اور خداوند قدوس کی معبودیت کا اقرار کرنے والی زبانیں معدوم اور اس کے آستانۂ جلال و جبروت پر جھکنے والے سر مفقود نہ ہوں۔

قدرت کا قانون ہے کہ جب رات کی تاریکیاں تمام دنیا پر محیط ہو جاتی ہیں تو آفتاب عالمتاب جلوہ گر ہو کر ان کے طلسم کو توڑ دیتا ہے۔ دنیا کا کونہ کونہ اس کی شعاعوں سے منور

ہو جاتا ہے۔ اور تمام عالم بقعہ نور بن جاتا ہے۔ پس اُس وقت بھی جبکہ انسانیت انتہائی پستی میں گر چکی تھی۔ دنیا اصنام پرستی، انسان پرستی اور اوہام پرستی کی سہ گانہ زنجیروں میں مقید تھی۔ کفرو باطل کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں معمورۂ عالم پر چھائی ہوئی تھیں۔ اور انسان اخلاق فاضلہ کو کھو کر بہائم کی طرح ذلیل و خوار ہو چکا تھا۔ غیرتِ حق کو جوش آتا ہے۔ اور دنیا کی ڈوبتی ناؤ کو بچانے کے لئے سرور کائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جاتا ہے۔ جو آتے ہی لا الٰہ الا اللہ کے کفر سوز نعرے سے کفر و باطل کے قلعوں کے اندر لرزہ اور جور و استبداد کی حکومتوں میں تہلکہ بپا کر دیتے ہیں وہ انسان کو انسانیت کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہیں اس کی پیشانی سے غیر اللہ کی غلامی کا سیاہ داغ دھوتے ہیں اور شرف و مجد کی چمکتی ہوئی مُہر کو گرد و غبار سے پاک کرتے ہیں۔ انسان اپنی حقیقی قدر و قیمت کو سمجھ لیتا ہے اس کا دل شجر و حجر۔ سانپ اور مچھلی۔ گائے اور بیل وغیرہ کی پرستش سے انکار کر دیتا ہے اور وہ پھر تازہ جوش و خروش کے ساتھ تمام طاغوتی طاقتوں کے پنجہ سے آزادی حاصل کرتا ہے اور اس کی گردن صرف ایک خالق اکبر کے آگے جھک جاتی ہے اور وہ اس کے نائب کی حیثیت میں دنیا جہان کی چیزوں پر حکومت کرتا اور فرائض خلافت بجا لاتا ہے۔

آج اس بات کو اگرچہ ساڑھے تیرہ صدیاں ہو چکی ہیں مگر پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے اس سب سے بڑے محسن کی تعلیم حریت و آزادی کے نت نئے نظارے پیش کر رہی ہے کبھی لوتھر سرزمین جرمنی سے اُٹھتا ہے اور انسانی غلامی کے خلاف اپنی آواز بلند کرتا ہے۔ کبھی دیانند مہاراج آتے ہیں اور اصنام پرستی کے خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کرتے ہیں کہیں بابا نانک پتھر کی مورتیوں اور گائے بیل کی پرستش سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ الغرض دنیا میں جدھر نظر دوڑاؤ گے اسی آفتاب جہاں تاب کی پُرنور شعاعوں کو کسی نہ کسی رنگ میں جلوہ گر دیکھو گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مخالف تعصب سے نہ مانیں۔ مگر زمانہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ واقعی سردار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سبق دنیا کو پڑھایا تھا وہ اپنے حیات افروز حقایق سے قیامت تک کے لئے ہر قوم کو مستفید کرتا رہیگا۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارك وسلم

تاجدار مدینہ
کے
اخلاق حسنہ و شمائل مبارکہ

(از جناب مولانا نور محمد خاں صاحب مدرسہ محمدیہ راجپورہ)

دنیا میں بڑے بڑے رہنما و مصلحین کی جماعت آئی اور اخلاق و تہذیب کا سبق دے کر چلی گئی۔ مگر کوئی رہنما و رہبر ایسا نہیں ملتا جو اپنی تعلیم کا آپ نمونہ اور اخلاق و تہذیب کا مجسمہ ہو لیکن حضرت رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس اپنی تعلیم کی خود نمونہ تھی اگر ایک وقت وہ تہذیب اخلاق کے درس دیتی تو دوسرے وقت اس کی عملی تصویر ہوتی۔ اس وجہ سے عرب جیسی وحشی سنگدل ترشرو بیحیا جاہل قوم کو چٹکیوں میں مہذب و خوش مزاج۔ نرم طبع حلیم بنا دیا۔ اور مخلوق کو بجائے خود خالق عز اسمہ سے اولئک علی ھدی من ربھم و اولئک ھم المفلحون کا سرٹیفکٹ دلوایا۔ بے انصاف نکتہ چیں جناب کو طرح طرح کے غیر مہذب الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں آج وہ آپ کی اخلاقی تعلیم و واقعہ کو ملاحظہ کریں اور نادم ہوں چنانچہ خداوند تعالیٰ انہی بے انصافوں کے جواب میں آپ کے اخلاق کی شہادت دیتا ہے انک لعلی خلق عظیم۔ بیشک آپ ایک بڑے خلق پر ہیں۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک خدا کے فضل سے آپ ان کے لئے نرم طبع ہیں اگر کہیں کج خلق و سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آس پاس سے ہٹ جاتے۔ میں اس وقت چند اخلاقی تعلیم و واقعہ نقل کرتا ہوں۔ باقی کو قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔

تعلیم اخلاق

حضرت معاذؓ کو یمن جاتے ہوئے یہ آخری وصیت فرمائی تھی کہ اے معاذ حسن اخلاق کے ساتھ لوگوں سے پیش آنا اور ابوذرؓ کو ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے خوش خلقی کا معاملہ رکھا کرو۔

حضرت عائشہؓ کو یہ نصیحت فرمائی کہ اے عائشہ نرمی اختیار کرو اور بدمزاجی و ترشروئی و فحش گوئی سے پرہیز رکھو۔

فضائل اخلاق

ارشاد فرمایا کہ خوش خلق و خندہ رو قایم اللیل و صائم النہار کا مرتبہ رکھتا ہے اور میرے نزدیک خلیق آدمی پیارا ہے اور نیک و بد کی علامت حسن خلق ہے اور بہترین عطیات انسانی خوش خلقی ہے۔ مسلمانو اپنے اندر اخلاق حسنہ پیدا کرو اور رسالت پناہ صلعم کی تعلیم کا عملی نمونہ بنو یہی ذریعہ نجات ابدی و باعث رضائے الٰہی ہے۔

اخلاق رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ سے بڑھ کر آپ کے اخلاق کا کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں۔ آنحضرت صلعم کی عادت بُرا بھلا کہنے کی نہ تھی۔ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں کرتے تھے بلکہ معاف و درگذر فرماتے آپؐ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ آپؐ نے کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی اور نہ کبھی لونڈی غلام عورت خادم کو مارا مگر جہاد فی سبیل اللہ میں آپؐ نے کبھی کسی کی درخواست نہیں رد فرمائی لیکن جو ناجائز ہو۔ آپؐ جب گھر میں تشریف لاتے تو خندہ رو ہوتے باتیں ٹھہر ٹھہر کے فرماتے آپؐ عیب گیر و تندمزاج نہیں تھے بلکہ حلیم و رحیم و خوش بیان و راست گو تھے۔ حضرت علی جو اکثر آپؐ کی خدمت میں رہتے فرماتے ہیں۔ آپؐ کا معمول یہ تھا کہ پہلے خود سلام و مصافحہ فرماتے اور جب تک وہ خود نہ چھوڑ دیتے اُس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ جناب علیؓ فرماتے ہیں حضرت رسول اللہ صلعم کے ذمہ ایک یہودی عالم کا کچھ قرض تھا اُس نے قبل از وقت شدید تقاضہ شروع کیا آپؐ نے نرم لہجہ سے فرمایا اے یہودی اس وقت مجھ کو ادائگی قرض پر قدرت نہیں ہے یہودی کہتا ہے کہ آج میں ضرور وصول کرونگا بغیر اس کے نہیں جاتا آپؐ نے فرمایا کہ میں بھی تمہارے پاس بیٹھتا ہوں چنانچہ تمام شب اُسی جگہ گذاری و پنجگانہ بھی ادا فرمائی۔ چونکہ صحابہؓ کو بھی ادائگی قرض پر قدرت نہیں تھی اس وجہ سے اس کو اس ناشایستہ حرکت پہ ملامت و تہدید کرتے ہوئے بارگاہ رسالت میں عرض رسا ہوئے یا رسول اللہ "آپؐ" اور ایک یہودی محبوس رکھے۔ آپؐ نے صحابہؓ کو تہدید و تخویف سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرے

مجھ کو معاہد ذمی پر ظلم کرنے سے منع فرمایا (اور چونکہ بغیر ادائگی قرض جدائی ظلم اس وجہ سے اسی کے پاس رہونگا حتیٰ کہ ادھر آفتاب ظلمانی حجاب سے رونما ہوا ادھر یہودی اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ وشطر مالی فی سبیل اللہ کا نعرہ بلند کرکے سچا مسلمان ہوگیا اور کہا کہ میں نے جو یہ حرکت کی ہے وہ محض اس وجہ سے کہ میں نے توارت میں پڑھا تھا کہ نبی آخرالزماں خلیق شفیق حلیم رحیم نرم طبع مہربان ہونگے چنانچہ آپ ایسے ہی ہیں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ وشطر مالی فی سبیل اللہ۔

حضرت انسؓ خادم خاص فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جناب رسول خدا کے ہمراہ چلا جاتا تھا اور آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک وحشی جنگلی سامنے سے آکر حضرت کی چادر کو سر مبارک سے اتنے زور سے کھینچا کہ اس کے صدمہ سے گردن مبارک سرخ ہوگئی اور چادر کے موٹے موٹے نشانات پڑ گئے۔ آپ نے اس صحرانشین سے خندہ پیشانی سے پوچھا کہ "کہئے کیا حکم ہے" اس نے کہا آپ مجھے مال دیجئے۔ اس پر آپ نے اس کو دوبارہ دیکھ کر تبسم فرمایا اور بیت المال سے اس کو ایک خاص رقم دلوادی۔ وہ خوش خوش اپنے گھر چلا گیا۔

جنگ احد میں جیسا آپ نے تحمل مصائب وعزم واستقلال کا اظہار فرمایا ہے اس کی نظیر آپ خود ہیں آہ افسوس۔ "آپ کے جان نثاروں وجانبازوں کا چشم مبارک کے سامنے شہید ہونا اور حقیقی چچا کا جگر چبا ڈالا جاوے ناک کان کاٹ کر مثلہ کردیا جاوے خود آپ پر تلواریں چلیں پتھر برسے جبین مبارک خوں آلودہ ہو، دندان مبارک شہید کیا اور ہزاروں حملے کئے مگر سب کی یاد آثر یہ جملہ ارشاد ہوتا ہے اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ خداوندا اس قوم کی ہدایت کیجئے کہ یہ جاہل ہے۔

ایک مرتبہ کسی غزوہ سے واپس ہورہے تھے۔ گرمی کا زمانہ، دھوپ سخت، منزل دور ایک درخت کے نیچے بستر لگایا، تلوار شاخ میں لٹکادی اور آرام فرمانے لگے ناگاہ ایک بدو کافر نے بیخبری میں تلوار اتار لی۔ دفعۃً آپ بیدار ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں ایک شخص تلوار برہنہ لئے ہوئے سرہانے کھڑا پوچھتا ہے۔ "کیوں محمد تبلاؤ اس وقت آپ کو کون بچاویگا" آپ نے فرمایا اللہ۔ یہ پر اثر آواز سنتے ہی اور اخلاق حمیدہ دیکھ کر تلوار نیام میں، خود اسلام میں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ

تواضع وانکسار

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جناب رسول خدا صلعم خود کپڑوں میں پیوند لگا لیتے پاپوش گانٹھ لیتے دودھ نکال لیتے۔ بازار سے سودا لاتے گھر کا سب کام خود ہی کرتے غریبوں اور مسکینوں کے ہمراہ کھانا کھا لیتے فقراء و غرباء کی بیماری کے وقت اُن کی عیادت فرماتے تواضع و انکسار کی وجہ سے اکڑوں بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بندہ ہوں اور بندہ کی طرح بیٹھتا اور کھاتا ہوں اپنے لئے جائز تعظیمی الفاظ بھی نہیں پسند فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا۔ اے ہمارے آقا اور ہمارے آقا کے فرزند اور ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے فرزند۔ آپؐ نے فرمایا لوگو پرہیزگاری اختیار کرو شیطان تمہیں بہکا نہ دے میں عبداللہ کا بیٹا محمدؐ ہوں خدا کا بندہ اس کا رسول۔ مجھ کو جو مرتبہ خدا نے بخشا ہے مجھے پسند نہیں کہ اس سے زیادہ بڑھاؤ۔ ایک بار ایک مجنونہ عورت خدمت میں آئی اور کہا کہ آپ سے مجھ کو کام ہے۔ فرمایا میں حاضر ہوں۔ جہاں تو چلے چل سکتا ہوں۔ چنانچہ وہ ایک گلی میں لے گئی آپ بھی تشریف لے گئے۔ اس کے کام کو انجام دیا۔ بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دینے میں آپ کو عار نہ تھا۔ ایک دفعہ آپؐ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے ایک بدو نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا میرا ذرا سا کام رہ گیا ہے شاید میں بھول جاؤں آپؐ نے نماز مسجد سے باہر آئے اور اس کا کام پورا کر کے نماز ادا کی۔ اسی طرح ایک شخص سامنے آیا اور نبوت کے رعب سے کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا مطمئن رہو میں فرشتہ نہیں ہوں بلکہ ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔

دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک

اکثر مصلحین کے صحیفۂ اخلاق دشمنوں پر ترحم و حسن سلوک سے خالی نظر آتے ہیں مگر سرکار مدینہ صلعم کا اخلاق اس کے لئے ایسا ہی وسیع تھا جیسے اور معاملات کے لئے طویل تھا چنانچہ عکرمہ فرزند ابوجہل آپ کے سخت ترین دشمن تھے جب ان کی بی بی ان کو مسلمان کر کے خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپؐ فرط محبت سے اٹھ کھڑے ہوئے حتیٰ کہ جسم اطہر پر چادر مبارک بھی نہ تھی اگرچہ زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ مرحبا بالراکب المھاجر۔ ثمامہ بن اثال جو اشقیا میں سے تھا کسی طرح گرفتار ہوا ستون میں باندھا گیا کئی روز کے سوال و جواب کے بعد آپؐ نے فرمایا اسے کھول دو

اور آزاد کر دو تمام خلاف توقع لطف و عنایت سے مسلمان ہو گیا۔ فتح مکہ کے وقت انتقام کا اچھا موقع تھا۔ بجائے بدخواہ و خون کے پیاسے سامنے آئے تو صرف یہ کہہ کر آزاد کر دیا لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء۔ تم پر آج کے روز کچھ ملامت نہیں جاؤ سب آزاد ہو۔ الحاصل وہ ذات سراپا رحمت تھی۔ صدق اللہ تعالیٰ انا ارسلناک رحمۃ للعالمین۔ آپ کے اخلاق و تواضع و حسن سلوک کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ . . . . سچ تو یہ ہے۔ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اور لا یمکن الثناء کما کان حقہ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ربیع الاول کا مبارک مہینہ

(از جناب مولوی عبد اللہ صاحب غازیپوری)

جبکہ عالم کا چپہ چپہ اور کونہ کونہ شرک اور کفر سے ملوث تھا۔ ظلمت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ اس وسیع سرزمین پر کوئی متنفس اللہ کا نام لیوا نظر نہ آتا تھا۔ خصوصاً خطہ عرب کہ جہالت اور الحاد کا مرکز و محور سمجھا جاتا تھا جس کی ضلالت و جہالت کا ادنیٰ کرشمہ یہ تھا کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا نہ صرف باعث فخر و کمال تھا۔ بلکہ شرافت و نجابت کے اصل اصول میں شمار کیا جاتا تھا۔ قوم میں بت پرستی عام طور سے جاری تھی۔ بات بات میں تلواریں میانوں سے باہر نکل آتی تھیں۔ غرضیکہ کوئی جہالت، کوئی حماقت، کوئی برا کام ایسا نہ تھا کہ جس کی تربیت گاہ عرب کی آغوش زمین نہ ہو۔ جب نفاق، شقاق، خونریزی، رہزنی حد سے زیادہ متجاوز کر گئی۔ تو ایسے نازک اور پرآشوب زمانہ میں ایک نبی کی ضرورت پڑی۔ جو قوم کو اس جہالت اور ابتری صنم پرستی سے نکال کر اس اللہ کے سامنے سربسجود کر دے۔ جو ان تمام مخلوقات و اصنام سے بالاتر اور وحدہٗ لا شریک ہے۔

عین اس موسم میں جبکہ بہار کمسن تھی۔ ربیع الاول کا مبارک مہینہ۔ دوشنبہ کا مقدس دن صبح صادق کا کیفیت پاش وقت تھا۔ ہر درخت پھولوں سے ہر پھول پنکھڑیوں سے ہر پنکھڑی مہک سے ہوا کو معطر کر رہی تھی۔ زمین کی سطح قبائے سبز میں ملبوس تھی۔ چڑیاں چہچہا رہی تھیں۔

ہوا اٹھکیلیاں کرتی ہوئی آہستہ آہستہ خرام ناز سے چل رہی تھی۔ آسمان پر تارے اپنی چمک دمک دکھا رہے تھے۔ چھوٹے بڑے پودے صہبائے مسرت میں مست ہو کر جھوم رہے تھے۔ جس طرف نظر اٹھا کر دیکھئے ایک دلفریب منظر سامنے آجاتا تھا۔ کہ ہمارے حضور اقدس نبی اکرم آقائے نامدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے قدم رنجہ فرما کر اس ویرانۂ ضلالت کو محفل ہدایت سے متبدل فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ہمیں اس مقدس اور متبرک مہینے کی قدر و منزلت کرنی چاہئے کہ جس کی بارہویں تاریخ کو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ اور ہم گم گشتگانِ طریقت کو گمراہی سے نکال کر رہِ راست پر لائے اور خدا کے پیارے اور برحق دین اسلام کو پھیلایا۔ لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر ایک خدا کا غلام بنایا۔ بری باتوں سے روک کر اچھی باتیں سکھائیں اور جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا کا تمام دنیا میں ڈنکہ بجا کر اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ کا سب کو سبق پڑھایا۔ ؎

لَا یُمکن الثنا کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اتباع سنت و رد بدعت

(از جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ناصح کرنیوی عظیم آبادی)

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

ربیع الاول کا مہینہ تھا اور عام الفیل کا پہلا سال۔ جبکہ ملک عرب کے مشہور شہر مکہ کے ایک معزز گھرانے میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت واقع ہوئی تھی۔ باپ کا سایۂ عاطفت تو پہلے ہی سر سے اٹھ چکا تھا ماں کے آغوشِ محبت سے بھی عالم طفولیت ہی میں محروم ہو جانا پڑا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ یتیم اور بیکس بچہ آیندہ چل کر والی یتامیٰ اور کس بیکساں ہوگا۔ اس واقعۂ حیرت افزا سے ان لوگوں کو درس عبرت لینا چاہئے جو مصیبت کو غضب الٰہی

کا باعث اور آفت کو عتاب ربانی کا موجب سمجھتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ بعض اوقات مصائب و نوائب کا یہ نزول انسان کے بعض اعمال سیئیہ مکسوبہ کی جزا اور اس کے گناہوں کی سزا کے طور پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے مگر گاہ یہی مصیبتیں باعث رحمت اور یہی آفتیں سبب کلفت نہیں ہوا کرتیں۔ بلکہ محض ابتلاء اور آزمائش کے لئے آتی ہیں جو پیش خیمہ ہوتی ہیں آئندہ نعائم الہٰی اور افضال ربانی کا کیونکہ ع جانچ ہوتی ہے اسی کی جس پہ ہوتا ہے کرم۔ ورنہ آنحضرت صلعم سے بڑھ کر تائید ربانی اور برکات الہٰی کا مورد اور کون ہو سکتا ہے یہی مصائب اور آلام ہیں کہ جب قومی و ملی صورت میں نمودار ہوتے ہیں تو اکثر تنزل یا ہلاکت کا باعث نہیں ہوتے۔ بلکہ ارتقاء اور ترقی کے اسباب بنتے ہیں بشرطیکہ ان کا احساس وقت پر کیا جائے اور ان سے نجات و اندفاع کے لئے مناسب تدابیر اور صحیح کوششوں کو کام میں لایا جائے۔ بنی اسرائیل اور خود دور اولین کے مسلمانوں کے ابتلا پر نظر کرو کیا انکی یہ تمام مصیبتیں ان کے لئے آئندہ فلاح اور بہبود کا پیغام لے کر نہ آئی تھیں اور کیا یہی مصائب اور آلام ان کے شیرازۂ قومیت کے مضبوط کرنے کا باعث نہ تھے۔

بہر حال پچیس برس کے سن شباب میں آپؐ کی شادی برادری کی ایک چہل سالہ بی بی مگر نیک بخت اور عفت مآب معزز خاتون حضرت خدیجہؓ بنت خویلد سے ہوئی جن کے بطن شریف سے حضرت فاطمہؓ جیسی فخر زمانہ بی بی پیدا ہوئیں۔ اکتالیسویں سال میں آپؐ خلعت نبوت سے سرفراز کئے گئے اور دنیا کے اسٹیج پر پیغمبری کا ایکٹ ادا کرتے ہوئے نظر آئے اور ایک ایسی شریعت لائے جو پہلی تمام شریعتوں سے زیادہ مکمل اور زیادہ یسیر العمل ہے۔ آپ پر مثل انبیاء سابقین کے ایک کتاب نازل کی گئی جو جملہ کتب سابقہ کی ناسخ اور اپنے طرز کی جامع اور مانع کتاب ہے۔ آپ نے نبوت کا کام تیئیس برس تک باحسن وجوہ انجام دیا۔ اپنے وطن مالوف میں جب اپنی قوم کے افراد کو دعوت حق دی تو بعض سعید روحیں تو خفیہ اور علانیہ ایمان لے آئیں مگر کثیر تعداد ایسے شقی اور بد بخت نفوس پر مشتمل تھی جنہوں نے ایسی سخت مخالفت اور اتنی شدید مخاصمت کی کہ اگر تائید ربانی شامل حال نہ ہوتی تو یہ لوگ دخالم بدہن اس تحریک اور اس کے محرک کا کبھی کا خاتمہ کر چکے ہوتے۔ نبوت کے آٹھویں سال آپؐ ظاہری سہارے اور عارضی اعانت سے بھی محروم ہو گئے۔ آپؐ کے چچا ابو طالب اور آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہؓ نے یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دیا۔ اب اشرار کی شرارتیں اور بھی بڑھ گئیں اور آپ کو چار و ناچار تیرہ

سال بعد وطن کو خیرباد کہہ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ یہاں بھی خلاف اُمید کفار نے چین نہ لینے دیا اور مادی طاقت کی کثرت اور دنیاوی سازوسامان کی فراوانی کے بل بوتے پر بار بار آپ کو زک دینے اور عمل سے باز رکھنے نیز ممکن ہو تو ساری تحریک کا تاروپود ہی بکھیر دینے کی جدوجہد شروع کی مجبوراً آپؐ کو بھی اُن کی شرارتوں سے بچنے نیز حفاظت حقوق وصیانت دین کی خاطر بدر، اُحد، خندق، خیبر، حنین وغیرہ کی دفاعی جنگوں میں حصہ لینا پڑا۔ مگر ہر موقع پر بفضل ربانی اور بتائید ایزدی فتح وظفر نے ساتھ دیا۔ وفات سے تین سال پیشتر تاریخ اسلام کا وہ مہتم بالشان اور انقلاب انگیز واقعہ پیش آیا جس نے ملک عرب سے کفر وشرک اور ضلالت وگمراہی کی جڑ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھود کر پھینک دی۔ اور قرآنی پیشین گوئیوں کے مطابق لوگ جوق جوق اور فوج فوج دین الٰہی میں داخل ہونے لگے یہ حادثہ کبریٰ تاریخ اسلام میں فتح مکہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم کو کچھ دلجمعی اور سکون حاصل ہوا اور اطمینان کے ساتھ تبلیغی کاموں میں مشغول ہونے کا کامل موقع ملا۔ اب آپؐ نے اپنے تبلیغی پروپیگنڈا کو اندرون ملک کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی وسعت دینی شروع کی اور نہ صرف عوام الناس بلکہ شاہان وقت اور تاجداران عہد کے پاس بھی دعوت نامے ارسال فرمائے۔ پیشتر بھی جبکہ آپ مختلف مشغولیتوں اور طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا تھے۔ قریشیوں کی بار بار کی یورشیں، ہمسایوں کی بدعہدیاں اور بے وفائیاں، منافقوں کے مکروخداع، یہ سب کچھ خطرات تھے پھر بھی آپ فرائض نبوت اور تبلیغ رسالت کے کاموں سے ذرا بھی غافل نہ رہے۔ جو مسلمان تھے اُن کو تعلیمات اسلام سے روشناس کراتے رہے اور جو مسلمان نہ تھے اُنہیں دعوت اسلام دیتے رہے۔ بالآخر سنہ ۱۰ھ میں پہلا اور آخری حج کر کے اور تکمیل دین کی سند الٰہی حاصل ہو جانے کے بعد اگلے برس یعنی سنہ ۱۱ھ کے ماہ ربیع الاول میں بعمر ۶۳ سال قرب الٰہی سے مشرف ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسلام وتعلیمات اسلام

یہ تھے آپؐ کی زندگی کے مختصر حالات، اہم حادثات وضروری سوانحات جو سطور بالا میں سپرد

قلم ہوئے۔ اب ہم ذیل کی عبارتوں میں آپ کی ان تعلیمات پر کسی قدر روشنی ڈالتے ہیں۔ جو ایک مومن و مسلم زندگی کی راہ عمل کے لئے شمع ہدایت ہونی چاہئے۔ اگرچہ قرآن شریف کی مختلف آیتوں اور کتب احادیث کی جدا جدا روایتوں میں اسلام اور مسلمانوں کی نسبت مختلف تعریفیں آئی ہیں مگر حقیقت میں مفہوم کے اعتبار سے سب ایک ہی ہیں۔ ساری اسلامی تعلیمات کا لب لباب ان چند الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ "ایمان باللہ۔ اقرار رسالت، ادائے ارکان اربعہ (نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج) اطاعت خدا و رسول فی الاوامر والنواہی۔ یعنی اتباع سنت و اجتناب عن البدعت اور بس۔ ان کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے نہ کسی لمبے چوڑے وعظ کی ضرورت ہے اور نہ کسی مزید تشریح کی حاجت۔ ایک شخص جب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا اعلان کرتا ہے تو گویا وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ نئی اور پرانی جملہ شریعتوں سے منہ موڑ کر اس ایک ہی شریعت کو اختیار کرتا ہے جس کو خدا اور اس کے رسولؐ نے ترتیب دیا ہے۔ اور کہ اپنی آیندہ زندگی کو اسی اسوۂ حسنہ اور صراط مستقیم پر جادہ پیمائی کے لئے وقف کر دیگا اور حتی الامکان سر مو تجاوز نہ کریگا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ شخص اپنے قول میں جھوٹا اور ایمان کا کچا ہے حقیقی مومن نہیں ظاہر مسلمان ہے۔

شریعت اسلامی کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو وہ کہ جس کی تشریح خود خداوند کریم نے کی ہے اصطلاح شرع میں اس کو "حدود اللہ" کے لقب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں جا بجا احکام بیان کرنے کے بعد تنبیہ کے طور پر تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا اور تلک حدود اللہ فمن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الکافرون وغیرہ فرمایا ہے۔ ان آیتوں میں حفاظت حدود الٰہی کی تاکید کی گئی ہے۔ ایک اور آیت میں اسی مفہوم کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک ھم العادون۔ اصل شریعت قرآن مجید ہی ہے اور باقی درحقیقت اسی کی فرعیں اور شرحیں ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی کے اتباع اور اطاعت کی دعوت دی ہے اور ہر ایسی تشریح یا شریعت سے جو اصل میں اس کی فرع نہ ہو کسی صورت میں بھی اختیار کئے جانے کی اجازت نہیں دی۔ فرماتا ہے اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء اور ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل

فتفرق بکم عن سبیلہ اور ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون وغیر ذلک من الآیات
دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسے آنحضرت صلعم نے مدون کیا ہو یا اسکی فرع ہو۔ پہلا فرض یا واجب اور دوسرا
سنت یا مستحب کا حکم رکھتا ہے۔ سنت کی تعریف یا تعیین میں علمائے اصولیین کا اختلاف ہے
بعض کے نزدیک صرف رسول اللہ صلعم کے اقوال و افعال کا نام سنت ہے اور بعض صحابہ
کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو اس زمرہ میں ہر اس طریقہ کو داخل کرتے
ہیں جو مسلوکہ دین ہو۔

سنت کی ضد بدعت ہے۔ سنت کی تعریفیں تو اوپر گذر چکیں اب بدعت کی حقیقت بھی
جان لینی چاہیئے۔ بدعت سیئہ بخلاف سنت کے ہر وہ قول و عمل ہے جس کا ثبوت نہ تو صدر اسلام
سے ملتا ہو اور نہ کتاب و سنت سے بطریق اجتہاد مستنبط ہو سکتا ہو۔ ہر مومن و مسلم ہستی کے لئے جس
شے کی پیروی واجب ہے وہ صرف اسوہ حسنہ نبوی اور مسلک صحیحہ صحابہ ہے۔ پیران پیر حضرت
خواجہ عبدالقادر جیلانی رح اپنی مشہور تصنیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں فعلی المومن اتباع
السنت والجماعۃ فالسنۃ ماسنۂ رسول اللہ صلعم والجماعۃ ما اتفق علیہ اصحابہ عمل بالسنۃ میں
سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے التزام سے کوئی شخص صراط مستقیم سے بھٹک نہیں سکتا
رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وسنتی لن تضلوا بعدی ما تمسکتم بہما
حقیقت میں آج جو اختلافات اور فرقہ بندیوں کا ایک طوفان بدتمیزی اسلام کے اندر پھیلا ہوا
ہے اس کا تنہا سبب اسی سنت نبوی کا عدم تمسک ہے اور فی زماننا جبکہ اختلافات اس
قدر کثیر ہیں کہ ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علٰحدہ بنائے ہوئے ہے ہماری سلامتی اسی میں
ہے کہ ہم صرف سنت پر عمل کریں اور ماسواء سے دست کش ہوں۔ ایسے مواقع کے لئے آنحضرت
نے اسی کی ہدایت فرمائی ہے۔ فرمایا ہے کہ من یعیش منکم بعدی فیسری اختلافاً کثیراً فعلیکم
بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکو بھا وعضو علیھا بالنواجذ ایسے موقع پر کہ یہ
طوفان عام ہو پھر بھی اپنا دامن تر ہونے سے بچائے رکھنا اور لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرنا حقیقت
میں ایک جہاد عظیم ہے اور ایسا جہاد کہ اجر کے اعتبار سے سیکڑوں کے برابر ہے۔ حدیث
میں آیا ہے کہ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر ماۃ شہید۔ الغرض نجات کا واحد ذریعہ

عمل بالسنت ہی ہے اور جنت کا حقیقی مستحق اور اصلی وارث وہی ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا ہے من عمل بالسنت کان معی فی الجنۃ

جس قدر شارع علیہ السلام نے سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دلائی ہے اتنا ہی بلکہ اس بھی زیادہ احداث و بدعت سے بچنے کی فہمائش کی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے ایاکم والمحدثات الامور فان الشر الامور محدثاتھا کل محدثۃ بدعۃ ضلالہ وکل ضلالۃ فی النار اور فرمایا من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ بدعت طرازی میں ایک خسران بین یہ ہے کہ جس قوم میں یہ رائج ہو جاتی ہے اُس سے اُتنی ہی سُنت جو فلاح و نجات کا حقیقی وسیلہ ہے اُٹھ جاتی ہے حدیث شریف میں ہے ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینھم الا نزع اللہ من سنتھم مثلھا ثم یعیدالیھم الی یوم القیامۃ۔

اگر احداث و بدعت کا مقصد حصول ثواب اور رجائے اجر ہے تو ظاہر ہے کہ اعمال مسنونہ ہی اس قدر کثیر ہیں کہ اگر کوئی شخص ان سب پر حاوی ہونا چاہے تو ناممکن ہے کہ اپنی زندگی میں ان سب سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہو سکے۔ پس کیا ضرورت ہے کہ انسان حصول ثواب کے یقینی ذریعہ عمل کو چھوڑ کر ایسی شے کا تمسک کرے جو صرف خیالی اور مخدوش ہو۔ قلیل سنت پر عمل کرنا بہت سی بدعتوں پر عمل ہونے سے کہیں افضل ہے۔ حدیث میں آیا ہے عمل قلیل فی السنۃ خیر من عمل کثیر فی البدعۃ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں الاقتصاد فی السنۃ احسن من الاجتھاد فی البدعۃ ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے ما احدث قوم بدعۃً الا رفع مثلھا من السنۃ فتمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ۔

صحابہ کرامؓ بدعت کے معاملہ میں نہایت محتاط تھے۔ وہ اتنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ تسبیح و تہلیل پڑھنے کے لئے حلقہ باندھا جائے یا موذن اذان کے بعد تثویب پڑھے یا چھینک لینے کے بعد الحمدللہ کے ساتھ "والسلام علی رسول اللہ" کہے یا عیدگاہ میں خطیب کے لئے منبر بچھایا جائے اور خطبہ قبل از نماز دیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہ سب امور عہد نبوی میں رائج نہ تھے اور بعد میں ایجاد کئے گئے تھے۔ اتباع سنت اور رد بدعت میں صحابہؓ کے اشتداد کی وجہ رسول اللہ صلعم کی یہ حدیث تھی مامن نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی الاکان لہ حواریون و

اصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدہ خلوف یقولون مالا یفعلون مالا یؤمرون فمن جاھدھم بیدہ فھو مومن ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مومن یعنی انبیائے سابقین کے حواری واصحاب ان کے احکام پر عمل اور انکی سنتوں کا اتباع کرتے تھے مگر ان کے بعد ان کے اخلاف ایسے لوگ ہوتے تھے جن کا قول فعل کا ممنون نہیں ہوتا اور وہ عمل کرتے جس کے وہ مامور بہ نہ ہوتے پس جو ایسوں سے ہاتھ یا زبان یا دل سے جہاد کرے وہی مومن ہے۔

اللہ اللہ ایک وہ اسلاف تھے جنہیں اتباع سنت میں اس قدر انہماک تھا اور اب ایک ہم ان کے خلوف ہیں جو حدیث مذکور کے مصداق بن کر احداث وبدعت میں نہایت غلو رکھتے ہیں فی زمانہ ہمارا کون سا کام بدعت سے خالی ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہمارے عقائد ہماری عبادات ہمارے اقوال ہمارے افعال غرض ہمارا مرنا جینا یعنی زندگی اور زندگی کی کل باتیں بدعت سے مملو ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہی میلاد کی رسم ہے جو اسی مہینہ کی ۱۲ تاریخ میں عموماً ہر جگہ منائی جائیگی اور پھر اس کے بعد بھی لگ بھگ سال بھر تک اس کی مجلسیں ہوتی رہیں گی اس کا احداث مسلمانوں میں خیر القرون کے بہت بعد ساتویں صدی ہجری میں ہوا۔ چونکہ اس ہیئت ومقصد کی کسی مجلس کا ساتویں صدی سے پیشتر کچھ نشان نہیں ملتا۔ لہذا اس کا مبتدع ہونا الم نشرح ہے جس کا حامیین کو بھی اقرار ہے مگر نفس شیطان نے حسنہ وسیئہ کی تفریق کر کے انہیں دھوکے میں ڈال دیا ہے زین لہم الشیطان اعمالھم وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔

مجلس ذکر میلاد مقصد کے اعتبار سے تو نہایت اہم اور بجائے مستحسن فعل ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ صلعم کا ذکر مبارک ہوتا ہے جو ارشاد وہدایت کا موثر اور عملی طریقہ ہے اس سے ایک طرف تو مسلمانوں کے قلوب میں ایمان کی تازگی اور اتباع سنت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ دوسری طرف غیر مسلموں کے لئے دعوت الی الحق کا ذریعہ اور ان کے قبول اسلام کا باعث ہو سکتا ہے وذلک ما کنا نبغ منہ مگر افسوس ہے کہ طرز انعقاد اور طریقہ بیان کچھ ایسا ناقص واقع ہوا ہے کہ سارا عمل خطبات جمعہ وعیدین کی طرح مہمل اور فضول ہو کر رہ جاتا ہے اور اس طرح اس کے مبتدع ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہتا ما حذیہا النبی صلعم۔ خطبہ چاہے ناقص ہو یا کامل ہر طرح ادا ہو جاتا ہے کیونکہ

وہ ایک مشروع فعل اور جزو عبادت ہے۔ مگر اس عمل کے لئے تو ناقص ہونے کی صورت میں کوئی شرعی دلیل ہی نہیں جس سے اس عمل کے جواز پر استدلال کیا جا سکے بلکہ محض عبادت کی صورت قائم ہو جاتی ہے جس کے عمل سے ثواب کی توقع کیجاتی ہے اور یہی بدعت ہے۔ کیونکہ عبادت وہی معتبر اور مثاب ہے۔ جس کا بعینہٖ ثبوت صدر اسلام میں مل سکے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ من عمل عملاً لیس فیہ امرنا فھو رد یعنی جس نے کوئی ایسا کام کیا کہ اسکے کرنے کا حکم اللہ اور رسول نے نہ دیا ہو تو وہ فعل مردود ہوگا۔

اندریں حالات میری رائے میں انعقاد مجلس میلاد کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے وعظ و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت سے زیادہ درجہ نہ دیا جائے اور اس کے لئے کسی ایسے ماہر شریعت عالم باعمل کو بلایا جائے جو تقریر کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم کے اقوال و افعال کے اسوۂ حسنہ کو اس طرح موثر پیرایہ میں پیش کرے کہ اس کو سن کر حاضرین مجلس سے پورا پورا اثر لے کر اٹھیں ان کے دلوں میں اتباع سنت اور عمل بالمعروف کا جذبہ پیدا ہو وہ اس کی بخشی ہوئی روشنی میں اپنے اعمال کا احتساب کر سکیں اور حتی المقدور اپنی آئندہ زندگیوں کو سلف صالحین کا پورا پورا نمونہ بنانے کی کوشش کریں۔

ہلال عرب

(از جناب ظہور احمد صاحب صدیقی منصف سلطان آباد)

ملک عرب میں جس وجود مقدس کا ظہور ہوا اس کے فضائل اخلاق و ولادت سعادت کا اظہار کرنے کے قبل اس ارض مقدس کی اجمالی تاریخ و وجہ تسمیہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ عرب جس کا اطلاق بلا امتیاز ہر عربی بولنے والی قوم پر کر دیا گیا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے اور اصل مفہوم کیا ہے۔ عرب کا اطلاق اصل میں محض جزیرہ نمائے عرب کے باشندوں پر اور نیز ان اعراب بادیہ پر ہو سکتا ہے جو چراگاہوں کی تلاش میں شمالی عرب میں چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ بدوی اور شہری زراعت پیشہ عربوں میں فرق ہے جس کی صراحت اور تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں البتہ اتنا جتا دینا ضروری ہے کہ ابتدائے ایام سے جس طرح شہری اور غلامین شام اور عراق میں خانہ بدوش

قبائل کو اپنا عدو سمجھتے ہیں اسی طرح خود عرب میں بھی بدو سے متمدن آبادی پناہ مانگتی ہے خاص ملک عرب چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور جدا جدا قبیلوں میں تقسیم تھا جو ہمیشہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے کہ یکایک رحمتِ الٰہی نے ان کو اسلام کے علم کے نیچے ایک مضبوط فاتحانہ سلطنت کے نظام میں متحد کر دیا اور ایک مدت مدید تک یکجہتی سے رہے اور یہ اتحاد تاریخ اسلام میں اسلام کا معجزہ سمجھا جاتا ہے اور ان کو جو نصرت و کامرانی و قوت و شوکت حاصل ہوئی اور جو عظمت عرب کو نصیب ہوئی وہ محض نبی ہاشمی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں تھی۔ عرب کو شرف بعثت نصیب نہ ہوتا تو اس قوت کا حصول خارج از امکان و بعید از قیاس تھا اور یہ محتاج بیان نہیں کہ حضور سرور دوعالم روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغتنمات مقدس رنگت اور قومیت کے پرتو سے بلند اور ماوری تھی۔ غرضیکہ عرب کو جو شرف و امتیاز حاصل ہوا وہ اسلام کا سبب ہے۔ یہ گوہر پاک نہ ہوتا تو پھر تاریخ عالم میں عرب کسی شمار و قطار میں نہ ہوتا اور اسلام کی ہمہ گیر اور فیاضانہ تحریک ملک عرب سے وسیع ہوئی۔ اسی ارض مقدس میں اس مہ عرب کا ظہور قدسی ہوا جس کی توصیف میں قلم کو جنبش ہوئی اور سپرد قرطاس کرنا پڑا وہ یہی ماہ مسعود و مبارک ہے اب چمنستان دہر میں روح پرور بہاریں آچکی ہیں۔ چرخ نادرہ کار نے بزم عالم . . . اس سروسامان سے سجائی ہے کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں۔ یہ ماہ ایسا مبارک ہے جس کے انتظار میں پرکہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کئے۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں چشم براہ تھے۔ کارکنانِ قضا و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں۔ ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں۔ توحید ابراہیم جمال یوسف معجز طرازی موسیٰ، جاں نوازی مسیح سب اسی لئے تھی کہ یہ متاع ہائے گراں شہنشاہِ کونین کے دربار میں کام آئیں گی اب توحید کا غلغلہ شغب ہوا۔ چمنستان بہارِ سعادت میں ہریالی آگئی۔ آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاق انسانی کا آئینہ جمال پرتو قدس سے چمک دمک اٹھا یعنی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جگر گوشۂ آمنہ، شاہ حرم، حکمرانِ عرب، فرمانروائے عالم شہنشاہِ کونین عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوئے اللھم صل علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

تاریخ ولادت میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہیں کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا یعنی ۹۔ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی ہے۔ آپ

کا نام مبارک محمد (رسول اللہ) رکھا گیا اور عبدالمطلب نے یہ نام رکھا تھا۔ اللھم صل علیہ وسلم صلوۃ
کثیرًا کثیرا تمام ارباب مذاہب میں سے ہر ایک کو اپنا مذہب اُسی قدر عزیز ہے جس قدر دوسرے کو
ہے۔ اس لئے اگر بے پردہ سوال کیا جائے کہ دنیا میں کون ہستی تھی جس میں جامعیت کبریٰ کا وصف
نمایاں تھا تو ہر طرف سے مختلف صدائیں آئیں گی لیکن اگر یہ ہی سوال اس پیرایہ میں بدل دیا
جائے کہ دنیا میں وہ کون شخص گذرا ہے جس کا کارنامہ زندگی اس طرح ہو کہ ایک طرف توصحت
کا یہ انتظام تھا کہ کسی صحیفۂ آسمانی کے لئے بھی نہ ہو سکا اور دوسری طرف وسعت اور تفصیل کے
لحاظ سے یہ حالت ہے کہ اقوال و افعال وضع و قطع شکل و شباہت، رفتار و گفتار، انداز گفتگو
طرز زندگی۔ طریق معاشرت ہو تو اس کا جواب صرف یہ ہی ہو سکتا ہے (محمد عربی فدیہ بابی و امی)

اکمل ترین انسان کے محیر العقول کارنامے

(از جناب مولانا عبدالحلیم صاحب حسینی خاص نامہ نگار مدینہ)

تاریخ شاہد ہی نہیں ہے کہ بعثت رسول اکرمؐ اس دنیائے آب و گل کے اندر تہذیب
تمدن کی بہار روح پرور کے دور دورہ کا باعث ہوئی اور بلحاظ تکملہ۔ قلت زمانہ اور پائیداری جو
اصلاحات رونما ہوئیں وہ اپنی نظیر آپ ہی نہیں ہیں بلکہ دنیا کی تاریخ کے اوراق کی زبان
پر قفل سکوت ہے کہ کوئی اور نظیر پیش کرے۔ آج دنیا کی آنکھیں اس نشہ میں مخمور ہیں کہ کسی
ایسے حضرت انسان کا وجود خواہ وہ پیغمبر زماں یا مصلح یا ہادی قوم ہی کیوں نہ ہو نظر نہیں آتا۔ یا
کسی ایسی سلطنت کی بنا نہیں ڈالی گئی جس کی اصلاحی کارگذاریاں مستقل اور دائمی ثابت
ہوئی ہوں۔

امی فلاسفر، ہادی مکرم اور فخر موجودات کے محیر العقول کارنامے ایک دفتر بے پایاں ہیں
مشتے نمونہ از خروارے ہدیہ قارئین کرام کرتا ہوں۔

(الف) یہ ایک حقیقت لاریب ہے کہ آپؐ کے مبعوث ہونے سے عرب سے بت پرستی
کا دائمی خاتمہ ہو گیا۔ اور وحدت کا نقارہ بجا۔ ضیا باری اسلام سے پیشتر عرب شہرہ آفاق بت پرست

تھے۔ حتیٰ کہ یہ زہر مہلک عیسائیوں میں سرایت کر چکا تھا اور مریم کا بُت بنا کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ دو خدا پر ایمان لانا زرتشتوں کے ایمان کی مایۂ ناز پونجی تھی۔

یہودیوں نے عزیرؑ کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ آفتاب و ماہتاب۔ ستارے اور پہاڑ ندیاں، گائیں اور اونٹ اور دنیائے دنی کی تقریباً کل اشیاء کا شمار عبادات میں تھا۔

(ب) ام الخبائث شراب نوشی اور زناکاری کا قلع قمع آپؐ کے وجود مقدس کا رہین منت ہے۔ بادہ نوشی اور حرامکاری خواہ لوگوں میں علانیہ اور عام طور پر مروج تھی طلوع آفتاب اسلام کے قبل عربوں کے نزدیک کوئی جرم نہیں تھا۔ بلکہ اُن کی نگاہوں میں باعث افتخار اور عزت افزائی تھا۔ ان لوگوں میں بلا ناغہ محفل رقص اور شراب خواری پانچ بار مرتب ہوتی تھی۔ جو بعد ازاں نماز پنجگانہ کے قالب میں ڈھلی۔

(ج) آپؐ کی ذات بابرکات کا یہ ایک ادنیٰ معجزہ تھا کہ بچہ کُشی اور قربانیٔ انسان یکقلم موقوف ہو گئیں جو عرب میں عموماً رائج تھیں۔

(د) قتل و خون کا مرض جو ہر فرد خاندان اور فرقہ کو پکڑ چکا تھا اور ناقابل علاج تھا آپؐ کا وجود پاک مسیحائی کر گیا۔

(ہ) ان گنت رسم مناکحت کو سرورِ کائناتؐ نے موقوف کیا۔

(و) آقائے دو عالمؐ نے عدل و انصاف کا تخم زمین عرب میں بو کر شوہر کی مطلق العنانی کو ختم کیا۔

(ز) سردار دو جہاںؐ نے طلاق بازی کو روکا جو عربوں کا ایک مشغلہ تھا

(ح) ناجائز شادیوں کے فقدان کا دامن آپؐ کی ذات تقدس مآب سے وابستہ ہے۔ عربوں کی نگاہ میں یہ جائز تھا کہ وہ پھوپی خالہ۔ دادی، نانی اور سوتیلی ماں سے شادی کریں۔

(ط) فخر دو عالمؐ نے ظالم اور سرکش عربوں کے قلوب کو ایسا کامل مسخر کیا کہ آپؐ کی گوہر فشانی پر کلمہ امنا اور صدقنا ہی بلند ہوتا تھا۔ اور اس کا ایسا بہترین نمونہ پیش نظر ہوا کہ دنیائے ارضی کے اندر کوئی ایسا ہاتھ کارفرما نظر نہیں آتا ہے جس کی انگلی کے ہر اشارہ پر جذبہ سکون

اور متحرک پیدا ہو جائے۔

(ی) رحمۃ للعالمین نے فتنہ و فساد کے مہلک جراثیم سے عربوں کو غسل صحت دیا۔ انہیں شریعت حقہ کا بندہ بنایا۔ اور ان بدوؤں کو جن کے لئے یہ کسر شان تھا کہ وہ کسی کے آگے اور کسی سلطنت کے روبرو سر تسلیم خم کریں۔ مجسمہ اخلاق اور درگاہ احدیت کا متوالا بنایا۔

(ک) وحشی اور کٹر عربوں کے آفتاب تمدن کو معراج کی انتہائی منزل تک پہنچایا اور خدا پرستی کی سچی روح پھونکی۔

مسٹر تھومسن کارلائل کا شائستگی اور تربیت کے متعلق قول ہے جو انیسویں صدی عیسوی کا مشہور و معروف ترین انگریزی مصنف ہے۔

"عظیم الشان انقلاب نہیں بلکہ اقصائے عالم کی عالمگیر حالت اور تخیلات انسانی میں حیرت انگیز تغیر و تبدل رونما ہوا"۔

"دور حاضرہ کا یہ ایک معجزہ ہے کہ کثیر التعداد بندگان خدا محمد کے اقوال پر شمع پروانہ نثار ہونے کے لئے تیار ہیں"۔

"اسلام فنا فی اللہ کا دوسرا نام ہے۔ یہ وہ باریک ترین نکتہ ہے جو خدائے رحیم و کریم نے اس عالم فانی میں انکشاف کیا"۔

"عربوں نے عالم تاریکی سے دنیائے تاباں میں اسلام کی نور افشانی کی بدولت جنم لیا اور اس طوق غلامی کو آویزاں کرنے کے طفیل انسانی صورت و شکل جیسی جاگتی تصویر بنی ان عربوں کے حق میں ایک پیارے محمد کا نزول اجلال فرمانا ایک چنگاری تھی اور اس تاریک اور گمنام ریگستان کی دنیا کے افق پر ایک شعلہ تھا لیکن نتیجہ یہ ظہور پذیر ہوتا ہے کہ ریت بھڑک اٹھنے والی بارود بن جاتا ہے اور اس کی شعلہ افشانی اپنے لپیٹ میں دہلی سے گرینڈا تک لے لیتی ہے۔ میرا مقولہ ہے کہ وہ مرد خدا ہمیشہ ایک آسمانی برق تھا۔ بقیہ خدا کی مخلوق مثل ایندھن کے تھی۔ جن کے قلب نے نورانی کرنوں سے منور ہو کر اپنی تشنگی کو فرو کیا۔

سر ولیم میور نے یوں اظہار رائے کیا ہے۔

محمدؐ کی سیدھی سادھی تعلیم کی کارگزاریاں عجوبہ روزگار ہیں۔ اس زمانہ سے جہاں فہم و ادراک کی رسائی نہیں ہے۔ مکہ ہی نہیں بلکہ سارا جزیرہ نما بے حس و بے جان تھا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی پاک تعلیمات طاق نسیاں ہو چکی تھیں۔ اوہام پرستی ظلم وستم اور ارتکاب گناہ کی گھٹی پڑی ہوئی تھی۔ یہ عام رسم و رواج تھا کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیواؤں کے ساتھ لطف زندگی سے ہم آغوش ہو جو بطور ترکہ ہاتھ آتی تھیں۔ غربت اور نخوت کے وہ لوگ شکار ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کا مذہب و ایمان بُت پرستی اور لامعلوم مخلوقات سے متخوف ہونا تھا۔ ان کی دعجوئی قادر مطلق سے زیادہ تھی۔ عقبیٰ اور جزا و سزا کی معلومات ان سے رخصت لے چکی تھیں۔

ہجرت کے تیرہ برس قبل مکہ نہایت ہی زبون حالت میں دم توڑ رہا تھا۔ اس تیرہ برس نے کیا ہی انقلاب رونما کیا! ایک خدا کے پیارے بندے نے بتوں کے آگے جبین نیاز کو خم کرنا ترک کر دیا۔ اور بشوق تمام ایک خدائے بزرگ و برتر کا جُوا اپنی گردن پر رکھا۔ اور صرف رضائے الٰہی کو سعادت دارین تصور کیا۔

خدائے قادر و توانا کے در صمدیت میں بصد شوق اور بار بار سر ٹیکتے ہیں اور اُس کے رحم و کرم کے وسیلہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرتے ہیں۔ نیک عمل پر عمل پیرا ہونے صدقہ اور زکوٰۃ دینے پاکیزہ زندگی بسر کرنے اور عدل و انصاف قائم کرنے کے کوشاں ہوتے ہیں المختصر محمدؐ کی بعثت ایک نعمت غیر مترقبہ اور آب حیات ثابت ہوئی

بوجہ دشمنان دین کے درپے آزار ہونے اور ناقابل برداشت مصائب اور تکالیف کے آسمان ٹوٹنے کے گنتی کے ایک سو مرد و زن نو مسلموں نے بجائے اس کے کہ وہ دین ربانی کو الوداعی سلام کریں خاک وطن پر لات مار کر جلاوطنی کے جام کو نوش کیا۔ اور کچھ اور تعداد محمدؐ کے ہمراہ خندہ پیشانی سے اپنے وطن مالوف سے ہجرت کر گئی اور مدینہ میں اطمینان کی سانس لی لیکن یہاں بھی وہی جادو جس نے مکہ کی کایا پلٹ دی تھی دو تین برس کے اندر کارگر ہو گیا۔

اس کے تسلیم کے بغیر چارہ نہیں ہے کہ مختلف انواع و اقسام کی باطل پرستیاں

مفقود ہوگئیں جن کی بدولت جزیرہ نما دم توڑ رہا تھا۔ اسلام کے اعلان جہاد کے قبل بت پرستی ملک عدم کو رخصت ہوگئی تھی۔ وحدانیت غفور رحیم کے فضل بے پایاں اور اُس کے قادر مطلق ہونے کی تعلیم غلامان محمدی کی آنکھوں کا سرمہ بنا اور یہ ہنوز نمایاں ہے۔ مسلمان اگر زہد و تقویٰ پر ناز کریں تو بجا ہے چونکہ اس کا دوسرے مذاہب میں فقدان ہے

ڈاکٹر مارکس ڈوڈس نے مذکورۂ بالا اسلامی خوبیوں پر یوں رائے زنی کی ہے۔

کیا کسی معنی میں محمدؐ خدا کا مرسل نہیں ہے؟ یقیناً وہ بھیجا ہوا ہے۔ نبیوں کی دو اعلیٰ ترین خوبیوں سے وہ متصف ہے۔ محمدؐ حق کا جویاں ہوا۔ اور وا صل ہوا۔ اس کا جذبۂ ایمان ناقابل تسخیر تھا۔ اسرائیل کے اولوالعزم انبیاء کے ہم پلہ ہے اور صداقت وحقانیت کی اشاعت میں اپنی عزیز جان کو ہتھیلی میں لیا روزانہ برسوں تختۂ مشق تکالیف و مصائب رہا لیکن باوجود جلا وطنی، نقصان جان و مال کلمۂ حق بلند کرتا رہا۔ اور نہ کوئی طمع اس پر غالب آئی۔

آگے چل کر ڈاکٹر موصوف نے اپنی رائے کا یوں اظہار فرمایا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ دنیا کے پردہ میں کوئی ایسا فرد بشر نہیں ہے جو مشکوک رہے کہ محمدؐ کے معصروں میں محمد کے مذہب کا شجر بہر صورت دن بدن پھولا اور پھلا۔ منتشر عربوں کو ایک سلک میں منسلک نہ کیا اور سطح دنیا کی مشہور سلطنتوں کے بام عروج تک نہ پہنچا دیا۔ بت پرستی کا نام ونشان تک مٹا دیا۔ اور ایک معبود حقیقی کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھایا۔

ریورینڈ اسٹفنسن نے یوں تبصرہ کیا ہے۔

محمدؐ کی غرض ومقصد یہ تھا کہ دادا ابراہیم نے جس مذہب کی اشاعت کی تھی میں بھی اپنے ہم وطنوں میں سنت ابراہیمی کی تجدید کروں تو ہم پرستی کا جو گمراہ جال بچھا ہوا ہے اُس کی بجائے خدائے واحد کی حکومت کی بنیاد ڈالوں . . . . بالآخران ذرائع سے ناقابل مسخر اور ننگ دنیا کی قوموں کو متحد و متفق کیا۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات میں اس کی زبردست تعلیم موجود ہے کہ غلاموں، یتیموں اور مسافروں کے ساتھ نیک برتاؤ کیا جائے۔ حتیٰ کہ معمولی جانوروں کے ساتھ نیک سلوک کی تاکید ہے۔ اور بصد شکر اس کا اعتراف ہے کہ مسلمانوں نے بھی بودھ مت اور عیسائیوں

کی طرح پاگل اور مریضوں کے لئے شفاخانے اور چشمہ صحت کی بنا ڈالی ہے۔
مے نوشی اور دختر کشی کی بکقلم موقوفی آپ کی کارگذاریوں میں سب سے زیادہ قابل یادگار اور نمایاں فتح ہے۔

آپ کا مولد وہ ملک ہے جہاں سیاسی تنظیم معقول مذہب اور اخلاق حسنہ نابود تھے لیکن آپ نے ان تین میوے کے پودھوں کو وہاں نصب کیا مختلف ذات پات کے جھگڑوں اور امتیاز رنگ و نسل کو ہٹا کر ایک قومیت کی بنا ڈالی۔

جب اسلام نے اپنی ظفرمندی کے حوصلے کو عرب کے حدود کے باہر پورا کرنا چاہا تو بہت سی وحشی اور سنگدل قوموں نے شوق سے اس کار خیر میں بعد قبول اسلام ساتھ دیا۔ ترکی، ہندوستانی، زنگی اور حبشی نے فرط محبت میں اپنے اپنے بتوں کو توڑ پھینکا۔ دین ابراہیمی کی نور افشانی نے زیادہ مہذب ایرانیوں کے مذہب کو بھی صیقل کیا۔ ...... اور عربوں کو شیطان سے فرشتہ کے درجہ و مرتبہ تک پہنچا دیا۔ بے انصافی جھوٹ۔ غرور۔ جذبۂ انتقامی، تہمت، حرص، اسراف، تضحیک، عیاشی، بداعتقادی اور شک کی بجائے تخم رحم و کرم، فیاضی، حیا، حلم، صبر، تحمل، کفایت شعاری، اخلاص، راستی، ادب، امن، ایمانداری اور راضی برضائے الٰہی کو بویا۔

چیمبرس سائیکلوپیڈیا جلد ششم:۔

کلام اللہ نے بے اعتدالی، ناجائز سود، غیبت، ریاکاری اور دنیاداری کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اور زکوٰۃ، زہد و تقویٰ، شکریہ خداوندی، وفاداری، عدل و انصاف، عصمت عفت، آزادئ غلام، اطاعت، عفو، احسان مندی، اور عمل نیک کا امر ہے۔

جے ڈیون پورٹ:۔

آپ کی قسمت (محمدؐ) نے اس قدر یاوری کی کہ اس کی مثال تاریخ میں عنقا ہے۔ چونکہ آپ نے قصر قومیت، سلطنت اور مذہب تعمیر کیا۔ باوجود اُمّی ہونے کے آپ ایک ایسی شریعت حقہ اپنے ہمراہ لائے جس کی عزت اور قدر موجودہ دنیا میں دنیا کی آبادی کے چھٹے حصہ کی نگاہوں میں ہے۔ اور بلحاظ فصاحت و بلاغت، تدبر اور حقانیت کا ایک معجزہ

مانا ہوا ہے۔ محمدؐ نے بھی اسے ایک معجزہ قرار دیا ہے۔ اور اسے دائمی معجزہ کے نام سے دنیا میں موسوم کیا۔ اور سچ پوچھو تو یہ ایک زندہ معجزہ ہے۔

بی اسمتھ محمدؐ صفحہ ۳۴۳:۔

قرآنی آیات نغمہ دلکش اور بے نظیر زمانہ ہیں۔ اس کی اخلاقی تعلیم پر عملدرآمد ہونے سے انسان پاکباز ہوتا ہے۔ (پوپلر انسائیکلوپیڈیا ڈویژن ہفتم صفحہ ۳۲۶)

اسلام کی شریعت حقہ قابل تعریف اخلاقی تعلیم کی حامل ہے۔ اور تعلیمات قابل عمل ہیں (تقاریر ہربرٹ)

اسلامی شریعت دل پر بہ نسبت انجیل کے زیادہ نقش کرتا ہے۔

(ڈین اسٹینلی۔ ایسٹرن چرچ صفحہ ۲۷۹)

قرآن شریف کی خوبیوں میں مجھے جو ممتاز خوبیاں نظر آتی ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ فحش کلامی، واہیات خرافات، بداخلاقی اور قصص سے بالکل پاک ہے جن کی متحمل یہودیوں کی کتابیں ہیں۔

کلام ربانی کے مطالعہ سے خدا کی بزرگی و پاکی کا نقشہ ذہن نشین ہوتا ہے جن سے فطرت تاریخ اور نبیوں کی وحی بھری پڑی ہیں اور خاص کر اس کا مظہر اتم محمدؐ کے طفیل نظر آتا ہے۔

بت پرستی اور مخلوقات کو معبود ٹھہرانے جیسے عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے کی سخت ممانعت ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۶ صفحہ ۵۹۹)

قرآن پاک نے وجود باری تعالیٰ پر فطرت سے استدلال کیا ہے۔ قیامت کو عقلاً و نقلاً اور تشبیہ سے اتنا عمدہ ثابت کیا ہے کہ جنوبی ممالک میں حیرت انگیز ہے۔ جہاں کی زمین مدتوں سے خشک اور مردہ تھی۔ صرف باران رحمت سے یکایک سرسبز و شاداب اور تر و تازہ ہو گئی اور اس میں جان آگئی۔ (ولیم میور)

زمانہ سلف کے کارنامے نہ تو دلخوش کن نغمے ہیں اور نہ تو زمانہ گذشتہ میں اسلام کی کامیابی و کامرانی باعث مسرت و شادمانی ہے۔ اور حیرت و استعجاب کا سبب ہے چونکہ

آج بھی اکناف عالم میں باوجود بے سروسامانی اور تہیدستی دامن اسلام کے معجزے اظہر من الشمس ہیں۔ اور دورِ حاضرہ میں بھی اسلام کی وہی روح کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ چنانچہ اس کی ایک شعاع بھڑکتی ہوئی افریقہ کے ریگستان میں نظر آتا ہے

بجا اور درست کے اقرار کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اسلام نے حبشیوں کو اپنے مخصوص رنگ میں خوب رنگا۔ ملک سے برائیاں کنارہ کش ہوئیں خوبیوں نے گھر کیا اور سائنس و فلسفہ اور ادب نے نیا جنم لیا۔ مسلم مشنریوں کا قدم ہر جا دہر مقام پر کامیابی کی ڈیوڑی چوم رہی ہے اور ہمیں خاک ہی چھاننا پڑتا ہے۔ ہم نے ان کانوں سے سنا ہے کہ ساری قوموں نے شیطان اور بھوت کی پرستش کو الوداع کہا۔ عیسائی سیاحوں کا بیان ہے کہ ایک حبشی قبول اسلام کے بعد انسانی اوصاف سے ہم کنار ہوتا ہے اور اگر اس کے بجائے وہ مذہب یسوع مسیح قبول کرتا تو وہ خوبیاں عموماً نظر نہیں آتیں۔

جیمس جونس نے جو ذہین پادری ہے افسوس کے عالم میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ اشاعت اسلام کی رفتار تیز گئی ہے۔ (بی اسمتھ)

نائجر مسجدوں سے جگمگا اٹھیں۔ افریقہ کا قلب تہذیب و تمدن اور شان و شوکت سے گرما گیا۔ نومسلموں نے شراب نوشی کو ترک کرکے صرف آب نوشی پر قناعت کی۔

(منگو پارک)

تیز رفتاری اشاعت اسلام پر ڈاکٹر برتھ نے کیا خوب روشنی ڈالی ہے کہ ریگستان کے بربریوں کا حصہ کثیر عیسائی تھا۔ لیکن ان لوگوں نے عیسائی مت کو چھوڑ کر حلقہ بگوشی اسلام سے اپنے کو سرفراز کیا۔ اگر عیسائیوں نے اس کی خبر نہ لی تو وہ دن دور نہیں ہے جب یہ وحشتناک خبر موصول ہوگی کہ اسلام نے ان قوموں کو نیست و نابود کر دیا جو خطِ استواء کے نزدیک آباد ہیں۔ دوسری جگہ وہ اس حقیقت کا معترف ہے کہ افریقہ میں سلطنت کرنے کی اہلیت وحدت میں ہے۔ اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسلام کے اندر یہ اصول بمنزلہ روح کے ہے جو ایک قائد کی قیادت میں عظیم الشان کارگذاریاں منصۂ شہود پر لاتی ہیں۔

اب ذرا آؤ اور مولد رشی ومنی کی سیر کیجائے اور یہ تحقیقات کیجائے کہ اسلام نے بھارت

ورش میں کیا گل افشانی کی۔ اور کتنے پاک دلوں میں وحدت اور صداقت کی روح پھونکی۔
زیر سایہ عدل گستر اور مہذب و متمدن سلطنت برطانیہ اسلامی تلوار(؟) جو بے نیام ہے
اور جوش و شجاعت حیدر(؟) جو دنیائے ہند پر سایہ افگن ہے صرف دس برس کے اندر
(۱۹۰۱-۱۸۹۱) ایسی ضرب ماری اور وہ جوہر دکھلایا اور اتنے منشوں کا سر موڑا کہ بقیہ مذاہب کے
حصہ میں اس کا نصف بھی ہاتھ نہیں آیا۔
عیسائیوں کی ترقی ۲۳۹۰۰۰، بدھ مت ۵۰۰۰۰۰ ۴۴، سکھ ۲۳۴۰۰، ۱۲۷۴۰۰ کل مذاہب
کی مجموعی ترقیاں ۲۵۸۶۴۰۰ ۔ اشاعت اسلام ۔ زائد از ۵۰۰۰۰۰۰ ۔
بلحاظ آبادی مسلمانوں کی تعداد ۷ کروڑ سے زائد ہے۔ (اب تقریباً ۷ کروڑ ہے) بھارت
بھومی میں تقریباً ۲۱ فیصدی ہے۔ اگر اس کو پیش نظر رکھا جائے کہ کل مذاہب نے بحیثیت
مجموعی ترقی کی کتنی منازل طے کیں تو اسلام کی رفتار ان سبھوں سے دس گنی زیادہ نظر آتی
ہے۔ (اقتباس از انگریزی ترجمہ قرآن شریف مترجمہ ڈاکٹر عبدالحکیم مرحوم و مغفور ص۳۳-۷۱۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حیاتِ مبارکہ کا اجمالی خاکہ

یہ ماہ ربیع الاول ہے۔ اسی مہینے کے ۹ یا ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۲ اپریل
۵۷۱ء کو مکہ معظمہ میں وہ وجود مقدس وہ منور و روشن آفتاب آمنہ کی گود میں طلوع ہوا جس
کی شعاعوں نے دنیا کی ساری جہالت و تاریکی کو دور کر کے ہر طرف اجالا پھیلا دیا۔

سید و سرور محمد نور جاں   بہتر و مہتر شفیع مجرماں

وہ جن کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی وہ جن کی بعثت کی دعا ابراہیم خلیل اللہ
نے کی۔ وہ جن کی تورات میں خداوند نے موسیٰ کو خبر دی۔ وہ جن کی داؤد نے مدح و ثنا کی
وہ جن کی سلیمان ؑ نے مدح و ثنا عاشقانہ زبان میں کی۔ وہ جن کی حضرت یحییٰ اور ان کے

حواریوں نے خوشخبریاں دیں۔ اور وہ جن کی آمد کا نوید قبل سے سرزمین مکہ کو دیا گیا تھا۔

ابتدائی زندگی

آپ حضرت آدمؑ کے ۶۱۵۵ برس بعد دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ آپکی پرورش یتیمی کی حالت میں ہوئی کیونکہ آپ کے والد ماجد عبداللہ ۲۵ برس کی عمر میں حضور کی ولادت سے دو ماہ قبل ہی انتقال کر چکے تھے۔ آپؐ کے والد نے ایک لونڈی پانچ اونٹ اور چند بھیڑیں ترکہ میں چھوڑیں جب آپؐ کی عمر شریف چھ سال کی ہو چکی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ آمنہ مقام ابوا (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں ہے) میں انتقال فرما گئیں اس واقعہ کے بعد آپ کی پرورش ام ایمن نے کی اور آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے آغوش تربیت میں لیا۔ اس کے دو برس بعد آپ کے دادا نے بھی ۱۴۰ برس کی عمر میں سفر آخرت کیا تو آپ نو برس کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب (حضرت علیؓ کے والد) کے آغوش میں ہوئے

جب آپؐ کی عمر شریف ۲۵ سال کی ہوئی تو آپؐ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد سے جو آپ سے ۱۵ سال بڑی تھیں اور ان کی عمر چالیس کی تھی پہلا نکاح کیا۔ بی بی خدیجہؓ سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں۔

حلیہ

آپؐ نہایت حسین و جمیل تھے۔ اعضا نہایت مناسب تھے۔ زیادہ لمبے نہ بہت چھوٹے۔ آپؐ کا قد مناسب انداز کے ساتھ بلند تھا شکل شاہانہ۔ سیاہ آنکھیں مثل موتیوں کے دانت، گورا رنگ، سرخ رخسار، پیشانی کشادہ، تبسم کناں چہرہ، رسیلی آواز یہ آپ کا حلیہ مبارک ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق نہایت کامل تھا۔ آپ نے ساری عمر میں کسی کو نہ مارا مجلس میں جہاں جگہ ملجاتی وہیں تشریف رکھتے۔ غرض آپ صفات حمیدہ کے مجموعہ تھے۔

آنحضرت صلعم فطرۃً تنہائی پسند تھے اس لئے آپ زندگی کے تمام جھگڑوں سے کنارہ کش ہو کر غار حرا میں عبادت الٰہی کیا کرتے تھے یہ ایک سنت ہے کہ انبیاء علیہ السلام اپنی قوم میں عمر کے چالیسویں سال میں مبعوث ہوتے ہیں یہ عمر قوائے طبعی کے اعتدال کا زمانہ ہے۔

ظہورِ نبوت

چنانچہ جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو پہلے آپ رویائے صادقہ (سچے خواب) دیکھنے لگے۔ پھر اسی غارِ حرا میں جہاں آپ مصروفِ عبادت تھے حضرت جبرئیل پہلی وحی لے کر نازل ہوئے اور تمغۂ نبوت و رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔ اس کے ذریعہ آپ کو خصوصاً اپنی اور عموماً تمام دوسری قوموں کو دینِ حنیف کی دعوت دینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ پہلے آپ نے پوشیدہ اور بعد کو علانیہ طور پر دعوتِ اسلام کی بنیاد ڈالی اور جنہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے کے لئے سب سے پہلا ہاتھ بڑھایا وہ قابلِ ذکر ہیں۔

مردوں میں حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ، بچوں میں حضرت علی بن ابی طالب۔ پھر اور لوگوں نے بھی اِن کی پیروی کی۔

تبلیغ اسلام

اُس وقت قوم کی یہ حالت تھی کہ جب حضور لوگوں کو اسلام کی طرف بُلاتے تھے تو قوم آپ پر پتھر برساتی نجاست تک ڈالنے میں کبھی باز نہ آئی۔ لیکن آپ کے صبر و استقلال حلم و بردباری کا یہ حال تھا کہ اس کا جواب خاموشی اور تحمل کے سوا کچھ نہ تھا۔ ان ظالم قوموں نے گو مصیبتیں پہنچانے کو باقی نہ رکھی تھیں حتیٰ کہ آپ کو شہید کر ڈالنے کا بھی تہیہ کر لیا تھا اور اس کی پوری تدبیریں سوچی تھیں لیکن آپکی ذاتِ مبارک بھی کہ ان مصیبتوں کو برداشت کر کے اس کام میں مشغول رہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اسلام کی قوتِ کشش نے خود ہی لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اس طرح پھر اسلام تمام دنیا میں پھیل گیا اور اس کے عروج کا جھنڈا اپنی پوری شان و شوکت سے تمام عالم میں لہرانے لگا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی اک آواز میں سوتی بستی جگادی

مرض وفات

اب حضور کی وفات کی طرف آتا ہوں۔ آنحضرت صلعم کی علالت اس طرح ہوئی کہ پہلے دردِ سر شروع ہوا۔ جب درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے حضرت عائشہ کے مکان میں رہنے کی اجازت مانگی۔ چنانچہ سب نے

اجازت دیدی اور آپ وہاں (حضرت عائشہ کے گھر) تشریف لے گئے۔ حضورؐ کی علالت جب روز بروز ترقی کرنے لگی تو مسجد میں تشریف لیجانا دشوار ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکر کو امامت کرنے کا حکم دیا۔

ایک روز حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ انصار کی مجلس کے پاس سے گذر رہے تھے تو دیکھا کہ وہ لوگ نالہ و بکا کر رہے ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیوں روتے ہو؟ اُن لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یاد آتی ہے۔ حضرت عباس نے اس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس کے بعد ایک روز آپؐ سر پر پٹی باندھے ہوئے حضرت علیؓ و حضرت فضلؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ نقاہت و ضعف کے باعث منبر کے پہلے ہی زینے پر بیٹھے اور حسب ذیل خطبہ فرمایا:۔

"اے لوگو مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم لوگ اپنے نبی کی وفات سے ڈرتے ہو کیا آج سے قبل اس دنیائے فانی میں ہمیشہ کوئی نبی اپنی اُمت کے ساتھ رہا ہے پس تمہیں یہ یقین کرنا چاہئے کہ میں اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں اور تم لوگ مجھ سے ملنے والے ہو میں تم کو اور مہاجرین کو نصیحت کرتا ہوں کہ باہم الفت و محبت سے زندگی بسر کرو۔ جو شخص خدا کے لئے نیک کام کرتا ہے تو خدا اُس کو سربلندی دیتا ہے۔ اور جب گناہ و معصیت کا مرتکب ہوتا ہے تو پروردگار اُسے چھوڑ دیتا ہے۔

اس کے بعد صرف ایک دن اور باہر تشریف لائے۔ بیٹھ کر نماز پڑھی پھر کبھی باہر آنے کی نوبت نہ آئی۔

وصال باری ۱۱۔ ربیع الاول یکشنبہ کو مرض بڑھ گیا اور حضرت عائشہؓ نے دوشنبہ کے دن دیکھا کہ آپ کی آنکھیں چھت کی طرف ہیں اور آپؐ کی زبان سے اللھم فی الرفیق الاعلیٰ (یعنی اے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ میں شامل کر) کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ اب حضورؐ اس عالم فانی سے رحلت فرمائینگے۔ چنانچہ آپؐ اُسی روز بوقت چاشت ۶۳ برس ۴ دن کی عمر میں دوشنبہ ۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری مطابق ۱۱ جون سنہ ۶۳۲ء میں عالم بقا کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

کسی نے سچ کہا ہے۔

جب سے ہجرت کر گئے دار فنا سے مصطفیٰ ﷺ ٭ عنصری دنیا میں جینے کا مزا جاتا رہا

صحابہ کا اضطراب

حضورؐ کی وفات کی خبر سنتے ہی تمام صحابہ بے چین ہو گئے اور اُن کے ہوش درست نہیں رہے۔ حضرت عمرؓ نے جو اس قدر مضطرب تھے صاف کہہ دیا کہ نہیں حضورؐ کی وفات ہرگز نہیں ہوئی ہے۔ صرف حضرت ابوبکرؓ و حضرت عباسؓ مطمئن تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک خطبہ فرمایا جس سے سب لوگوں کی تسکین ہوئی وہ خطبہ یہ ہے:۔

جو لوگ محمدؐ (صلعم) کی پرستش کرتے تھے پس محمد (صلعم) کا انتقال ہوگیا لیکن جو لوگ اللہ کی پرستش کرتے تھے پس اللہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہیگا۔ جس طرح آج سے قبل دنیا کے اور بہت سے انبیاء گذر گئے اسی طرح محمد (صلعم) بھی ایک رسول تھے۔ کیا وہ وفات پا گئے تو تم دین سے پھر جاؤ گے۔ یقین جانو جو پھر جائیگا وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ دین پر قائم رہنے والوں کو جلد بدلہ دیگا۔

اس وعظ کے ختم ہوتے ہی تمام لوگوں کا اضطراب جاتا رہا۔ خصوصاً حضرت عمرؓ جو بہت زیادہ پریشاں حال تھے۔ فرماتے ہیں کہ گویا میں نے اس سے پہلے اس آیۃ کی تلاوت ہی نہیں کی تھی۔ اس موقع پر وہ آیت بروقت آپ کی زبان سے اس طرح ادا ہوئی کہ حاضرین میں سے کسی کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ آیت قرآن شریف میں موجود ہے۔

تکفین و تدفین

نعش مبارک مدت تک رکھی رہی۔ پھر آپؐ کو غسل دیا گیا اور آپؐ کو کفن پہنا کر آپ پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ۱۳۔ کی شب کو تقریباً ۳۲ گھنٹے بعد از وفات حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں جہاں آپ نے انتقال فرمایا تھا مدفون ہوئے قبر مبارک زمین سے ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔

(سید محمد عبدالمنان بھٹوی ضلع گیا)

مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب تیما پور ضلع گلبرگہ شریف (دکن)

ارشاد محمدی انا من نور اللہ تعالیٰ کل شئی من نوری میں اللہ کے نور سے ہوں اور ہر ایک شئے کا ظہور میرے ہی نور سے ہے۔ یہ صیغہ راز کا بہت صحیح ارشاد ہے اگرچہ یہ حدیث بایں الفاظ صحاح میں نہیں ملتی۔ لیکن اور دوسری احادیث کی کتابوں سے اس راز کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔ میں اُس وقت پیدا ہوا ہوں جبکہ آدم ہنوز مٹی اور پانی کے خمیر میں پڑا ہوا تھا۔ (رواہ مشکوٰۃ)

(۱) ایک حدیث میں ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری (رواہ زرقانی فی شرح السنۃ)

(۲) ایک حدیث میں ہے۔ اول ما خلق اللہ روحی۔ (اسکی تائید حدیث مشکوٰۃ سے ہوئی ہے)

(۳) ایک حدیث میں ہے اول ما خلق اللہ العقل۔ (رواہ الدارمی فی مسند الفردوس)

(۴) ایک حدیث میں ہے اول ما خلق اللہ القلم۔ (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

یہ ہر چار مراتب کی اولیت میں ایک دوسرے سے رازدار تعلق ہے۔ مثلاً وجود انسان کا ہر ایک عنصر ہر چار عنصر سے بزبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ سب سے اول میرا ہی ظہور ہے۔ چونکہ یہ چاروں کا جوہر حق تعالیٰ کے اشارہ کُن سے آن واحد میں فیکون کا نظارہ دکھاتا ہے۔ اللہ پاک کے ظہور کے بھی چار مراتب ہیں۔ ہو الاول کا ظل نور ہے ہو الآخر کا ظل عقل ہے۔ ہو الباطن کا ظل روح اعظم ہے۔ ہو الظاہر کا ظل قلم ہے۔ یہی قلم مظہر علم الٰہی ہے۔ اُسی کو نفس محمدی کہتے ہیں اور یہی مظہر روح اعظم ہے اور اسی روح اعظم سے کل ارواح کا ظہور ہے۔

انا من نور اللہ تعالیٰ کل شئی من نوری کے لحاظ سے اس جہان کا ذرہ ذرہ نور محمدی سے ہی روشن ہو کر نظر آتا ہے۔ خدائی ظہور کے لئے نور محمدی ہی مادہ قرار پایا ہے۔ یہ مرتبہ عام ہے۔ اگر یہ خیال ہو کہ کیا نور محمدی کافروں کے ساتھ بھی ہے۔ ہم کہتے ہیں بیشک ہے جس

طرح ہر پتھر میں آگ کی روشنی ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے قبر میں کافروں سے سوال ہوگا ماتقول فی ھذہ الرّجُل۔ تو اس مرد کے حق میں کیا کہتا ہے۔ کافر کہیگا۔ لا ادری میں نہیں جانتا۔ چونکہ وہ اس جہان سے اُس کی معرفت کی بینائی لے کر نہیں گیا اس لئے وہ اُس کے عرفان سے اندھا رہا۔ لیکن ایمان دار انسان آپ پر ایمان لانے کی وجہ سے آنحضرت کا عرفان حاصل کر کے آپ کی شناخت کی بینائی یہیں سے اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔ اس لئے وہ گواہی دیگا ھذا محمد رسول اللہ۔ لہذا آنحضرت کا ارشاد خاص ہے۔ انا من نور اللہ عز وجل والمومنون منی (رواہ الدارمی) میں اللہ عز وجل کے نور سے ہوں اور مومنین خاص میرے نور سے ہیں۔ پہلا مرتبہ ظہور عام ہے یہ دوسرا مرتبہ ظہور خاص ہے۔

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے — ہر برگ و گل ثمر میں محمد کا نور ہے
نور خدا سے خاص محمد کا نور ہے — فانی ہو فی الرسول خدائی ظہور ہے

شان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شان محمدی سے آگاہ ہونا ہے آنحضرت کی توقیر و عظمت و قدوسیت کو آیت بیعت میں غور کرو۔ ارشاد حق اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ ؕ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۝ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (ترجمہ) تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو (مرتبہ راز میں) گواہی دینے والا (مرتبہ ناز میں) خوشخبری سنانے والا (مرتبہ نیاز میں) ڈرانیوالا تو کہ ایمان لاویں ساتھ اللہ کے اور اُس کے رسول کے قوت دو اُس کو (یہ مقام نیاز ہے) اور تعظیم کرو اس کی (یہ مقام ناز ہے) اور تسبیح کرو اُس کی صبح و شام (یہ مقام راز ہے)۔

اس آیت میں ضمیرات تعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ یہ تینوں بصیغۂ واحد ہیں خواہ ان ضمیرات کو اللہ کی طرف پھیرو یا رسول اللہ کی طرف ہر دو بار و ناز صحیح ہیں لیکن آیت کا سیاق و سباق واقعہ بیعت کے لحاظ سے تمام ضمیرات کو محمد ہی کی طرف راجع

کرنا مناسب ہے تُسَبِّحُوۡہُ کی ضمیر وجود محمدؐ کے ساتھ عجیب تعلق رکھتی ہے اللہ پاک کا ارشاد ہے
وان من شئ الا یسبح بحمدہٖ نہیں کوئی شی مگر تسبیح کرتی ہے ساتھ حمد اللہ کے۔ خدا کی حمد کا
ذکر محمد ہی کے وجود سے اکمل طور پر ظاہر ہوا۔ چنانچہ آپ کے دستِ بیعت پر کنکریوں نے
تسبیح پڑھی۔ آپ کے وجود بابرکت سے کمال معصومیت کی وجہ سے اس معجزہ کا ظہور ہوا۔
پس آنحضرت کے معصوم ہونے پر ایمان لانا فرض ہوا یہی تسبیح محمدؐ ہے۔ پھر فرمایا جو لوگ محمد
کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ بیعت کرنے
والوں کے ہاتھ پر ہے۔ یہ راز مقام فنا فی اللہ کی بشارت دیتا ہے۔ تحت میں ظل اللہ کا ہاتھ
ہے۔ اوپر اللہ کا ہاتھ بیچ میں کلمہ گو اہل اسلام کا ہاتھ ہے جو آپ کا کلمہ پڑھ کے صدق دل
سے اسلام لاتا ہے وہ آپ کی بیعت میں داخل ہوتا ہے۔

مراتب وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ نیاز میں وجود محمد وجود بشر ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم اسی راز کی طرف اشارہ ہے
مرتبہ ناز میں وجود محمد خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین ہے۔ نبوت کا ناز بتمام
وکمال آپ کے وجود پر ختم ہوا ہے۔ مرتبہ راز میں وجود محمد مظہر اللہ ہے وما رمیت اذ رمیت
ولکن اللہ رمیٰ۔ اسی راز کی طرف ایما ہے۔ انما یبایعون اللہ یہ دوسرا گواہ ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فعلمت علم الاولین والآخرین (رواہ
احمد الترمذی) پس سکھایا گیا مجھ کو علم اولین اور آخرین کا یعنی اس جہان میں نفوس انسانیہ
کا خدا سے کیا تعلق ہے اور وہ تعلق کس طرح برقرار رہ سکتا ہے۔ اور آخرت میں انسان کے
ہر ایک عمل کی پاداش وعوض میں کیا کیا جزا و سزا ملیگی یہ سب مجھ کو تعلیم دی گئی ہے و
علم آدم الاسماء کلہا میں بھی اسی راز کا ظہور ہے۔ اس لئے آنحضرت کی سوانح میں ایک
غریب کی زندگی کے لئے جو کچھ ہدایات ملتی ہیں اسی طرح ایک بادشاہ سلطنت راں
کے لئے بھی سب کچھ قانون ملتا ہے۔ آپ کی کتاب روحانی وجسمانی احکام کو مکمل طور پر
بیان کرکے خاتم کورس آسمانی ہے جس کا نام قرآن وفرقان ہے۔ قرآن کے معنی پڑھنے

کے قابل کتاب - فرقان کے معنی حق و باطل میں فرق کر دکھانے والی - اگر دنیا میں خدا تک پہنچنے اور نجات حاصل کرنے کے لئے کسی ایک کتاب کی ضرورت ہے تو بس یہی ایک کتاب ہے جو پڑھنے اور عمل کرنے کے بعد انسان خدا کی کو واصل حق بناتی ہے مشاہدہ اس امر کی کافی شہادت دیتا ہے کہ جس قدر کثرت سے نماز اور غیر نماز میں یہ کتاب پڑھی جاتی ہے دنیا میں کوئی کتاب نہیں پڑھی جاتی -

السّلام علیک ایھا النبی

ایک مولوی صاحب نے کہا یا رسول اللہ کہنا شرک ہے - چونکہ "یا" حرف ندا ہر جو حاضر و ناظر ہونے . . . پر دلالت کرتا ہے اور یہ شان تو خاص اللہ پاک کی ہے -

میں نے کہا السلام علیک ایھا النبیؐ میں کاف مخاطب ہونے پر اور اے نبی حاضر ہونے پر دلالت کرتا ہے تو مولوی صاحب کہنے لگے یہ 'التحیات' میں بر سبیل تلاوت ہے جیسے ہم قرآن میں یا عیسیٰ انی متوفیک پڑھتے ہیں - اسی طرح التحیات میں بھی ایھا النبی کی تعلیم دی گئی ہے -

پھر میں نے کہا جناب نے تو نکتہ بہت خوب بیان کیا - ہاں ذرا میرے ایک سوال کا جواب دیجئے تاکہ یہ مسئلہ بخوبی حل ہو جائے - وہ یہ ہے کہ آپ اور ہم جو کچھ درود شریف اور سلام پڑھتے ہیں وہ آنحضرت کی خدمت میں پہنچتا ہے کہنے لگے ہاں فرشتے پہنچاتے ہیں - پھر میں نے کہا کیا فرشتے معہ نام و نشان و تعداد درود کے ہمارا تحفۂ درود پہنچاتے ہیں یا یونہی کل روئے زمین کے امتیانِ محمد کا درود پڑھنا ان کے بغیر نام و نشان کے تمام کے درود کی آواز میں خلا ملا ہو کر ایک دم درود کی آواز کی صدا حضور کی سماعت میں گونجتی ہے - اگر یونہی آواز گھومتی ہے تو ایسی تلاوت بے سود ہے - گمنام عرضی داخل دفتر ہوتی ہے - اگر یہ کہو کہ معہ تفصیل نام و نشان ہماری درود کا تحفہ آنحضرت کی خدمت میں پہنچتا ہے تو ذرا آپ ہی غور فرمائیے کہ کروڑ ہا امتیانِ محمد روزانہ ہر وقت نماز میں (چونکہ گردش زمین کے لحاظ سے ہمیشہ پنجوقت نماز جاری ہے) درود شریف کا پڑھنا اور اُن کے

معہ نام ونشان وتعداد درود کا تحفہ آنحضرت کی خدمت میں پہنچا کس قدر وسعت علمی کو چاہتا ہے۔ اور شب وروز دربار محمدی میں ہر آن کس قدر لاانتہا ملائکہ کا ہجوم ہوگا۔ مثلاً ایک شخص کے درود کا تحفہ معہ نام ونشان وتعداد درود بیان کرنے کے لئے (عبداللہ ابن امام الدین تیماپورنے دس بار درود پڑھا) اتنا کہنے کے لئے ایک منٹ تو چاہئے۔ اگر تمام جہان کی تلاوت درود کا ایک منٹ کا ذخیرہ جو نماز میں اور نماز کے باہر بھی پڑھا جاتا ہے۔ نام بنام بیان کرنے کے لئے کم سے کم ایک ماہ کا عرصہ چاہئے پھر باقی دن بھر کے درود کا کیا حساب ہوگا۔ محمد رسول اللہ ظل اللہ کا وجود بھی عجیب راز رکھتا ہے کہ آناً فاناً میں کروڑہا آپ کی اُمت کے درود کے تحفہ سے مع اُن کے نام ونشان کے آگاہ ہوتا اور اُس پر ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی کی آسمانی بارش ان تمام قطروں کا ایک جامع دریا عشق محمدی کا بہا دیتی ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ وبحمدہٖ۔ نور محمدی کا بھی عجیب بے پایاں دریا ہے کہ اپنے ہر ایک قطرہ سے آناً فاناً میں آگاہ ہوتا ہے۔ اس پاک راز کو وہی عاشقان محمد خوب جانتے ہیں جو اس دریا کے تیراک ہیں۔

مولوی صاحب آپ اتنا ہی یقین کر لیجئے کہ ہفتہ میں دو بار اُمت کے اعمال حضور پُرنور کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں جب ہم کسی کو خط لکھتے ہیں تو یوں مخاطب بناتے ہیں کہ آپ ایسا کیجئے ویسا کیجئے وغیرہ وغیرہ اسی طرح رسول اللہ کی خدمت میں ہفتہ وار فرشتوں کی ڈاک کے ذریعہ ہمارے کارنامہ کا خط پہنچتا ہے تو پھر یارسول اللہ کہنا بھی ہمارا ایک تحریری فعل ہے۔ جو اعمالنامہ لکھا جاتا ہے اسی صورت میں حضور پُرنور کو مخاطب کرنا کیونکر شرک ہوسکتا ہے۔

درود کا تحفہ آناً فاناً میں پہنچانے کے لئے فرشتوں کو مثل تار برقی کے جانو اور تار کے ذریعہ سے کلام کرنے والے ایک دوسرے کے حق میں سماعتہً حاضر ہیں اور بصارۃً غائب ہیں۔ اللہ پاک حضور پُرنور کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ وَدَاعِیاً اِلَی اللہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿پ۲۲﴾ اور یہ نبی دعوت دینے والا ہے طرف اللہ کی اُس کے حکم سے اور چراغ روشن اسی طرح آفتاب جہانتاب کی نسبت فرمایا۔ فیہا سراجًا وقمرًا منیرا ﴿پ۱۹﴾ اور کیا ہیچ

آسمان کے چراغ یعنی سورج و چاند روشن۔ پس جس طرح سے سورج کی روشنی سے ہر ایک چیز ظاہر ہو کر دکھائی دیتی ہے اُسی طرح انا من نور اللہ تعالیٰ کل شیٔ من نوری کے لحاظ سے ہر ایک معدوم شئے نور محمدی ہی کی جھلک سے ظاہر ہو کر نظر آتی ہے۔ آفتاب محمدی کی نوری شعاعوں کو ملائکہ ارضی کہتے ہیں اور اللہ پاک کی نوری شعاعوں کو ملائکہ سماوی کہتے ہیں۔ اللہ نور السمٰوات والارض ہر دو نوروں کا مرکز وہی ایک ذات پاک اللہ جل جلالہ وعم نوالہ ہے۔

ان لوگوں سے تعجب ہے جو ابلیس کے ایک ہی ناری وجود کو جو نور احمدی کی ضد میں ظہور پاتا ہے روئے زمین پر ہر جگہ حاضر و ناظر یقین کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں الا ابلیس بصیغۂ واحد ہے۔ اگر اُس بیچارے کی بیوی ہوتی تو بصیغہ تثنیہ ذکر ہوتا۔ شاید بعد میں اُس کی اولاد پیدا ہونے کا خیال ہوتا۔ قرآن پاک میں ابلیس کی ناری شعاعوں کو اس کے کنبہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور اُس کے مقابل میں آفتاب نور محمدی کی شعاعیں پھیلی ہوئی ہیں جن کو ملائکہ ارضی کہتے ہیں اور یہی ملائکہ خلیفہ آدم کے لئے سربسجود ہو کر اطاعت میں لگے ہیں۔ انسان کے سیدھے پہلو سے نور محمدی کی شعاعوں کا تعلق ہے اور بائیں پہلو سے نار جنی کی شعاعوں کا تعلق ہے۔ انہی شعاعوں کے ذریعہ سے سب سے بڑے شیطان دنیا کی خدمت میں لوگوں کے گمراہ ہونے کی رپورٹ پہنچتی ہے تو وہ سردار ابلیس بہت خوش ہو کر اپنے لشکر کے سپاہیوں کو بہت شاباشی دیتا ہے۔ اور آفتاب محمدی کی شعاعوں کے ذریعہ سے درود کے تحفے کی رپورٹ آنحضرت کی خدمت بابرکت میں پہنچتی ہے تو آپ اُس کے لئے دعا کرتے ہیں اور شفیع بنتے ہیں۔ اور اللہ ایک صلوٰۃ محمدی کے بدلے دس بار اُس بندے پر صلوٰۃ پڑھتا ہے۔ ففہم فیہ سر دقیق وقعر عمیق۔

میرا یہ بیان سُن کر مولوی صاحب کہنے لگے اب تو میں یا رسول اللہ کہنے کو شرک نہ جانونگا۔ ان مولودیوں کا کیا ہوا جو کسی راز کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اور ناحق کے جھگڑے ڈال رکھتے ہیں۔ میں نے کہا جناب یہ سب نیم مولوی عوام کے مرتبہ پر ہیں عوام الناس السلام علیک ایہا النبیُّ بر سبیل تلاوت پڑھتے ہیں مگر خواص عشق محمدی میں

فنا ہو کے برسبیل حقیقت پڑھتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

ایک مولوی صاحب نے کہا۔ آثار میں ہے حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت کے انتقال کے بعد السلام علیک ایہا النبی کہنا چھوڑ دیا تھا بلکہ السلام علی النبی کہتے تھے (بخاری پارہ ۲۵) میں نے کہا یہ ابن مسعود کا قیاس ہے۔ احادیث سے یہ کہیں ثابت نہیں کہ آنحضرت مکہ میں ہوتے تو مدینہ والے بوجہ غیابت علی النبی پڑھتے تھے۔ یا آنحضرت نے ایسی تاکید کی ہو۔ حالانکہ حین حیات میں آپ تک درود و سلام فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچنے کا ذکر نہیں ہے بعد واصل حق ہونے کے فرشتوں کی ڈاک ہفتہ میں دو بار پہنچنے کا ذکر اور ہمارے اعمالنامہ میں "یا رسول اللہ" کا خطاب ہو تو کیا حرج ہے۔ اگر کوئی طالب حق اس سے زیادہ شان محمدی کے مراتب کو جانتا ہے تو وہ خاکسار کی کتاب ارشاد آسمانی کا انتظار کرے۔ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدۂ ہر چند کہ آخر بظہور آمدۂ

اے ختم رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدۂ ز راہِ دور آمدۂ

حسن وہ حسن کہ یوسف نے جو دیکھا تو کہا سارے نبیوں میں محمدؐ کا جمال اچھا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف تاریخ ۱۲۔ ماہ ربیع الاول سنہ عام الفیل کو دوشنبہ کے روز بوقت صبح صادق ہوئی۔ آپ کی والدۂ ماجدۂ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو کر دنیا میں تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک نور ظاہر ہوا۔ اُس نور کی روشنی سے تمام مشرق اور مغرب کی چیزیں روشن ہو گئیں۔ جب آپ زمین پر آئے تو دونوں ہاتھوں پر سہارا دیے ہوئے تھے۔ آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ (مواہب)

آپ کی والدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا۔ فرماتی ہیں کہ ولادت کے وقت میں نے

آسمان سے ایک ابر کے سفید ٹکڑے کو آتے دیکھا اُس ابر کے ٹکڑے نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آغوش میں لے لیا اور میری نظروں سے غائب ہوگیا۔ اُس میں سے مجھے یہ آواز سنائی دیتی تھی کہ ان کو دریا جنگل مشرق و مغرب کی حدود میں پھرالاؤ کہ سب چیزیں پہنچان لیں اور اُن کی صفات وصورت سے واقف ہو جائیں۔

ابر کے نزول کا قصہ قریب دوبار ہوا ہے چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو میں نے دوبارہ بھی ایک بڑے ابر کے ٹکڑے کو دیکھا جس میں سے گھوڑوں اور پرندوں اور آدمیوں کی باتوں کی آواز آتی تھی۔ اس دفعہ بھی اُس ابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپالیا۔ اوّل مرتبہ سے زیادہ دیر تک غائب رہے۔ اکثر مجھے یہ سنائی دیتا تھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ آپ کو تمام روئے زمین اور تمام روحانیات انسان اور جن۔ فرشتوں طیور و وحوش کے سامنے پیش کرو۔ اور نبوت اور نصرت کی کنجیاں دیدو۔ اور تمام انبیا علیہم السلام کے اوصاف سے آپ کو مزین کردو اور تمام رسل اور انبیاء کے دریائے اخلاق میں غوطہ دیدو۔

الغرض ہمارے نبی مکرم تمام محاسن میں لاثانی اور اخلاق کریمانہ میں تمام انبیاء ومرسلین سے فایق تھے۔

اے کہ بر تخت سیادت زازل جاداری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی ولادت شریف کے وقت کسریٰ نوشیرواں کے محل میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ اُس عالی شان شاہی ایوان کے چودہ کنگرے گر پڑے۔

وبات ایوان کسریٰ وھو منصدع کشمل اصحاب کسریٰ غیر ملتھم

یعنی نوشیراں کا محل ولادت کے وقت ایسا شکستہ اور پاش پاش ہوگیا جیسا کہ کسریٰ کا لشکر جس کو اجتماع نصیب نہ ہوا۔

چو صیتش در افواہ دنیا فتاد تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

فارس کا قدیمی آتشکدہ جو ہزار سال سے برابر روشن تھا ضیائے توحید کی نورانی

شعاعوں سے بجھ گیا۔ اور بحیرۂ طبریہ اور دریائے ساوہ (جس میں نوزائیدہ بچوں کو آتش
پرست غسل دیتے تھے) دفعۃً خشک ہو گئے۔ (مواہب و معارج النبوۃ)

اللہ جل جلالہ نے زوال سلطنت فارس و شام کی طرف ان امور سے اشارہ
کیا ہے (نشر الطیب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب بنی ہاشم کے زقاق المولد (پیدائشی کوچہ) محمد
بن یوسف نزار کے گھر میں پیدا ہوئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بسند حسن یہ روایت ہے کہ ایک یہودی نے
اُس رات جس میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے یہ کہا اے قریش کیا آج
تمہاری قوم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے لاعلمی کی وجہ سے کہہ دیا کہ ہم کو خبر
نہیں۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ اے اہل قریش آج کی شب میں اس امت کا نبی پیدا
ہوا ہے۔ اُس کے دونوں شانوں کے درمیان (مہر نبوت) ایک نشانی ہے۔
قریش نے جب اس امر کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے لڑکا پیدا
ہوا ہے۔ یہودی اور اہل قریش آپ کی والدہ بی بی آمنہ کے پاس آئے۔ یہودی نے
جب وہ نشانی دیکھی تو بیہوش ہو کر گر پڑا اور سنبھل کر کہنے لگا کہ بنی اسرائیل سے آج اب
نبوت و رسالت رخصت ہو گئی۔ اے اہل قریش یہ تم پر ایسا غلبہ کریگے کہ مشرق و مغرب
تک ان کی تشہیر ہو جائیگی (فتح الباری)

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جس رات حضرت عبداللہ پیدا ہوئے اہل کتاب
نے جانا کہ پیغمبر آخر الزماں کی ولادت قریب ہے۔ اور سبب اس کا یہ ہوا کہ جامہ سفید
صوف کا جس میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کہ ان کو کافروں نے شہید کیا تھا خون آلودہ ان
کے پاس تھا اور مضمون کتب آسمانی سے وہ جانتے تھے کہ جب وہ جامہ بار دیگر خون
تازہ سرخ ہو جاویگا اور چند قطرہ خون اس میں سے ٹپکیں تو یہ علامت قریب تولد
پیغمبر آخر الزماں کے ہوگی اور اس رات میں اس جامہ میں یہ نشان ظاہر ہوا اور اسی
سبب سے وہ حضرت عبداللہ سے عداوت رکھتے تھے۔ وہ ہر چند بارادہ قتل ساعی ہوتے

کہ مکہ میں آئے لیکن بدنصیب اپنا سا منہ لے کر پھر جاتے۔ آپ کا لقب ذبیح بھی ہے جس کی کیفیت حضرت عبدالمطلب کے حالات میں درج ہے۔ مختصر یہ کہ آپ نے یعنی حضرت عبدالمطلب نے اپنی ایفائے منت میں منجملہ اپنے بیٹوں کے حضرت عبداللہ کی قربانی کرنی چاہی اور بھائیوں میں آپ کا تعین کرنے کی غرض سے قرعہ ڈالا تو وہ بھی آپ ہی کے نام پر نکلا۔ حضرت عبدالمطلب آپ کا ہاتھ پکڑ کر قربانی کی جگہ لائے اور چاہا کہ قربان کریں۔ آپ کے بھائی اور تمام اہل قریش بوجہ آپ کی محبت کے مانع ہوئے اور ایک کاہنہ کے پاس اس قصہ کو لے گئے۔ اُس نے کہا کہ قرعہ ڈالو کہ اول دس اونٹ اور عبداللہ کا نام لکھو۔ اگر آپ کا نام نکلے دس اونٹ اور بڑھا دو اور زیادہ کرتے جاؤ یہاں تک کہ اونٹوں کے نام پر قرعہ نکلے۔ عبدالمطلب نے ایسا ہی کیا۔ ہر بار میں قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلتا تھا یہاں تک کہ سو اونٹوں کی نوبت پہنچی تب اونٹوں کا نام نکلا۔ حضرت عبدالمطلب اونٹوں کو قربان کر کے منت سے ادا ہوئے۔ حدیث شریف حضور نے جو ارشاد فرمایا ہے انا ابن الذبیحین (یعنی میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں) اسی طرف اشارہ ہے۔ ایک سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام مراد ہیں اور دوسرے سے حضرت عبداللہ آپ کے والد بزرگوار۔

حضرت عبداللہ کی عمر باختلاف روایات ۱۸-۲۵-۳۰ سال کی ہوئی اور بقول اصح موافق روایات زرقانی ۲۵ سال ہوئی۔ حضور سرور عالم کی ولادت شریف سے تین ماہ قبل جبکہ آپ ملک شام کی طرف کھجوروں کی خریداری کے واسطے تشریف لیجا رہے تھے راستہ میں انتقال ہوا اور دار النابغہ میں مدفون ہوئے۔ بقول اصح اور بقول بعض مدینہ منورہ میں متصل مزار سیدنا مالک ابن سنان رضی اللہ عنہ بسرق بردار حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہوئے (مواہب و سیرۃ الحلبی)۔

بغرض آگاہی ناظرین کے لئے حضور پُرنور کی اولاد امجاد کا ذکر اختصاراً کرتے ہیں۔

محمدؐ

سیدنا قاسمؓ — سیدنا طیبؓ — سیدنا طاہرؓ — سیدنا ابراہیمؓ — سیدہ رقیہؓ — سیدہ ام کلثومؓ — سیدہ فاطمہؓ — سیدہ زینبؓ

آپ کی رحلت تریسٹھ سال کی عمر میں دوشنبہ کے روز ماہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

واضح ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال ایک روز کی عمر میں نبوت ہوئی اور بعض اقوال ہیں روز دوشنبہ تاریخ ۸ ربیع الاول کو مبعوث ہوئے۔ اس کے بعد علی الاعلان آپ نے اظہار نبوت کیا اور دعوت حق کی اور شعب ابوطالب میں معہ خاندان کے کچھ کم تین سال محاصرہ کفار میں رہے اور بعمر پچاس سال نو ماہ آپ کو معراج ہوئی۔ ترپن سال کی عمر میں آپ نے ہجرت فرمائی روز دوشنبہ ۸۔ ربیع الاول کو روانہ ہوئے اور روز دوشنبہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ کل دس سال یہاں اقامت فرمائی اور اس عرصہ میں باختلاف اقوال ۲۵ یا ۲۷۔ آپ نے غزوات کیے اور تقریباً پچاس مقامات پر لشکر بھیجے اور اس کے بعد آپ کی وفات ہوئی اور تعین روز اور تاریخ ۸ یا ۹ یا ۱۲ میں اقوال علماء کے مختلف ہیں۔ لیکن قول مشہور اس بارہ میں آغاز مضمون میں بیان کر دیا گیا۔ مکہ مکرمہ میں آپ خدیجہ بنت خویلد کی طرف سے ملک شام کو تجارت کی غرض سے تشریف لے گئے اور خدیجہ بنت خویلد کو آپ کی حسن معاملہ سے اعتبار بڑھتا گیا اور برکات ظاہری و باطنی سے بکثرت فائدہ ہوا تو خدیجہ نے آپ سے نکاح کی درخواست کی اس وقت آپ کا سن رشد ۲۵ سال دس دن دو ماہ کا تھا۔ آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کیا اور حضور کی ۴۹ سال ۸ ماہ ۲۱ یوم کی عمر میں خدیجہؓ کا ابوطالب کے انتقال سے ۳ روز بعد مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے نکاح کیا۔ ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہجرت کے دو یا تین سال قبل ماہ شوال میں جس وقت حضرت عائشہؓ چھ سال کی تھیں نکاح کیا اور بعد تین سال سات ماہ، شوال میں آپ ہمبستر ہوئے۔ ان کی اٹھارہ سال کی عمر میں حضور نے وفات پائی اور بعمر ۶۸ سال ۱۷۔ رمضان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ حضرتؐ نے سوائے ان کے اور کسی باکرہ سے نکاح نہیں کیا۔ ام عبداللہ ان کی کنیت ہے۔ پھر ان کے بعد حضرت حفصہ بنت فاروق اعظم سے .... آپ کا

نکاح ہوا۔ اور آپ کا حبشہ میں نجاشی حبش نے ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان سے نکاح کیا۔ اور نجاشی حبش ہی نے ام حبیبہ کا مہر آپ کی طرف سے ادا کیا ۴۴ سال ان کی عمر ہوئی پھر حضرت ام سلمہؓ سے آپ کا نکاح ہوا۔ اور ۶۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ ایک روایت میں حضرت میمونہؓ کو لکھتے ہیں کہ ان کی سب سے آخر میں وفات ہوئی۔ ان کے بعد حضرت زینب بنت جحش سے آپکا نکاح ہوا جو پہلے زید بن الحارث مولا رسول اللہ کے نکاح میں تھیں۔ اِن کی طلاق کے بعد آپ کی ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں حضور کی وفات کے بعد یہ پہلی بیوی ہیں جن کا انتقال ہوا۔ اور جنازہ چوبی بشکل گہوارہ جن کے لئے تیار کیا گیا۔ ان کے بعد جویریہؓ بنت حارث جو غزوہ بنی مصطلق میں گرفتار ہو کر ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں بعوض مال کتابت اپنی رضامندی سے آپ کے نکاح میں آئیں ۵۶ سال ان کی عمر ہوئی۔ پھر حضرت صفیہؓ سے آپ کا نکاح ہوا جو ہارونؑ کی نسل سے تھیں اور غزوہ خیبر میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔ ان کا آزاد ہونا حضور نے مہر قرار دیا تھا پچاس سال ان کی عمر ہونے پر آپ نے خالد بن الولید اور عبداللہ بن عباس کی خالہ میمونہؓ سے نکاح کیا اور موضع سرف جہاں حضور سے انکا نکاح ہوا تھا بعمر ۸۱ یا ۶۶ سال وہیں ان کی وفات ہوئی اور اس تقدیر قول آخر پر از روئے انتقال کے یہ آخر ازواج سے ہونگی۔ جیسا کہ مذکور ہوا اور یہ سب وہ ازواج ہیں جو حضور کے انتقال کے بعد موجود رہیں۔ سوائے حضرت خدیجہ کے پھر آپ نے ہجرت کے تیسرے سال حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا جن کا دو تین ماہ میں انتقال ہو گیا۔ ان سب کے علاوہ کچھ اور عورتیں بھی تھیں جن سے حضور نے نکاح یا خطبہ کیا تھا۔ ازانجملہ فاطمہ بنت ضحاک بھی آپ کے نکاح میں آئیں اور آیہ تخییر نازل ہونے پر آپ نے اُن کو اختیار دیدیا تھا پھر وہ دنیا اختیار کر کے آپ سے علیحدہ ہوگئیں لیکن ساری عمر اُن کو حضور کی جدائی کا افسوس رہا۔ اور ماریہ قبطیہ سے بھی آپ کا نکاح ہوا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے حضور کی چار صاحبزادیاں ہوئیں جن میں سے تین صاحبزادی حضرت زینبؓ ورقیہؓ اورام کلثوم کا حضور کی حیات میں انتقال ہو گیا۔

لیکن حضرت فاطمہ زہرا کا حضور کی وفات سے چھ ماہ کے بعد انتقال ہوا اور ان کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نکاح ہوا۔ ان کے حضرت علی سے چھ اولادیں ہوئیں جن میں حسن حسین علیہما السلام وسیدہ زینبؓ اولاد فاطمہؓ و حضرت ابوالقاسم محمد بن حنفیہ وغیرہ۔ سادات کے چار سلاسل جاری ہوئے ان کے علاوہ سب انہی سلاسل اربعہ کے فروع ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جہاں اپنی ذاتی سیادت ہاشمی کے حضرت فاطمہ کی وجہ سے جو شرف حاصل تھا اس کے ساتھ ہی بوجہ آپ کے دیگر فضائل مخصوصہ کے آپ کی اولاد کا سیادت انتساب ہونا یقینی ہے لیکن بانصاف اور حق یہ ہے کہ حضرت سیدہ کی وجہ سے جو کرامت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہوئی۔ پس اسی کرامت کا زائد حصہ بنی فاطمہ میں ضرور اضافہ کا مستحق تھا۔ اس لئے کہ یہ فضیلت جزئی باعتبار تعلق رسالت خاص امر ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جہاں بنی فاطمہ کو یہ تخصیص ہے وہاں دیگر اولاد علی کرم اللہ وجہہ بھی اس خصوصیت میں بنی فاطمہ کے سلسلہ اخوت کی وجہ سے شریک ہے اور اپنا تو یہ قول ہے

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا ☆ بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

اظہار شرف نسب کی بہت سے امورات دینی و دنیوی میں ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اس میں اس درجہ غلو ہونا جو دوسروں کی تحقیر اور اپنے لئے کبر کا باعث ہو جاوے بیجا ہے جیسا کہ بعض لوگوں میں اس کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور حقیقۃً دیکھا جاوے تو علاوہ ضروریات دین کے واقفیت نسب کا منشاء یہ ہے کہ انسان اپنے آباؤ اجداد کے بہترین اعمال اور اخلاق حسنہ کی واقفیت سے ان کی پیروی کرے کیونکہ مایۂ کرامت اور سرمایۂ ناز اگر عمل نہ ہوتا یا عمل کے مقابلہ میں روز آخرت میں سیادت و شیوخت کام آنے والی شے ہوتی تو شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم "اے علی یا فاطمہ" کی تاکید نہ فرماتے معلوم ہوا کہ اعمال صالح جو باعث سیادت ہوئے تھے اصل سیادت ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری سے ظاہر ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ جس کے معنی حضرت مولانا روم نے بڑی خوبی سے بیان کئے ہیں۔

ہر کہ طالب گشت نور ذات را ☆ اوست سید جملہ مخلوقات را

چنانچہ حالات سیادت پناہ سید المرسلین واہل بیت اطہار وخلفائے عظام وصحابہ کرام اس کے شاہد ہیں کبھی اپنی کرامت پر کسی نے بھروسہ نہیں کیا یہ وہی چیز ہے کہ ان حضرات کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے باری تعالیٰ نے وہ دولت ودیعت رکھی کہ اگر یہ وراثت شریعت کا چراغ ہاتھ میں لے کر ان کے قدم بقدم چلیں تو علیٰ قدر مراتب فیما بینہم ان کی ہمسری کا دوسرا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔

نورِ مضطرب

(از جناب مولانا وکیل احمد صاحب حافظ)

رب سلم علیٰ رسول اللہ   مرحبا مرحبا رسول اللہ

تڑپ اور بیقراری، آہ ان میں کتنی چاشنی ہے، کتنا ذوق ہے اور کتنی لذت، کسی ایسے دل سے پوچھو جو لذت اندوز درد ہو، جو اضطراب کے تاثرات سے سیماب جوں اور بیقراری کا مظہر ہو، جس کی شراؤں اور وریدوں میں بسمل خون رواں ہو، وہ ایک داستان سنائیگا بے چین۔ ایک فسانہ دہرائیگا بیقرار، ایک نغمہ الاپیگا مرتعش، تم سنوگے اور مضطرب ہوجاؤ گے۔ ایک مستقل درد ایک غیر فانی اثر، ایک کیف نواز جذب تم پر مستولی ہوگا اور تم عالم وجدان کے تاجدار اور مے اضطراب کے سرشار بنجاؤ گے!

بڑی ازلیت حاصل ہے اس "اضطراب" کو بلکہ یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ اضطراب ہی کے سر ازلیت واولیت کا سہرا ہے، اور یہی سبب تکوین وتدوین عالم ہے، جب کچھ نہ تھا۔ پانی تھا مضطرب، عرش تھا لرزاں، قدرت تھی بیقرار۔ اپنا جمال دکھانے کے لئے اپنے جلال کے اظہار کے لئے نمود قدرت کے لئے۔

"العزیز الجبّار المتکبر"

وقت آیا، مضطرب پانی میں بلبلے اٹھے، قدرت نے اپنا بے عدیل عکس ڈالا، ہر بلبلا منعکس بہ رضائے قدوس ہوکر خلد میں برنگ دیگر گردش کرنے لگا، گروہ قدوسیاں "سبوح قدوس"

کے آوازے بلند کرتا ہوا اُٹھا اور تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گیا لیکن شمس و قمر، ارض و سما، اور اجرام فلکی ہی پر اس اضطراب کا خاتمہ ہوا، اس کے سکون کے لئے ضرورت تھی ایک یکتا کی، ایک بےمثال کی اور ایک ایسے وجود کی جو دعوے کے ساتھ دلیل ہو یکتائی اور وحدانیت کی!!

تکوین کا ارادہ، تدوین کی بنا تھی۔ کُن کا پُر اسرار حکم انی جاعل فی الارض خلیفہ کا پیغام ابوالبشر کا وجود باجود تھا۔ من یفسد فی الارض کے اعتراض پر لا تعلمون کی تہدید تھی اور اسجد کا حکم مداوائے تکبر، روگردانی کا علاج اخراج و پھٹکار!

حالات ماضیہ ثابت کرتے ہیں کہ ہر زمانہ مضطرب رہا ہے۔ ایک خلش کا، بےچین رہا ہے ایک انوکھی کسک کا، ہاں ہاں ہر قرن و ہر ملک میں، ہر قوم و ہر ملت میں اضطراب کا "جلوۂ خموش" جاری و ساری رہ چکا ہے۔ مگر کسی فرد واحد میں کسی شخص مخصوص اور کسی ہستیِ جانباز میں، پس جب تک وہ عالم ہستی میں رہا مست رہا اک ترنگ میں جذب رہا کسی نیرنگ میں، اختلاف کی آندھیاں آئیں، طوفانی بگولے اُٹھے، فتنہ و فساد، جدال و قتال کی چپقلشیں پیدا ہوئیں مگر جاء الحق و ذھق الباطل "آگیا حق اور مٹ گیا جھوٹ، مخلوق مضطر و بیقرار "شمع اضطراب" پر پروانہ وار، فگندہ جمال پر نثار ہوئی، اور کیوں؟ اس کے سوا چارہ نہ تھا کشش تھی اضطراب کی، کہربائیت تھی اس مقناطیسی قوت کی جس کا مظہر ثانی، صرف ایک "سرشار نور مضطرب تھا" اور جو کیفیت سرور و نشاط ارتعاش و التہاب نور ہدایت سے مخمور ہی نہ تھا بلکہ وجہ اضطراب کی تلاش میں حیران بلکہ مدغم تھا!!

وہ نقطۂ مضطرب، جو مالک کی ملک سے جدا ہوا۔ اپنے ارتقائی منازل میں مختلف اللّون سانچوں اور عجیب صورتوں میں ڈھلتا رہا، کبھی حرص و ہوا کے پردے میں رازِ شجر ممنوع کی گرہ میں مستور ہو کر باعث عتاب ہوا، تو کبھی اظہار و ایجاد کے جہر و خفی میں سزا و جزا کے نقاب خموش میں ہابیل و قابیل کی داستان سنتا رہا، کبھی باعث طوفان ہو کر زمین کی کثافتوں کو دھو ڈالا تو کبھی چشم یعقوبی حزن ہن سفید کرتا رہا ہے، جمال یوسف بن کر چمکا زلیخا کے دل میں گدگدی بن کر آیا نقص من الاموال والانفس پر عمل کرتا ہوا ایوبی امتحان

واتبلار کا باعث ہوا۔ توکبھی جبینِ بقا وفنا قدرت وندرت کا ثبوت دیتا رہا۔ موسیٰ کے دل
میں رب ارنی کا داغ بن کر چمکا، توکبھی صاعقۂ ہوش ربا بن کر طور نواز ہوا، داؤد کے حنجرہ
میں لحن بن کر آیا، سلیمان بن کر ساری چیزوں پر حکومت وسطوت کی مہر ثبت کر دی توکبھی
ذابح بنا اور ذبیح کی گردن، قُم بنا گاہے روح اللہ۔ الغرض اضطراب کا ایک سیلاب
تھا جو جاری وساری تھا لیکن مستقل سکون، غیر فانی اطمینان، ثابت ٹھہراؤ، اور غیر
مضمحل رکاؤ نہ پاکر آتا رہا اور جاتا رہا، وہ سکون لمحہ فروش، وہ اطمینان لرزاں اور وہ ثبات
مرتعش، جو اسے وقتاً فوقتاً حاصل ہوتا رہا، سمندِ تفحص پر تازیانے کا کام کرتا رہا، آخر اپنی تگ
ودو سے ایک حد تک خاطر برداشتہ ہو کر کچھ عرصہ کے لئے گمنام ہو گیا۔

آئینہ دہر زنگ آلود ہو گیا غفلت وجمود کی بے پناہ گھٹائیں جھوم جھوم کر اٹھیں،
صداقت وحریت ہمدردی ورواداری، انصاف ورحم کا وجود عدم کے برابر ہو گیا، سبعیت و
بہیمیت، حرص وآز، خدع وحیل، دسائس شیطانی، ظلوم وجہول انسانی کا پرچم ہر سمت
لہرانے لگا، سارے عالم میں نیکی مظلوم، انصاف بدنام ہو گیا۔ رحم وکرم، فضل واحسان
کا وجود باقی نہ رہا، قساوت قلبی اور شقاوت نفسی، ہر سمت ہر جگہ ظلمت پاش ہو گئی، معدودے
چند وہ لوگ باقی رہ گئے جو عقل سلیم رکھتے تھے، اور شمع ہدایت "نور مضطرب" کے انتظار
میں کھنڈروں اور غاروں کو جائے عاطفت بنا رکھا تھا۔ قرائن وآثار، وعدہائے دوشیں
اور پیشین گوئیوں پر تکیہ کئے نظر براہ تھے، اُن کی ہر صبح، صبح اُمید تھی، اور ہر شام "تمنائے
ناکام"۔ آخر کار شب اُمید کے اخیر پہلو سے، وہ وقت سعید و منتظر وادِ طلب، پیدا ہوا کہ
کائنات کا ہر ذرہ مسلون ہو گیا، سماوات کی ساری تسبیح وتہلیل خموش ہو گئی، اور وہ بڑے
بزرگوں کی صدا، تمنا اور آرزوؤں کا مرکز اعظم، فیض وجود، انعام واکرام کا نچوڑ، تبسم ہائے
گل کی جاں، محبوب ومحب کا ارمان۔ بہار حیات کا اصلی راز ایکم احسن عملا کا اصلی جوہر
مقطعات مصحف ربانی کا لب لباب، تخلیق مشارق ومغارب کا اصلی مقصد، ترکیب و
تجنیس ادیان وملل کا کامل فرد جس کی بدولت بندوں کو یہ حاصل وسجد واقترب ہاں ہاں
وہ نور مضطرب ۱۲۔ ربیع الاول کو خاندان ہاشمی میں آمنہ کی وا آغوش میں مچل پڑا، فاران

کی چوٹیاں منور ہوگئیں، وجہ اضطراب مل گیا، چاہ کفر و ضلالت اندھے ہو گئے۔ اصنام نے اپنا منہ آپ پیٹ لیا۔ شیاطین پہاڑوں میں مصروف فغاں ہو گئے، فطرت اصلی متبسم ہوئی باد بہاری اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی چلی، ابر رحمت نے موتی برسائے، زمین ردائے خضری میں لپٹ گئی، طیور خوش بیان نے ترانے گائے، خزاں رخصت ہوئی، بہار آئی، وحدت کا بول بالا، کثرت قعر حسرت میں گرنے لگی۔ ہر شئے آسودہ اور مطمئن ہو گئی۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔

رحمۃ للعلمین

یوں تو دنیا اپنے گہوارہ عہد دیدہ زیب عہد میں بہتیرے ہونہار اور نونہال لالہ و گل کو کھلنے کا موقع دیا ہے گلشن ابو البشر علیہ السلام کے ہزاروں نخل آرزو سن شعور اور حد بلوغ تک پہنچ کر بار آور ہوئے۔ اکثر تشنگان شربت توحید کو جام وحدت سے سرشار کر گئے۔ بہت رہنما ایسے ہو گذرے ہیں کہ جن کا نام نامی اسم گرامی محض صفحہ قرطاس ہی تک موجب زینت نہیں بلکہ لوح دل پر نقش کالحجر اور موجب لذت و فرحت ہیں۔ قرناً بعد قرن کتنے ایسے اصحاب ہو گذرے ہیں کہ اپنے عہد شباب میں جوبن کی بہار دکھلا کر بہتوں کو مفتوں ہی کر کے چھوڑا۔ جن کے کارناموں پر حسرت بھری نظر پڑ رہی ہے لیکن جس ہستی مسعود و محمود کا ذکر سر دست منظور ہے وہ کہیں ان سب سے ارفع و اعلیٰ اور پرواز ادراک سے بھی بالا ہے۔ کم و بیش پانچ سو برس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تشریف لے گئے گذر گیا ہے۔ اب اس سرائے فانی دنیا میں کوئی ایسا ہادی و رہبر نہیں ہے جس کا تعلق براہ راست قدرتی ٹیلیفون سے ہو۔ لہذا یکایک کبریائی غیرت کو حرکت ہوئی۔ دعائے خلیل اور نوید مسیحا کی باری آئی۔ جس کا انتظار صدیوں پیشتر سے بہتیرے قلوب کو بلیوں اچھال رہا تھا چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام کے معزز خاندان بیت اللہ کے متولی امیر الامراء سردار ابن سردار خواجہ عبدالمطلب کے بیٹے کے ہاں ایک بیٹا مبارک و مسعود نور علیٰ نور از سر تا پا مظہر مالک الملک رب غفور

آج سے تیرہ سو برس پیشتر جزیرہ نما سنگسار او رنجر ملک عرب کو اپنے قدوم میمنت لزوم کی گونا گوں خوبیوں سے شرف صدور بخشا۔ قریب ترین ملک فارس میں شہنشاہ نوشیروان عادل تخت و تاج کا بلا شرکت غیرے تنہا مالک و قابض تھا۔ مگر اس کا تصرف ملک عرب پر بالکل نہیں تھا۔ اور نہ کبھی اس کو اس قسم کا خیال دامنگیر ہوا کہ عربی سنگدلوں کو بیک جنبش صحرائے غارتگری و رہزنی سے موڑ کر اخوت و ہمدردی کے گھاٹ پر پہنچا دے تاکہ گوہر تہذیب سے اپنے دامن کو پُر کریں۔ یقیناً اعراب کی اصلاح کا سہرا کسی اور ہی کے سر بندھا جس کی رہبری حق احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی آسمانی حکومت کے رہبر اور نے محفوظ کر دی تھی گو اس مصلح اعظم بالعموم عالم و بالخصوص عرب کے سر سے فطرتی سیر بالایمن جیسی مایہ صد ناز نعمت کا سایہ اُٹھ گیا ہے۔ غیروں کی آغوش شفقت میں پرورش پائی ہے یتیمی جیسا داغ ملک عرب میں کلنگ کا ٹیکا ہے جس سے بہت حد تک نظروں سے گر جانا یقینی تھا۔ مگر یہ قدرتی سخت جان فداہ ابی و امی اپنے اندر ہزاروں خوبیاں رکھتا ہے۔ اس کی چتون میں غضب کا جادو بھرا ہے۔ کبھی ممکن نہیں کہ جس کی طرف نظر بھر کر دیکھ لے مسحور نہ ہو جائے۔ اس کی تیغ ابرو کا گھائل ہو ہی نہیں سکتا کہ دوسری سانس لے سکے جس کی طرف مڑ کر دیکھ لیا اُس کو بلا چون وچرا اپنا خوگر و گرویدہ بنا ہی لیا۔ مریضان جاں بلب سر گور مایوسی کی آخری سسکیاں لے رہے تھے۔ مگر اس مایۂ صد فخر ہستی نے لب مسیحائی سے توحید کے جام میں آب حیات کا گھونٹ پلا کر نئی زندگی کی روح پھونک دی۔ اور ہمیشہ کے واسطے نڈر کر دیا۔ اپنے صداقت آمیز پیکر سے دشمنوں تک کو مجبور کر دیا۔ کہ صادق اور امین جیسے ممتاز لقب سے پکاریں۔ مگر آسمانی لقب رحمۃ للعالمین ہے۔ یہ شافع مجرمین اپنی رحمت کا ثبوت ایک ایسے موقع پر دیتا ہے جبکہ قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے۔ حاشیہ نشین قابل اعزاز اصحاب حلقہ باندھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے ایسی آیت پر پہنچ گیا۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیمانۂ صبر لبریز ہو کر بدیں الفاظ چھلک جاتا ہے۔ رب انھن اضللن کثیراً من الناس فمن تبعنی فانہ منی الخ یعنی اے پروردگار انھوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ پس جو میری پیروی کرے میری جماعت سے ہے۔ اور جو میری نافرمانی کرے

تو بخشنے والا مہربان ہے"۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مجرمین امت کو قدرتی رحم اور کبریائی کرم پر بدیں الفاظ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفر لھم فانك عزیز الحکیم یعنی اے مالک الملک اگر تو ان کو عذاب کرے پس بیشک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے پس بیشک تو غالب حکمت والا ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ اس رحمت للعلمین کی حالت دگرگوں ہوگئی، ایک رنگ آنے لگا ایک جانے لگا۔ کبھی قدرتی عذاب نے ڈرا دیا۔ کبھی اس کی رحمت تھامنے لگی۔ امت مرحومہ کی بیکسی کی تصویر کھچ گئی۔ میدانِ حشر یوم الحساب کا نقشہ بیک نظر آنکھوں کے سامنے آگیا۔ طبیعت کملا گئی، سینہ پر آرہ سا چلنے لگا۔ آنکھیں اشک بار ہوگئیں، موتیوں کی لڑیاں آگے پیچھے فرش خاک پر ٹپکنے لگیں۔ اس رحمۃ للعلمین نے دست سوال بدرگاہ رب ذوالجلال پھیلا ہی دیا۔ قدرتی رحمت سے سرگوشیاں ہونے لگیں۔ آسمانی حکومت کی رگ حمیت ومحبت نے جوش مارا ناموس اکبر کا اجلال پرجلال فرش زمین پر ہو ہی گیا۔ ثالث بالخیر پیک ربانی حضرت ناموس اکبر روح الامین کے ذریعہ خالق ومخلوق کے درمیان تسلیاں وتشفیاں ہوئیں"۔ اور اطمینان کامل حاصل ہوگیا۔

ایک خاص وقت میں میدان احد نے بہت سے قدرتی کھلونے انسانوں کو اپنی وسیع آغوش میں اس لئے جمع کرلیا ہے کہ ان کو ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے رحم وکرم پر چھوڑ کر تماشا دیکھے۔ مکہ اور مدینہ کی دونوں جماعتیں دونوں طرف سینہ سپر دیوان آہن بن کر کھڑی ہیں۔ لڑائی شروع ہوئی۔ تلواریں چمکنے لگیں۔ خون برسنے لگا۔ میدان لالہ زار بن گیا۔ ممتاز ممتاز سر دھڑ ادھر فرش زمین پر گر گر خون سے لتھڑے ہوئے گھوڑوں کے سموں کی دہائی دے رہے ہیں۔ مگر سنتا کون ہے، سب اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں، دوسروں سے خبر نہیں۔ اچانک مکیوں کو شکست ہوگئی۔ پاؤں سر پر رکھے ہوئے میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے لیکن بہت جلد عارضی طور سے رحمۃ للعلمین کی نافرمانی کی بدولت مسلمانوں کی فتح شکست سے تبدیل ہوگئی۔ کفار مکہ کا گروہ اس وقت ایک خاص

ہستی پر ٹوٹ پڑا ہے جس کو آج سے کچھ پیشتر صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کی ساری کوششیں بالاتفاق اس ایک نکتہ پر مرکوز ہیں کہ جس طرح ہو سکے شمع ہدایت کو بجھا کر ہمیشہ کو خاتمہ کر دیں۔ مگر رحمۃ للعلمین کے چند ساتھی سینہ سپر دیوار آہن کا کام دے رہے۔ پیل مست کی طرح جھوم جھوم کر تلوار کا وار کر رہے۔ ممکن نہیں کہ اس پاک ہستی تک گذر ہو۔ اس لئے بہتیرے بزدلوں نے دور سے پتھراؤ شروع کر دیا۔ ایک پتھر منہ پر آ کر لگ ہی گیا۔ جس کے صدمے سے آگے کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ ایک دوسرے پتھر سے سر مبارک زخمی ہو گیا ہے۔ خون ابل ابل کر بہنے لگا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ لباس خون سے شرابور ہو کر لال ہو گیا ہے۔ ضعف نے اس درجہ بے قابو کر دیا کہ سواری کی تاب نہیں اب بجائے پشت اسپ کے فرش خاک پر ہے۔ یک بیک قلب شکن وحشت انگیز خبر بدین مضمون بجلی کی طرح میدان جنگ میں کوندگئی کہ "رحمۃ للعلمین شہید ہو گئے"۔ پھر کیا تھا۔ بہتوں نے مایوس ہو کر کہہ دیا۔ کہ جب رحمۃ للعلمین شہید ہو گئے تو لڑائی سے کیا واسطہ کتنے جوش غضب اور جذبہ انتقام میں تلوار کو بالاتر کر دیا کہ "اے تلوار بے پناہ خون آشام کسی معمولی دشمن کو بھی میدان سے واپس نہ جانے دے بلکہ نسلاً بعد نسل قیامت تک پناہ نہ دے۔ مگر ہزاروں جانیں قربان ہوں تم پر اے حیدر کرار حضرت علی مرتضیٰ کہ آپ نے اس موقع پر ہر وقت رحمۃ للعلمین کی رفاقت میں اپنی جان عزیز کو خطرہ میں ڈالکر سر سے پاؤں تک پسینہ میں غرق ہو گئے ہو۔ اس موقع پر بھی تمہارے دل میں نہ مایوسی کا گذر ہے اور نہ جذبۂ انتقام کا ولولہ۔ ہاں جس چیز نے تمہیں بیحد دلیر اور شجاع کر دیا ہے وہ آخر الزماں رحمۃ للعلمین کی جدائی کا صدمہ ہے۔ تمہارا دعوئے محبت صادق تمہارے دل میں سچی تڑپ تھی تم اپنے آقا کے سچے خیر خواہ ہو تم اپنے خاندان کے پہلے پروانہ ہو جس نے شمع ہدایت کا طواف کیا۔ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین کے لائق صد فخر جانشین ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تمہاری تلوار اس لئے بلند ہو ہو کر چمکتی ہے۔ کہ کوئی شقی ازلی اس چمک سے غیرت کھائے اور بہادرانہ وار میرا کام تمام کر دے کیونکہ ؎

بغیر یار کے سب گل ہیں خار آنکھوں میں　　کھٹک رہی ہے چمن کی بہار آنکھوں میں

مدینہ تک خبر پہنچی، رحمۃ للعالمین کے لخت جگر حضرت فاطمہ چند عورتوں کو لے کر خود ہی میں میدان جنگ میں پہنچ جاتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ شہادت کی خبر غلط ہے۔ ہاں! زخمی ضرور ہو گئے ہیں۔ لہذا زخموں کو اپنے ہاتھ سے دھو دھو کر علاج میں مصروف ہیں۔ ساتھ ہی دشمنوں کو کوستی بھی جاتی ہیں۔ مگر رحمۃ للعالمین کا انتظار ہے۔ کہ وہ اپنی زبان فیض ترجمان سے کیا ارشاد فرماتا ہے۔

اے لوگو! بہتیرے انسانوں کو حالت مایوسی میں دشمنوں کو گالیاں دیتے سنا ہوگا کتنوں کو اپنی قوت پر بھروسہ کر کے دشمنوں کو دھمکاتے ہوئے لال لال آنکھیں نکالتے دیکھا ہوگا۔ بہت لوگوں کو ناطاقتی کی شکایت کرتے ہوئے غیروں سے امداد مانگتے پایا ہوگا۔ کتنے ایسے لوگوں سے ہوتے کہ جذبۂ انتقام میں غضب آلودہ اور بے صبری کے سبب رب العزت جبار و قہار کی درگاہ بے پناہ میں دعویٰ دائر کر دیتے ہیں۔ بہت ایسے آدمی ہیں کہ صبر تو کر لیا مگر جناب باری کے انتقام بے پناہ کے منتظر ہیں۔

لیکن رحمۃ للعالمین نے اپنی زبان وحی ترجمان سے فرمایا تو وہی جو قیامت تک جلی قلم سے صفحہ قرطاس پر ثبت رہیگا۔ اور لوح دل پر نقش کالحجر کیف یفلح القوم شجوا نبیھم یعنی ایسی قوم کیسے فلاح پائیگی جس نے اپنے نبی کو لہولہان کر دیا۔" ایک دوسرا جملہ بدیں الفاظ زبان سے ادا ہوا۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعقلون۔ یعنی اے میرے اللہ تو میری قوم کو ہدایت کر کیونکہ یہ (جہالت سے) سمجھتی نہیں ہے"

بہت لوگوں نے اپنے ترحم و مہربانی کا ثبوت دیا ہے۔ مگر کیا ایسے ہی جیسے رحمۃ للعالمین نے مجسمہ عفو نے گنہگاروں کی خطائیں معاف کی ہیں۔ مگر کیا ایسے ہی جیسے رحمۃ للعالمین نے ورقہ بن نوفل کی خطا معاف کی تھی۔ اکثر خیر خواہوں نے اپنے دوست دشمن کے حق میں دعائے خیر کی ہے مگر کیا ایسے ہی جیسے رحمۃ للعالمین نے بالخصوص دشمنوں کے حق میں کتنی ہستیاں اپنے دیار محبوب سے نکالی گئیں ممکن ہے ان کے دل سے دعائے خیر اور اصلاح سے نہ بھولی ہونگی مگر کیا ایسے ہی جیسے رحمۃ للعالمین کہ اہل مکہ کو دعائے خیر اور اصلاح سے نہیں بھولے۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ ایسی ترحم و کرم ہمدردی و محبت

کی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ کہ ذوق دل کی لذت بنی ہوتی ہیں۔

پس اے رحمۃ للعالمین! تو اپنے خالق کا تنہا دیدہ زیب کھلونا ہے۔ تو اپنے میزبان معبود رب العزت کا تنہا مہمان ہے۔ کعبہ شریف بیت اللہ کا تو پہلا امام ہے۔ تیرے اندر ہزاروں ایسی خوبیاں مضمر ہیں جن کا مداح خود رب قدیر ہے۔ تو مقبول بارگاہ رب العزت ہے تیری دعائیں ہرگز رائیگاں نہیں جائیں گیں۔ اس لئے نہایت مودبانہ اور عاجزانہ گذارش ہے۔ کہ ہماری بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ اور بدرگاہ ذوالجلال احکم الحاکمین۔ اپنی زبان فیض ترجمان سے سفارش اور اپیل کر دے۔ جہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ گو ہماری حالت ابھی اس قابل نہیں کہ اپنے اسلاف سے نسبت روحانی یا جسمانی بھی قائم رکھ سکیں۔ مگر تجھے معلوم ہے کہ رحمۃ للعالمین کی امت اور ارحم الراحمین کے بندے ہیں۔ اس لئے دلیر ہو گئے ہیں ؎

مرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت — کریم تو ہی بتا دے حساب کرکے مجھے

ہمارے اوپر ہزاروں بلائیں آئیں طوعاً و کرہاً برداشت کرکے پاداش عمل سمجھا قوم کے ہزاروں سر کٹ کٹ کر گر گئے گو افسوس ہوا مگر ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اپنے ہاتھ کے کرتوت وبال جان ہیں۔ یہ کبھی ممکن نہیں کہ مذہب پر چاروں طرف سے حملے ہوں اور خاموش رہ جائیں۔ ہماری جانیں خطروں کی نذر ہو گئیں۔ بسر و چشم منظور کر لیا۔ مگر تیرے دین کو خطرہ میں دیکھ کر رہا نہیں جاتا۔ اور سینہ پر سانپ لوٹنے لگتا ہے

اے پیکر رحم! دیکھ! پکٹوریل اخبار تیری تصویر شائع کرتا ہے حالانکہ تو تصویر کشی اور حفاظت تصویر سے منع کرتا تھا۔ اس بنا پر اندھی آنکھیں اور بہرے کان کہاں سے لائیں کہ نہ دیکھ سکیں اور نہ سن سکیں یہ ہی نہیں کہ صرف تصویر شائع کرتا ہے بلکہ ساتھ ہی ایک نیم برہنہ عورت کو تیری بغل میں لٹا کر تیری عزت و ناموس پر ڈاکہ ڈال دیتا ہے۔ بتلا انصاف سے بتلا اور خدا لگتی کہہ۔ کہ یہ کن آنکھوں سے دیکھا جائیگا اور کن کانوں سے سنا جائیگا۔ آخر ہم انہی سلف کے خلف ہیں۔ جن میں حضرت عمر فاروق۔ عبیدہ بن جراح، خالد بن ولید، اور حضرت حمزہ، علیؓ، سلمہ بن اکوع جیسی بہادر

ہستیاں تھیں۔ مگر یہ لوگ آزاد تھے۔ اس لئے اپنے ہاتھ سے انسداد کر گئے۔ لیکن ہم غلام ہیں، کنگال ہیں۔ دکھیا اور مزدور ہیں۔ بیکس اور بے یار و مددگار ہیں۔ ہم کو طاقت نہیں اس لئے تجھ سے کہتے ہیں۔ ہمارے دکھ اور درد اور بپتا کو دیکھ اور سن تیری دعا میری ڈوبتی کشتی کو ساحل سلام تک ضرور پہنچا دیگی۔ دیکھ! تو اپنے رحم کو کام میں لا۔ گو میری تنہا زبان درجہ قبولیت سے کوسوں دور ہے مگر اپنے محبوب شہر کے ہمنام اخبار گوہر بار مدینہ کے بیس ہزار ناظرین کی سفارش سن تو رحمۃ للعالمین ہے۔ رحم رحم رحم۔ اور دعا کر تا کہ ہماری مدد ہو ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ابوالعہد لمیاوی۔ از کاگنارہ

ہمارا معجز نما رسول

(از جناب سید افتخار حسین صاحب فخر رائے بریلوی)

آج کی تاریخ اس ذات والا صفات کی ولادت باسعادت کے لئے مخصوص ہے جس نے عرب کی سی وحشی اور مادہ پرست قوم میں پیدا ہو کر تاریخ عالم میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اسلام والے اس کو خاتم النبیین کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور تمام دنیا کچھ نہیں تو کم از کم ایک ریفارمر کا درجہ دیتی ہے۔

اس مولود مسعود نے صغر سنی میں یتیم ہو کر ایک جاہل طبقہ میں تربیت پائی لیکن جب بڑا ہوا تو نمونۂ اخلاق بن کر دنیا کے سامنے آیا اور ایسے ایسے اسرار علوم عالیہ کا اظہار کیا کہ حکماء و عقلائے زمانہ کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ یہ اس کا ایک زندۂ جاوید معجزہ ہے۔

فصحائے عرب کو اپنی زباندانی اور قادر الکلامی پر اتنا ناز تھا کہ وہ سوائے اپنے تمام دنیا کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ ان میں سے ایک کا تو یہ دعویٰ تھا کہ وہ کسی لفظ کو ایک مرتبہ استعمال کرنے کے بعد پھر سال بھر نہیں دہراتا۔ خانہ کعبہ کی دیواروں پر عرب کے مایۂ ناز شاعر کی اصلاح کی غرض سے قصیدے لٹکائے جاتے تھے۔ جب کسی نے اس امی رسول کے ذریعہ سے نازل ہونیوالے کلام الٰہی کی ایک آیت

لکھ کر لٹکا دی تو اُس کی قلم کی رو نے حق آشکارا کر دیا۔ یہ سوائے خدا کے کسی دوسرے کا کلام نہیں ہو سکتا۔" اگر یہ معجزہ نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔

ہمارے رسول نے جب پہلے پہل مکّے کے گرد و نواح میں آواز حق بلند کی تو لبیک کہنے والا کوئی نہ تھا۔ زمانے کی سموم ہواؤں نے اُس کو دبانا چاہا لیکن حق حق ہو کر چمکا اور اُن دلوں کو جن میں مادّہ قبولیت پیشتر سے موجود تھا اس آواز نے اپنی طرف کھینچا اور چند مجاہدین فی سبیل اللہ اس کی جماعت میں جان و مال تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے وہ آواز تو فضائے آسمانی میں اپنا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا کر غائب ہو گئی لیکن اُس کی صدائے بازگشت نے پورے عرب، ایران، توران، ہند، وسط ایشیا، افریقہ اور یورپ کے ممالک میں اپنے معجز نما اثرات دکھلائے اور آج اُس آواز پر لبیک کہنے والے دنیا کے ہر گوشہ میں موجود ہیں۔ یہ بھی اُس معجز نما رسول کا ایک بدیہی معجزہ ہے۔

کہا گیا کہ اے محمدؐ اگر ضرورت ہو تو زر و مال لے لو۔ اگر عورتوں کی خواہش ہے تو وہ بھی حاضر ہیں لیکن تم ہمارے بتوں کو بُرا نہ کہو لیکن وہاں زندگی کی غرض نفس پروری نہ تھی بلکہ حق کوشی تھی۔ گمراہوں کو صراطِ مستقیم پر لانے کے لئے عرب کی جنگجو قوم کے اعتقادات کے خلاف لا الہ الا اللہ کی تبلیغ کی گئی۔ اختلاف کی آگ بھڑکی۔ رسول مقبول کے راستے پر کانٹے بچھائے جانے لگے۔ کوٹھوں سے آگ برسائی جانے لگی اور طرح طرح کی بدکلامیاں کی گئیں۔ یہ سب کچھ تھا لیکن خدا کا سچا رسول کار رسالت انجام دے رہا تھا عرب والے جاہل تھے اور رضدّی اپنے باپ دادا سے بتوں کی عظمت اور جبروت کے جھوٹے قصّے سنتے آئے تھے اور اُن کا خوف دل پر گہرا اثر کئے ہوئے تھا۔ بتوں سے خانہ کعبہ کو صاف کر کے دکھلا دیا۔ اگر تمہارے خداؤں میں کچھ طاقت ہے تو وہ مجھ سے بدلا لیں گے۔ بت تو پتھر تھے پتھر، اُن میں کیا طاقت تھی لیکن عرب کے سورماؤں کے ہاتھ تھے اور اُن میں قوت تھی۔ تلواریں تھیں جو زنگ آلود نہ تھیں۔ دل میں انتقام کا جوش تھا۔ وہ جوش بھی ایسا کہ مذہبی احساس کو اپنے دامن میں لئے ہوئے۔ سب سے زیادہ اُن کے دل کو قوی بنانے والا۔ یہ خیال تھا کہ اُن کے خداؤں کی برکتیں اُن کے ساتھ ہیں۔ اختلاف تھا ضد

بھی، غصہ تھا، قوت بھی اور مذہبی جوش تھا۔ سب کچھ تھا وہ کس کے واسطے ایک ذات واحد کے لئے جوان تمام مخالفتوں کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرتی تھی کیونکہ اُس کو یقین تھا کہ وہ خدا جس کے احکامات کو وہ اُس کے بندوں تک پہنچاتا تھا اُس کی محافظت کا ذمہ دار ہے اور اُس کی قوت ان تمام قوتوں سے بالاتر ہے۔ کار رسالت انجام پاتا رہا اور مخالفتیں ہوتی رہیں لیکن رسول کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ مؤرخ کہتے ہیں کہ "محمد صاحب میں کوئی غیر معمولی قوت ضرور تھی" لیکن میں کہتا ہوں اور سب کو ماننا پڑیگا کہ یہ بھی اُس کا ایک معجزہ تھا۔

اب وہ زمانہ آیا کہ روحانیت اور نورانیت کفر و ظلمت پر غالب آنے لگی اور عرب مادہ پرستی چھوڑ کر خدا پرستی کی طرف راغب ہونے لگے۔ اگر حضرت کے پاس کوئی ایسی جادو کی تلوار ہوتی جس کو دیکھ کر ایسا خوف طاری ہو جاتا تھا کہ ہر شخص اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا اور اُس کا اثر زندگی بھر قایم رہتا تھا تو البتہ زبان ہلانے کا موقع ہوتا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ بات یہ تھی کہ ہمارے نبی کی روحانیت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ دنیا کو مسخر کئے لیتی تھی۔ آپؐ کا اخلاق لوگوں کو گرویدہ بنا دیتا تھا۔ آپؐ کے نرم الفاظ دلوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتے تھے۔ آپؐ کا جسم اطہر ایک آئینۂ حق نما تھا جس نے آپ پر نظر کی اُس کو خدا کا جلوہ نظر آگیا اور جس پر خود آپؐ کی نظر پڑگئی اُس کا دل زنگِ کفر سے پاک ہو گیا۔

غور کے قابل سرکار دو عالم کی مطہر زندگی کا وہ حصہ ہے جس میں دنیا کی شاہی اُس روحانیت کے شہنشاہ کے قدموں پر جبہ سائی کر رہی تھی۔ سرکار مدینہ ایک شکستہ بوریے پر جلوہ افروز ہو کر احکامات جاری فرماتے تھے اور فریادیوں کی دادرسی فرماتے تھے وہ لباس زیب تن ہوتا تھا جس میں لیف خرمہ کے پیوند ہوتے تھے۔ دربار میں غیر ممالک کے سفیر غلام اور آقا کے شناخت کرنے میں ناکامیاب رہتے تھے۔ تمام مال و متاع فقراء و مساکین پر تقسیم ہو جاتا تھا اور خود شکم مبارک پر پتھر باندھ کر فاقوں پر فاقے کرتے تھے جب بیٹی نے تھوڑے سے جو قرض لے کر اپنے ہاتھ سے پیسا اور روٹیاں تیار کیں تو خود بھی کھایا،

بچوں نے بھی نوش فرمایا اور اگر سائل کی آواز کانوں میں آگئی تو سب نے اپنے اپنے آگے کی روٹیاں اُٹھا دیں اور خود پانی پر اکتفا کی۔

ہمارے خاتم النبیین نے احکام الٰہی کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یہ آخری اور کامل شریعت تھی جس طرح جوانی کا لباس تا حیات کام آتا ہے اُسی طرح اب اس کے بعد کسی اور شریعت کی ضرورت تا قیامت نہ ہوگی۔ حضور نے ان مجمل احکامات کے ہر شعبہ کی تشریح اپنی زندگی سے کر کے دکھلا دی اور بتا دیا کہ اسلام وہ سلامتی کا راستہ ہے جس پر ہر شخص چل سکتا ہے۔

اسلام والو خوش ہو کہ آج وہ برکت والی تاریخ ہے جس میں ہمارا رسول برحق ہمارے لئے عین برکت ہو کر اس دنیا میں تشریف لایا۔ اُس نے ہم بھولے بھٹکے ہوؤں کو صراط مستقیم کی شاہراہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ اُسی نے اپنی رسالت کے ثبوت میں معجزات دکھلائے لیکن ہمارے لئے اُس کی پاک زندگی کا ایک ایک لمحہ معجزے سے خالی نہیں ہے۔ وہ خود معجز نما تھا۔ اور اب بھی ہے اور رہیگا۔ کیونکہ اُس کی روحانیت کے فیوض اب بھی جاری ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

یثرب کا چاند

(از قلم جناب ابو صالح محمد ادریس صاحب)

عرب کی ایک وسیع سطح زمین ہے جس میں مختلف صوبے متعدد شہر اور سیکڑوں بستیاں آباد ہیں مگر اس کی شہرت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ چونکہ وہاں مکہ مکرمہ ہے جس میں دنیا بھر کی مخلوق کا معبد یعنی بیت اللہ واقع ہے۔ جو کہ ابتدائے آفرینش عالم سے مرجع خلائق بنا رہا۔ ایسی مقدس جگہ جو کہ تمام عالم کی متفقہ طور پر سر نیاز کی جگہ رہی وہاں کے بسنے والوں کی کیا حالت تھی کہ اپنے مذہبی رنگ سے جدا ہو کر اپنی آزادانہ اور خود مختارانہ زندگی بسر کرنے لگے تھے نہ صرف اسی پر اکتفا تھا بلکہ نوتراشیدہ مذہب کو رائج کیا خیالات کی پرستش

کی مورتوں کو پوجا جماد کو محض نفع نقصان کا مختار جاننا اور اُس میں اس قدر انہماک ہوا کہ اُن کو سجدہ نہ کرنا اپنے لئے باعث نحوست گردانا اور اپنے آپ کو بدترین خلائق سے سمجھا اور اُن کی ناراضی سے اپنے کو لاولد بے زر اور مخبوط الحواس ہونا قرار دیتے تھے اس قسم کی توہم پرستی ہی پر بس نہ تھی بلکہ عظمت مسجد الحرام کا یہ حال تھا کہ گویا ایک بیٹھک خانہ بنا رکھا تھا کہ یہیں ہر قسم کے مشورے ہوتے تھے یہیں مقدمات فیصل ہوتے اور یہیں اپنے قومی مفاخر پر مشاعرہ و مناظرہ کے جلسے منعقد ہوتے۔ عبادت کی غرض سے آتے مضحکہ خیزیاں کرتے برہنہ طواف کرتے۔ عورت ہو یا مرد ننگے ہو کر بیحیائی کے ساتھ اُس کے چکر لگاتے۔ منجملہ اور تمام خصائل خبیثہ کے ان میں یہ بھی بدترین سے بدترین عادت تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد مادر کو منجملہ دیگر مال منقولہ کے ترکہ پدری سمجھتے اور اُس پر قابض ہو کر جی چاہتا تو اُس سے خود نکاح کر لیتے ورنہ معاوضہ لے کر دوسرے کے حوالہ کر دیتے روزمرہ کے کاروبار میں خاص دنوں اور مہینوں کو مانتے تھے جانوروں کی آواز اور اُن کے دہنے بائیں پرواز کرنے سے شگون لیتے۔ جانوروں کو مورتوں کی نیاز چڑھاتے اور اُس کو عین دین سمجھتے۔ یہ دنیا کا محیّر العقول اور تعجب خیز وسیع کارخانہ جو چل رہا ہے اُن کے نزدیک یہ سب اتفاقی تھا اور گویا بلاکسی موجد کے یونہی ہوتا چلا آتا ہے۔ شعر گوئی کا لغو مشغلہ اُن کا علمی مایۂ ناز تھا جن میں اپنی تعریف، بڑائی اور شرافت اور دوسروں پر ہر نوع فوقیت نظم کیجاتی تھیں خانہ جنگی اور خونریزی اُن کا بہادرانہ کرتب اور نسل کی شرافت کا پروانہ تھا غرض اُن کے تمدن اور معاشرت کا ہر پہلو بدترین سے بدترین تھا نہ صرف عرب پر ہی یہ ادبار کی گھنگور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں بلکہ کم و بیش تمام سطح زمین ہی اس جہالت سے تاریک تھی۔ جبکہ ایک زمانہ طویل اسی گمراہی اور بربادی میں گزر گیا۔ تو اُس شہنشاہ حلیم اور دانائے مطلق نے اصلاح کی توجہ فرمائی۔ ایسے خطرناک وقت میں اور عالمگیر تاریکی میں وہ شہنشاہِ یگانہ اور برتر یکتا اپنے ایک خاص سفیر کو بھیجتا ہے جو کہ دو عالم کے لئے نہ صرف مایۂ ناز ہی ہے بلکہ وجہ موجود کائنات بھی ہو اُس قدسی نفس اور دو عالم کے سردار کو بجائے اس کے کہ کام کی عظمت کے لحاظ سے

سب سے زیادہ زمانہ دیا جاتا۔ وقت بھی کم دیا گیا خدمتیں بھی متعدد سپرد کی گئیں معین و مددگار بنا کر کوئی وزیر بھی ساتھ نہیں کیا گیا۔ اور فرمان شہنشاہی ہوا کہ پیارے جاؤ ہمارے عالم دنیا میں پہنچو اور دیکھو اُس مقام کو جسے ہم نے وہاں کی رعایا کے لئے دار السلطنت بنا دیا۔ اور اُن کی جسمانی و حسی ضرورت کے لحاظ سے اُس کے ایک گھر کو اپنا گھر قرار دے کر اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری کا امتحان لیا تھا۔ اُس باغی جماعت نے کیا بنا دیا اُسکو اس طوفان بے تمیزی کو دفع کرنے کے لئے تم کو تعینات کیا جاتا ہے اس جاہل اور متکبر جنگجو اور ضدی قوم کی اصلاح کرو اُن کو راہ راست دکھاؤ۔ دنیا بھر کا مقابلہ کرو اور اُن کی روحانی تکمیل کرو اور اُن کے زنگ آلود دلوں میں صیقل کے بعد عبدیت کی روشنی ڈالو پڑھاؤ عالم بناؤ اور کمال کے اُس درجہ پر پہنچا دو کہ سپہ سالاروں کی سی استعداد اُن میں پیدا ہو جائے اور تمہارے بعد وہ خدمت انجام دے سکیں جو ہمارے سفراء اب تک دیتے رہے ہیں دنیا کے ہر خطہ ہر گوشہ کی رعایت ملحوظ رکھو اُن میں ایسا جامع قانون شائع کرو جو شرق سے غرب تک ہر ملک کے ہر بشر پر حاوی ہو اور اُن کی آئندہ نسلوں کی بھی ضروریات شامل ہوں کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اُس میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آوے۔ اس تمام خدمات کی تکمیل تمہارے سپرد کی جاتی ہے اور تیئیس سال کا زمانہ دیا جاتا ہے۔ تم تن تنہا بھیجے جاتے ہو یہاں سے کوئی تمہارے ساتھ بھی نہیں جاویگا اور اتنی ہی مدت میں سب باتیں باحسن وجوہ ایسی خوبی کے ساتھ پوری کر کے تم کو واپس آنا ہوگا کہ آنیوالے عقلائے دنیا اور حکماء کا خطاب پائے ہوئے دہریے بھی کسی جزئی یا کلی پر گرفتار نہ کرسکیں اور ہمارے دربار میں انتہائی قرب کا چاہنے والا بھی کسی درجہ میں پیاسا یا آراستہ کا محتاج نہ رہے یہ محترم کون و مکان کا سردار جس کو قومی شرافت، نسبی عزت، ملکی عظمت، ذاتی طہارت، طبعی نظافت اور خلقی نزاکت کی وجہ سے اتنی بھی طاقت نہیں تھی کہ بدزبان اور سخت دل غلاموں کی سخت کلامی برداشت کرسکے جس پر اتنی عظیم الشان بغاوت کے رفع کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ اور وہ شہنشاہ ہی محبوب جس کو اپنے آقا کے جمال کی محبوبیت میں کسی آنِ یک نفس سے بھی بات کرنا اپنے لذیذ شغل میں گراں گذرتا

تھا۔ اتنی کثیر مخلوق سے متعلق وابستہ کیا گیا جس کی گنتی انسان کی طاقت سے باہر ہے اور اصلاح کے اتنے پہلو اُس کے سپرد کئے گئے جن کے اجمالی عنوان کا شمار کرنا بھی سہل نہیں ہے مگر چونکہ اُس شہنشاہِ یگانہ کو منظور یہی تھا کہ جو دعویٰ کیا گیا ہے مدلل ہو اور خلاصہ بنی آدم و سردار خلائق بنا کر محبوب رب العالمین ہونے کا جو خطاب دیا گیا ہے وہ خود اُن کی علمی و عملی استعداد کے کارناموں سے اتنا عالم آشکارا ہو کہ عالم بالا ملاءِ اعلیٰ اور ملائکہ کا مقدس گروہ اور دنیا میں افراد انسانی کا بچہ بچہ بھی محض مشاہدہ سے جان لے کہ انتخاب خداوندی بے دلیل ہے۔

چنانچہ ٹھیک صبح کے وقت دوشنبہ کے دن ۱۲۔ ربیع الاول ۴۲ سنہ کسروی مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو وہ سفیر خداوندی وہ نور مجسم بشر کا چاند نمودار ہوتا ہے (روحی فداک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ) اور اپنی منور شعاعوں سے تمام عالم کی تاریکی کو روشنی سے بدل دیتا ہے۔ اور اُس کی ایک آواز سنگستانِ عرب کے خشک اور بلند پہاڑوں سے گونجتی ہوئی سلاطین عالم کے دلوں کو لرزہ براندام کر دیتی ہے اور قیصر و کسریٰ جیسے زبردست بادشاہوں کے محلات کی بنیادوں کو ہلا دیتی ہے۔ جب وہ آواز برقی اثر کی طرح زمین کی بری و بحری سطح پر گھوم جاتی ہے اور وہ زبردست دعویٰ جو ابوطالب کی گود سے رخصت ہوتے وقت کیا تھا کہ چچا جان میں اپنی کوشش سے باز نہیں آؤں گا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ مجھے کامیاب فرمادے یا میں اسی کوشش میں شہید ہو جاؤں (روحی فداک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ) اُس خداوندی سفیر نے تن تنہا اس طویل و عریض سطح زمین کے اس کنارے سے لے کر اُس کنارے تک ساری آبادی کے باشندوں کو اپنا شاگرد بنایا۔ شمال ہو یا جنوب، شرق ہو یا غرب، روسی ہوں یا چینی۔ جرمنی ہوں یا ارمنی۔ فرانسیسی ہوں یا بلجیم۔ بلغاری ہوں یا مراکشی۔ ترک ہوں یا اطالین، انگریز ہوں یا پرتگیز۔ ایشیائی ہوں یا افریقی، یوروپین ہوں یا یوروشین حبشی ہوں یا طرابلسی۔ رومی ہوں یا شامی، مصری ہوں یا عراقی۔ یمنی ہوں یا حجازی۔ ہندی ہوں یا بخاری اور مثلاً ہندی ہیں تو پھر عام ہیں کہ پنجابی ہوں یا بنگالی، پوربی ہوں یا دکنی سرحدی ہوں یا پہاڑی، دیسی ہوں یا ولایتی۔ غرض کسی طبقہ یا کسی ملک کے ہی کیوں

نہوں سب اُس کی تعلیم کے طالب علم بنے (صلی اللہ علیہ وآلہ) آپ کا اتنا بڑا کام اسی قلیل مدت میں انجام پایا جس میں آپ پر وہ حوادث بھی پیش آتے رہے جو باقتضائے بشریت ہر انسان کو پیش آتے ہیں وہ عیالداری بھی آپ کے ساتھ وابستہ رہی جس میں پڑنے کے بعد آدمی گویا اپنے تعلیم و تعلّم سے بے حس ہو جاتا ہے وابستگان کی موت و آفات سے وہ سوانح بھی حادث ہوتے رہے جن کے حوادث پر بڑے بڑے مستقل مزاج بھی کئی کئی سال کے لئے مضمحل و بیکار ہو جاتے ہیں آپ کو اور آپ کے متعلقین کو وہ امراض و عوارض بھی لاحق ہوئے جن کے معالجہ میں انسان اصلاحی مشاغل کو قطعاً بھول جاتا ہے۔ بایں موانع عظمیٰ آپ اپنے کام میں مشغول رہے۔ آندھی ہو یا مینہ۔ سردی ہو یا گرمی۔ دن ہو یا رات، عسر ہو یا یُسر، فاقہ ہو یا سیری، حُزن ہو یا سرور، جنگ ہو یا صلح خوف ہو یا طمانیت، خلوت ہو یا جلوت لیکن آپ کے معمولات لیلیہ و نہاریہ میں سر مو فرق نہیں آتا تھا۔ یہ استقامت و استقلال کا بے نظیر قصہ ایسا حیرت خیز اور دل آویز ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک بلکہ قیامت تک نہ کسی نے پیش کیا ہے اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ۔

نورِ حقانیت

از جناب محمد وراثت علی خانصاحب راحت کوٹی

تاریخ عالم کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس وقت تک دنیا نور اسلام سے منور نہیں ہوئی تھی۔ انسان دنیا کی اکثر حقیر و ذلیل شے کو خدا سمجھتا تھا۔ دریا، پہاڑ، درخت، آگ چاند، سورج، ستاروں کو پوجتا تھا، طاؤس، سانپ اور اکثر حیوانوں کو اپنا معبود خیال کرتا تھا۔ انسانوں کو بھی خدا کا اوتار سمجھ کر پرستش کرتا تھا۔

ہندوستان میں پتھروں اور مورتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ یونان میں حسن و عشق کے دیوتاؤں کی خدائی تھی مصر و بابل میں ستارہ پرستی کا زور و شور تھا براعظم یورپ کے اُن ممالک میں جو آج تہذیب کے دعویدار ہیں بہیمیت کا دور دورہ تھا غرض کہ تمام دنیا

میں کفر وظلمت کی گھٹائیں چھائی تھیں کہ کلدان میں ایک بت فروش کے گھر سے مسلم اول کا ظہور ہوا جس نے پہلی تعلیم یہ دی کہ "فاطر السمٰوات والارض" کی ذات کے سوا دنیا میں کوئی معبود نہیں جس کی پرستش کیجائے۔

اس تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ دنیا پر جو پردہ ظلمت پڑا ہوا تھا یکایک دور ہوا اور خدا کی اس وسیع زمین پر جس میں کہ صرف کافر و فاسق و فاجر رہتے تھے چند موحد بھی نظر آنے لگے۔

سرزمین کلدان سے جو آفتاب جلوہ گر ہوا تھا اُس کی زریں شعاعیں ابھی تمام عالم میں نہیں پہنچی تھیں کہ پھر کفر وضلالت کی گھٹائیں چھاگئیں۔ کئی صدی تک یہی حالت رہی۔ اگرچہ اس درمیان میں متعدد رسول خلق کی رہبری کے لئے شمع ہدایت لیکر آئے مگر خاطر خواہ اُنھیں کامیابی نہیں ہوئی۔

یوں تو تمام دنیا کی حالت مذہبی واخلاقی حیثیت سے خراب ہو رہی تھی مگر جزیرہ نما عرب کی حالت نہایت ہی ناقابل بیان تھی بت پرستی کا چرچا گھر گھر تھا۔ ہر قبیلہ کا ایک نیا بت تھا جس کو خدا سمجھ کر پرستش کیجاتی تھی۔ بعض اطراف میں آتش پرستی ہوتی تھی کچھ یہود و نصاریٰ تھے مگر اُن کو بھی شرک و بدعت محیط کئے ہوئے تھی۔ غرضیکہ مذہبی حالت نہایت ہی خراب تھی ؎

کہیں آگ پجتی تھی واں بیجا با | کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا | بتوں کا عمل سو بسو جابجا تھا
کرشموں میں راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانا قوت انسانی سے بالاتر خیال کیا جاتا تھا اور کون کہہ سکتا تھا کہ یہی لوگ جو آج شراب خواری، زناکاری، جوا بازی، باہمی عداوت عُجب و نخوت و خصومت میں مبتلا ہیں۔ کل ایک رشتہ روحانی میں منسلک ہو کر ایک دوسرے کے حقیقی بھائی بن جائیں گے اور اُن کے طرز عمل کو دنیا اپنا دستور العمل بنائے گی۔

اُس وقت دنیا کا دامن آلودگیوں سے ملوّث ہو رہا تھا اور چہرہ پر سیاہی پھیل چکی تھی۔ اس لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو آلودگیوں سے دامن کو پاک و صاف کرتا اور عارضِ گلگوں سے سیاہی کو دور کرتا۔ اس مشکل کام کے سرانجام کے لئے مشیّت نے جس مقدس ہستی کا انتخاب کیا۔ واقعی اُس میں تمام خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

اس مقدس ہستی نے ۶۱۰ء میں اپنے عہدۂ جلیلہ کا چارج لیا اور چارج لیتے ہی اپنے کام میں ہمہ تن مشغول ہو گیا۔ تین سال تک تو علانیہ دعوت نہیں کی مگر تین سال کے بعد ہی سرزمین عرب میں علانیہ دعوت شروع کی۔ پھر تو کفار عرب کے نزدیک آپؐ سے بُرا کوئی دوسرا نہ تھا۔ خود خاندان والے درپئے آزار ہو گئے آپؐ ساحر و مجنون بنائے گئے۔ آپؐ کو طرح طرح کی اذیّتیں پہنچائی گئیں مگر آپؐ اپنے جادۂ صداقت سے ذرا بھی نہ ہٹے۔

آپؐ کے ساتھی بھی اللہ اکبر کس قدر صابر و مستقل مزاج تھے کہ گرم ریت پر سُلائے جاتے تھے آب و دانہ کو ترسائے جاتے تھے مگر منحرف نہ ہوتے تھے۔

۶۲۱ء میں جب مصائب و آلام نے ہر چہار جانب سے گھیر لیا اور آپؐ کو نیز آپؐ کے ساتھیوں کو ہیبت ناک عذاب دیئے جانے لگے تو آپ نے بدرجۂ مجبوری مکّہ معظمہ کو جو کہ آپؐ کا ہیڈ کوارٹر تھا خیرباد کہا اور مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ مدینہ منورہ میں آپ کے پاس جوق درجوق لوگ آنے لگے اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔

چند ہی سال بعد جب حجاز میں آپؐ کے پیرو کثرت سے ہو گئے تب آپؐ نے گرد و نواح کے سلاطین و امراء مثل نجاشی، ہرقل، کسریٰ، پرویز، مقوقس، حارث، ہوزہ کے پاس دعوت کے خطوط بھیجے۔ نجاشی والیِ حبشہ اس خط کے پہنچنے پر آپؐ کا پیرو بن گیا۔ باذن گورنر یمن بھی حلقہ بگوش بنا اور اس کے ساتھ یمن و ایران کے بہت سے لوگ آپؐ کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ مگر امراء و سلاطین نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس نامہ و پیام سے مصر و شام روم و ایران میں کھلبلی مچ گئی۔ ہر سلطنت مخالفت پر

آمادہ ہوگئی۔ اِدھر ان کی تعداد میں بھی یوماً فیوماً اضافہ ہوتا گیا۔ ارض بلقا کا عامل جو عیسائی تھا خود بخود آپ کا پیرو بن گیا۔ بحرین و نجران کے بیشمار عیسائیوں نے اپنے گرجے چھوڑ کر آپ کے در کی پاسبانی و آپ کے کوچہ کی گدائی قبول کی۔ ان کے علاوہ قبیلہ غسان جو عیسائی تھے اور قبائل بنو نضیر و قینقاع و بنو المصطلق جو یہود تھے اور دیگر قبائل بنو ہوازن نجد، بنی فزارہ جشعم، جہنیہ، خزرج، بنی ہاشم، بنی عامر، بنی خذیمہ، بنی تغلب، بنی سعد، بنی ساعدہ، بنی ذبیان، بنی حمزہ، بنو سلیم، بنو غطفان، بنو قریظہ، بنو بکر، بنو قضاعہ، بنو القیس، بنو کعب، بنو تمیم، وغیرہ وغیرہ کل قبائل آپ کے پیرو ہو گئے۔

سنہ ۶۳۱ء میں آپ مدینہ منورہ سے پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے مگر نہ وہ پہلے کی سی بے بسی تھی اور نہ کس مپرسی آپ کے ہمرکاب آپ کے فدائی ایک لاکھ سے زائد تھے جس سے آپ کی قوت کا اندازہ اور تعداد کا تخمینہ کیا جا سکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ امر ہے کہ اس قلیل عرصہ میں اس قدر آپ کے پیرو ہو گئے۔ آپ کی کیا تعلیم تھی اور وہ صداقت کون سی تھی۔ وہ صرف قرآن مجید اور اس کے حقائق و معارف تھے۔ جن کو اہل عرب نے حضرت محمد صلعم کی مقدس زبان سے سنا اور ان کی مردہ گوں میں برقی قوت کی طرح وہ تعلیم کام کر گئی وہ حقانیت کا ایک نور تھا جس نے تمام عرب کو ایک ہی جلوہ میں بیخود کر دیا۔ اور عرب کے بدوی و وحشی فخر روزگار ہو گئے۔ نظر اٹھا کر دیکھئے۔ آج اسی نور سے دنیا معمور ہے۔

میلادِ نبی

(از جناب حکیم عبد الغفور صاحب آنولوی)

تمام حمد و ثنا اس ذات واحد لم یلد و لم یولد کو زیبا اور سزاوار ہے کہ جس کی وحدت و عظمت کائنات کے ہر ذرہ سے ظاہر و آشکار ہے جب سے انسان عالم امکان میں آیا۔ صانع حقیقی کی حیرت انگیز موجودات اور تحیر خیز انقلابات سے مبہوت ہو کر خلاق عالم کا

پتہ لگایا اور سبب سے مسبب کو پہونچا۔ اگرچہ انسان اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو معرفت الٰہی بذریعہ صحف آسمانی ہوئی تھی لیکن آگے چل کر ان کی نسل میں دو گروہ ہو گئے ان میں سے ایک گروہ تو علت ومسبب سے انکشاف حقیقت کرنے لگا اور دوسرا گروہ براہ راست ملہم ہوتا رہا اول الذکر حکماء و فلاسفر کا گروہ تھا اور آخر الذکر انبیاء اور اصفیاء کا طبقہ اقوال حکماء و فلاسفہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسے ورطۂ اوہام میں غرق ہیں کہ جس سے عبور مشکل ہے۔ ہندوستان جنت نشان جو تمدن قدیم کا اجارہ دار اور تہذیب وشائستگی کا میراث خوار ہے فطرت انسانی کی نشو ونما اسی کے آب وگل سے ہوئی۔ اکثر دین آئین کا القا اور صحف سماوی کا نزول یہیں ہوا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ کا ظہور اسی سرزمین پر ہوا۔ جن کی نسل میں سب سے پہلی بدعت بت پرستی شائع ہوئی اور رفتہ رفتہ یہ بدعت عالمگیر ہوگئی حتیٰ کہ اولاد آدم عہد میثاق بھول بیٹھی اور مختلف امراض روحانی میں مبتلا ہوگئی جس کے دفعیہ کے لئے غیرت سبحانی نے اطبائے روحانی یعنی انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ مقرر فرمایا۔ جنہوں نے ہر طرح کے مصائب برداشت کرکے امراض مختلفہ مہلکہ کا علاج اقسام مختلفہ سے کیا جس طرح اطبائے جسمانی بعض وقت منضج تجویز کرتے ہیں تو بعض وقت مسہل بعض وقت تبرید تو بعض وقت تقویت اسی طرح حکیم مطلق نے امراض روحانی کا علاج بعض وقت صحف آدم علیہ السلام سے کیا تو بعض وقت صحف ابراہیم علیہ السلام سے بعض وقت توریت موسیٰ تو بعض وقت انجیل عیسیٰ علیہم السلام سے غرض جب بنی آدم کی تہدید کے لئے رہنمایان ملت اور ہادیان طریقت حسب ضرورت ہر قرن ومدت میں مبعوث ہونے لگے تو پرستاران اصنام اور پیروان اسلام میں جنگ ہوتی رہی۔ یہ لڑائی صد سالہ یا ہزار سالہ تو تھی نہیں جو ختم ہو جاتی بلکہ اس کا اختتام الی یوم القیام ہی موعود رہا حکیم زردشت کے پیرو یعنی آتش پرستوں نے تو اس جنگ کو اپنے امن وراحت میں مخل دیکھ کر اس طرح سر سے ٹال دیا تھا کہ ہر دو پہلوان (ایزد واہرمن) کو باہمی کشتی اور زور آزمائی پر چھوڑ کر دنگل سے دور جا بیٹھے اور ایزد یعنی خالق نور کی فتح اور اہرمن یعنی خالق ظلمات کی شکست کی دعا مانگنے۔ پرستاران اصنام

نے بھی اپنے کثیر التعداد دیوتاؤں اور اوتاروں کو مختلف اشکال اور اوضاع کا روپ دیکر باہمی خصومت اور پرخاش کے اکھاڑے میں چھوڑ دیا تھا غرض کہ وحدت خالص اور قدرت کاملہ تمام غیر مسلم ادیان میں منقسم ہو کر تیرہ تین ہو گئی تھی۔ الحاصل جب مخلوق الٰہی نے تریاق توحید چھوڑ کر معجون ثانیت و تثلیث کا استعمال شروع کر دیا تھا تو اُس سے وہ اخلاط فاسدہ اور بخارات ردیہ مثل خونریزی اور دختر کشی پیدا ہوئے تھے کہ صدائے الاماں ایک عالم میں گونج اُٹھی تھی تہذیب و شائستگی کا قوام ایسا بگڑا تھا کہ بیٹے باپ کی بیویاں مثل ترکہ تقسیم کر کے شرف زوجیت دینے لگے تھے صدوہٹ دھرمی کے خمیر میں ایسا جوش پیدا ہو گیا تھا کہ قبیلہ غیر کی معمولی بات پر خون کی ندیاں بہا دیتے تھے شراب نوشی اور قمار بازی کا ذکر لاحاصل ہے کیونکہ اس سے کسی ذی ہوش کو چھٹکارہ نہ تھا مختصر یہ کہ مرض قیامت نما میں مخلوق الٰہی ایسی مبتلا تھی کہ معمولی دوا سے صحت ناممکن تھی۔ ایسے نازک وقت پر غیرت سبحانی جو مخلوق انسانی کی سب سے بڑی خیر خواہ ہے پھر حرکت میں آئی اور ایک ایسا جامع اور نافع نسخہ کے نزول کا اہتمام فرمایا جو ہر مزاج کے موافق ہر موسم کے مناسب ہر مرض کے دفع کرنے میں بے نظیر و بیمثال دنیا میں کسی خلط سے کسی قسم کا مرض پیدا ہو ناممکن ہے کہ اُس کے استعمال سے دفع نہ ہو محال عقل ہے کہ مایوس العلاج صحتیاب نہ ہوں جس طرح یہ نسخہ عرب کے ریگستان کو مفید ہو گا اُسی طرح ہمالیہ کے برفستان کو جس طرح ترکستان کردستان کو نافع ہو گا اُسی طرح انگلستان اور ہندوستان کو۔ کیونکہ اجزائے تریاقیہ یعنی نعمت عالیہ سے اُس کی تکمیل کی گئی ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور جو کوئی اس نسخۂ کامل سے انحراف کریگا ہلاک ہو گا۔ ان الدین عند اللہ الاسلام

پھر یہ نسخہ ایسے حکیم کامل اور طبیب اکمل کی معرفت پہنچایا جائیگا جو دنیا کے ایک گوشہ میں رہ کر تمام عالم کا مزاج داں اور نبض شناس ہو گا۔ اُمی محض ہو کر دنیا کے تمام حکماء اور علماء کا اُستاد فعلمت علم الاولین والاخرین۔ یتیم و غریب ہو کر ساکنان عالم بالا کا امام ورافع بعضھم درجت بیکس و بے بس ہو کر ہفت کشور کا فاتح انا فتحنا لک فتحا مبینا تنہا ہو کر ادیان سابقہ کا ناسخ لیظھرہ علی الدین کلہ

پس بروایت مشہور بارہویں ماہ ربیع الاول یوم دوشنبہ وقت صبح صادق شان محبوبی کے ساتھ رحمتِ عالم بن کر تاج شفاعت رکھ کر مخلوق کا افسر بن کر زمین بطحا پر جلوہ آرا ہوا کون جانتا تھا کہ اس یتیم وغریب کے بھکاری شاہانِ جہان ہونگے۔کسے خبر تھی کہ یہ مفلس تمام عالم کی باگ اپنے ہاتھ میں لیگا۔کون واقف تھا کہ یہ نادار مصلح کامل اور حکیم اکمل دافع امراض ضلالت اور سرچشمۂ ہدایت بن کر آیا ہے۔ بہ نظر انصاف آنجناب کی سوانحمری پر غور کیجئے کہ ہنوز شکم مادر سے قدم ناز زمین پر نہیں رکھا اور باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔علاوہ داغ یتیمی کے عسرت وغربت کی وہ حالت کہ حسب دستور عرب دائیوں نے دودھ پلانے سے انکار کر دیا۔جب حلیمہ سعدیہ اس خدمت کو انجام دے کر مکۂ معظمہ پہنچا گئیں تو اُسی ننھی سی عمر میں اپنے کفیل دادا حضرت عبد المطلب اور اپنی والدہ کا داغِ مفارقت سہنا پڑا۔اب نہ کوئی غمگسار ہے نہ ہمخیال ہے نہ ناز بردار جس سے اپنی ضد اور ہٹ پوری کیجائے۔تو مکہ کے پہاڑوں اور صحرا کے غاروں میں عمر کاٹی جاتی ہے جب عمر کے چالیس سال غاروں میں رہ کر زمین کے ذرہ ذرہ اور دریا کے قطرہ قطرہ اور درخت کے پتہ پتہ کو نور وحدت سے منور کر کے اپنا مطیع اور فرمانبردار کر لیا تو اصلاح مخلوق پر کمر باندھی جاتی ہے۔قبائل عرب کو شہر سے باہر پہاڑ پر جمع کیا جاتا ہے۔اپنی صادق الامینی اور دیانتداری کی شہادت لے کر توحیدی جلال اور جبروت سے خبردار کیا جاتا ہے۔ استعمال معجون تانیث وتثلیث سے جو امراض مہلکہ پیدا ہوگئے تھے اُن کے دفعیہ کے لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تصدیق کا نسخہ تجویز فرمایا جاتا ہے۔بعدہٗ فرماتے ہیں کہ اے قبائل عرب سوچو اور سمجھو اور عقل سے کام لے کر غور کرو کہ جب میں امورات دنیوی میں تمہارے ہی قول سے صادق اور امین ہوں تو ناممکن ہے کہ دینی معاملات میں خیانت کروں۔سنو میں خدا کا سچا رسول ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ جو لوگ خواب غفلت کی میٹھی نیند سو رہے ہیں اُن کو بیدار کروں۔میں محبوب ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ نفاق وسرکشی دور کر کے محبت روحانی اور اخوت انسانی قایم کروں۔میں نور ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ ظلمتِ کفر دور کر کے نور توحید سے تمام عالم منور کروں۔میں اس لئے

آیا ہوں کہ جو لوگ اپنے خالق حقیقی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں خدائے قدوس کے دربار عالی میں اُن کی جبین نیاز رکھواؤں۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ ظاہری تصویر کی پرستش کرنے والوں سے اُن کے معبودان باطلہ کا صحیح صحیح فوٹو کھچوا کر معبود حقیقی کی درگاہ میں ناصیہ فرسائی کراؤں۔ یا معشر القریش توحید خداوندی کا اقرار کرو۔ میری رسالت پر ایمان لاؤ۔ پرستش غیر سے توبہ کرو۔ رسومات شنیعہ ترک کرو یہی تمہارے اخلاط فاسد کا علاج کامل اور امراض مہلکہ کا تریاق اعظم ہے۔ پس جن کو مرض شقاوت ازلی تھا قعر مذلت میں گر کر تباہ اور برباد ہوئے اور جن کا مقدر یاور تھا اعلیٰ علیین میں جا کر آباد او قرب خداوندی سے دلشاد ہوئے۔ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔

خلاصۂ کائنات

از جناب مولوی نصر اللہ خانصاحب عزیز بی اے اڈیٹر مدینہ

انسان میں ملکی اور حیوانی صفات مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں۔ نیکی کا تقاضہ ہے کہ ملکیت غالب ہو کر بہیمیت مغلوب ہو جائے اور بدی چاہتی ہے کہ ملکیت تابع فرمان ہو کر بہیمیت کی غلام بن جائے۔ اسی کشمکش کا میدان وسعت ارضی کو قرار دیا گیا، اور انسان کو دنیا میں خلیفۃ اللہ کا لقب دیکر جنود ملائکہ سے اس کی اعانت کی گئی۔ شیطان بدی کا مرکز ہے اور انسان و شیطان میں خلقت آدم سے باپ مارے کا بیر عام طور پر انسان کو اسماء کلہا کی تعلیم دی گئی تاکہ کائنات ارضی میں اُس کی حیثیت ایک بے بس مخلوق کی سی نہو۔ اور وہ شیطان کے وسائس اور فریب کاریوں کا آسان شکار نہ بن جائے۔

دنیا کی دلفریبیوں کا دامن جس قدر وسیع ہے اس کی تشریح کی ضرورت کا خیال بھی قارئین کرام کی واقفیت عامہ اور مشاہدہ کی توہین ہے۔ چپہ چپہ حسن و خوبی کا مرقع ہے۔ اور ذرہ ذرہ تقویٰ و طہارت کے لئے مقتضائے مبرم ملکہ یوں کہنا چاہئے کہ حسن ازل نے کائنات کی بنیاد ہی حُسن پر رکھی اور جس کو ہم بدی کہتے ہیں وہ بھی حقیقت میں حسن

کا صرف ناجائز استعمال ہے ورنہ بذاتہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔

کس قدر حیرت کی جا ہے کہ ایک جانب تقویٰ، طہارت اور پاکیزگی کی ایسی کڑی شرطیں لگائیں۔ دوسری جانب انسان کی عجوبہ پسند طبیعت کہ ہر وہ شے جس سے اسے لا تقربوا کہا جائے اسی کی طرف مائل ہونے والی پیدا کی اور اس پر طرہ یہ کہ کائنات کو دلچسپیوں اور دلربائیوں سے بھر دیا۔ ان تمام مجبوریوں اور دلکشیوں کے ہوتے ہوئے حضرت انسان کا ہی دل گردہ ہے۔ اگر دامن تر نہ ہو اور قعر دریا سے سلامت نکلجائے ورنہ

ع یہ وہ جا ہے جہاں ہاروت بھی محبوس زنداں ہو۔

ان واقعات کی موجودگی میں واقعی یہ بات مستبعد ہوتی اگر وحی الٰہی کی شمع قدم قدم پر رہنمائی کے لئے موجود نہ رہتی اور ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو سہارا نہ دیتی اور میں تو کہتا ہوں اور علمائے کرام کے فتولے الحاد سے قبل از وقت تھر تھرا کے کہتا ہوں کہ اگر وحی کے ذریعہ فھدا ہ النجدین کا فرض ادا نہ ہوتا تو اللہ میاں کو دوزخ پیدا کرنے کا کوئی حق نہ تھا اور یہی وہ سلسلہ ہے جس نے مجبور و بیکس انسان کو بدی اور بدی کے مرکز شیطان کا مقابلہ کرنے کے قابل بنا دیا لیکن اس سلسلہ کے لئے اگرچہ جزئی طور پر انسان کو حصہ دار کیا گیا لیکن کلی طور پر خاص خاص خوش نصیب افراد کو نظر انتخاب کا آماجگاہ بنایا گیا۔ ان بیدار بخت انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی زبان اور جملہ مذاہب میں نبی، رشی، رسول اور پیغامبر کہتے ہیں مفہوم ایک ہی ہے الفاظ ہزار مختلف ہیں۔

فطرت انسانی کی بنیادی نوعیت ایک ہے لیکن اس کے مظاہرے اس قدر متعدد ہیں جس قدر کائنات کے پہلو مختلف ہر زمانے میں انسان کے حالات، ضروریات احساسات اور بود و ماند کے طریقے جُدا جُدا رہے ہیں۔ ایک فرد واحد کی حیثیات بچپن سے بڑھاپے تک گوناگوں ہوتی ہیں۔ اسی طرح انسانیت کی حالتیں ارتقائی لحاظ سے بوقلموں ہیں۔ چنانچہ اس اعتبار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کی ہدایت کے لئے مختلف رسول مبعوث فرمائے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ نعوذ باللہ میں اللہ تعالیٰ کے طریقۂ کار کی تحدید کر رہا ہوں یا میں نے اسکی

قدرت کی پہنائیوں کا تصور کرلیا، نہیں بلکہ اسی بیان سے جو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سامنے اظہار فرمایا۔ دنیا کی تاریخ سے میں نے اپنی ناچیز بساط و استعداد کے مطابق قیاس کیا ورنہ میاں نظیر کا یہ خیال کہ "خدا کی باتیں خدا ہی جانے"۔ شاعرانہ امر واقعہ ہے جو عالمگیر سچائی سے ہٹنا ہے۔

آدم علیہ السلام سب سے پہلے خوش نصیب انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے امتحان گاہ محبت میں وارد کیا۔ اگرچہ معلّم الملکوت علیہ ما علیہ کی خفیہ ریشہ دوانیوں سے آپ کو برسوں توبہ کی دشوار گذار وادیوں میں تگ و تاز کرنی پڑی اور روٹھا ہوا من موہن بہت مشکلوں سے مانا۔ تاہم قبولیت توبہ کی خوشی نے سب کچھ بھلا دیا اور حضرت آدم علیہ السلام نے اُس زمانہ میں جب انسان ابھی مادر گیتی کی آغوش میں پرورش پا رہا تھا ہدایت و صراط مستقیم کا پیغام سُنایا۔ ابلیس لعین نے تو بھرے دربار خداوندی میں نہایت دیدہ دلیری سے کہہ دیا تھا کہ میں آدم کی اطاعت کا طوق تو قبول نہیں کر سکتا۔ آپ کے جی میں آئے تو طوق لعنت سے سرفراز فرما دیجئے۔ ڈھٹائی کی یہ پہلی مثال ہے جو دنیا کی تاریخ میں منقول ہوئی۔ آدمؑ شیطان کی ملعونیت کا باعث ہوئے تھے یا کم از کم ابلیس کا یہی خیال تھا۔ اور آج کل بھی بعض حضرات جن کی فطرت ان ذات شریف سے بہت مستفید ہو چکی ہے ہمیشہ نحوست کو موسیٰ اور اُس کے ساتھیوں کے سر تھوپنے کی کوشش کیا کرتے ہیں بہر حال آدم عارضی طور پر جنت سے نکلے اور شیطان دائمی طور پر بہشت سے خارج ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے فرائض میں غالباً سب سے بڑی چیز خطا کاری پر شرمساری کا اظہار تھا اور یہی وہ شے ہے جو انسان کے لئے سب سے بڑی نعمت ہے اور جس کی تعلیم سب سے پہلے دی گئی۔ اِس شے سے فرشتے اس لئے محروم ہیں کہ وہ گناہ پر قادر ہی نہیں اور شیطان اس لئے بے نصیب ہے کہ اس کا تکبر اس کو گوارا نہیں کرتا

اس سلسلۂ نبوت یا بہترین انسانیت کے سلسلہ کی دوسری نمایاں کڑی حضرت نوح علیہ السلام ہیں جن کی داستان کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک استقلال و اولوالعزمی کا پیکر ہے جو توحید کی دعوت دیتا ہے لیکن اس کی قوم انکار کا مجسمہ ہے جو کسی طرح مانتی ہی نہیں

آخر کار مایوسی کی انتہا کے وقت غضب خداوندی جوش میں آتا ہے اور سرکش قوم کو غرق کر دیتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام ایک کشتی میں مع اپنے ہمراہیوں کے سوار ہو کر طوفان سے بچ نکلتے ہیں، طوفان ان کی بددعا کے جواب میں زمین و آسمان سے اُبل پڑا۔ اور اس میں ان کا بیٹا بھی جو کافروں میں شامل تھا غرق ہو گیا۔ اس ناہنجار کو دنیوی اسباب و ذرائع پر گھمنڈ تھا اور اس کا خیال تھا کہ میں سر بفلک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر بچ جاؤنگا۔ حضرت نوح علیہ السلام سے وعدہ الٰہی تھا کہ تمہارے عزیزوں کو نہیں غرق کیا جائیگا اس لئے آپ نے فریاد کی کہ میرے بیٹے کو نہنگ موج کا لقمہ کیوں بنایا گیا۔ جواب ملا تمہارا وہ بیٹا تمہارا فرماں بردار نہ تھا اور تمہارے عزیزوں میں شامل نہ تھا۔ اس لئے کافروں کے معاملہ میں رنج و افسوس کا اظہار نہ کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام یہ تہدید سُن کر یکسر صبر و شکر اور اطمینان کے مجسمہ بن گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یہ سلسلۂ پیغام آوری جاری رہا لیکن جس شان و شوکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں پیغام توحید کا ڈنکا بجایا وہ اس سے قبل سننے میں نہ آیا تھا توحید کا فطری ملکہ بچپن سے اپنی کرشمہ سازیاں دکھانے لگا۔ اور اگرچہ ایک بُت گر کے گھر میں پیدا ہوئے لیکن سلامت فطرت کا یہ عالم تھا کہ بت شکن مشہور ہوئے۔ عام طور پر انسان کی طبیعت، عادات، احساسات، خیالات غرض جملہ حواس ظاہری و باطنی پر ماحول کا سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ انسان نام ہے ماحول کے تاثرات کے بولتے ہوئے مجسمہ کا۔

تو جب اس ہونہار بچے کے آنکھ کھولنے پر سب سے پہلی نگاہ دنیوی امور میں بتوں پر پڑی۔ پہلی ہستی جس کی گود میں بچہ آنکھ کھولتا ہے ماں ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ بت پرستی کرتی ہے، دوسری ہستی والد کی ہے جس کی انگلی پکڑ کر بچہ پاؤں پاؤں چلنا سیکھتا ہے لیکن اپنے والد کو اپنے خدا اپنے ہاتھوں سے بناتے ہوئے دیکھا جب گھر کی چہار دیواری میں اصنام پرستی کے جراثیم ہوں۔ ہجولی بت پرست قوم ستارہ پرست غرض آوے کا آوا بگڑا ہوا تھا تو حضرت ابراہیم کا اس الست بر بکم اور

بلیٰ کے سوال و جواب کے ماجرے کو یاد رکھنا یقیناً انسان کی سلیم الفطری کا اعجاز ہے اس کوہ وقار بچے نے اردگرد کی فضا سے صرف یہی سبق لیا کہ یہ لوگ سخت گمراہ ہیں اور ملکوت السموات کا خدا ایک ہی ذات باری تعالیٰ ہے اور بس لقمان حکیم نے بڑوں سے نیکی کا سبق بہت بعد سیکھا سب سے پہلے معلّم جس نے بتوں کو پُجتے دیکھ کر خدا کے سامنے جبین نیاز جھکائی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان کی زندگی بہت مہتم بالشان واقعات سے پُر ہے، ان میں کا ہر ایک واقعہ دامنگیر ہے کہ مجھے تفصیل سے بیان کرو لیکن میں جانتا ہوں کہ گلِ حسن بسیار ہے اور دامان نگاہ بے حد تنگ اس لئے میں گلچین بہار کی شکوہ سنجی داماں کے باوجود صرف اشارات پر اکتفا کرتا ہوں کہ شہنشاہِ عالم اور سرور دوجہاں کی مقدس سوانح حیات کے بیان کے لئے یہ تمہید قلمبند ہو رہی ہے اور میری نظر اُس کے جمال پاک پر محو نظارہ ہے۔

تہذیب اخلاق توحید کامل اور ایثار تام کے پیکر اور مجسمے دنیا کی رہنمائی کر چکے اب سیاست مدن کے علمبردار کی آمد آمد ہے مصر کے متمدن اور مہذب ملک میں فرعون حکمران ہے اور بنی اسرائیل اُس کے غلام اور محکوم۔ اِن کی آزادی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ زبان میں لکنت تھی "ولا یکاد یبین" کی حالت طاری حقیقت یہ ہے کہ سیاسیات میں زبان کی روانی بیکار اور چرب زبانی بے سود ہے۔ کوئی شخص جس قدر زیادہ لسّان ہوگا عام طور پر اسی قدر قوت عمل سے بے بہرہ ہوگا۔ اِلّا ماشاء اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عمل تھے تو حضرت ہارون فصیح اللسان قول۔ دونوں نے مل کر فرعون کی سٹی پٹی بھلا دی۔ جابر حکومتوں کے طریقہائے ظلم و ستم اگرچہ گوناگوں اور بوقلموں ہیں لیکن ان سب کی بنیاد وہی ایک ہے۔ فرعون بنی اسرائیل کی قوت و تعداد سے خائف تھا اس لئے اس نے ان کے بیٹوں کے ذبح کرنے کا حکم صادر کیا اور عورتوں کو زندہ رکھنے کا فرمان، مقصود یہ کہ بنی اسرائیل کی سیاسی قوت تباہ ہو جائے۔ اگر غیر متعلق ہونے کا الزام نہ عائد کیا جائے تو میں کہوں کہ موجودہ زمانہ میں استبداد پسند اور اقتدار پرست حکومتیں بھی اسی طریقۂ کار پر کاربند ہیں جن کے باعث فرعون کو اس قدر مطعون کیا جاتا ہے اور اس فعل میں خود اللہ میاں بھی شریک ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ظالم حکومتوں کے

یہ اعمال و افعال ہیں بھی اسی قابل کہ انہیں انسانیت کے لئے کلنک کا ٹیکہ تصور کیا جائے۔ اکبر مرحوم اللہ ان کی مرقد پر نور کی چادر چڑھائے۔ ایک شعر میں فرعون اور موجودہ سلاطین کے طریق ستم رانی کے تباین کو رفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا انسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

فرعون و موسیٰ کی آویزش خرمن و برق اور ہیزم و آتش کے تصادم کی داستان ہے یعنی فرعون غرق ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کامیاب و کامراں۔

اس سلسلہ کی بہت سی کڑیاں چھوڑتے ہوئے میں عیسیٰ علیہ السلام کی مختصر زندگی پیش کرتا ہوں۔ آپ کی تمامتر زندگی عدم تشدّد کا بے مثال واقعہ ہے۔ "اگر کوئی شخص تیرے دائیں گال پر طمانچہ مارے تو بایاں بھی اس کے سامنے پیش کر دو۔ تجرّد اور بے رغبتی۔ زہد و بیگانگی آپ کی حیات طیبہ کی نمایاں خد و خال ہیں۔

چھ سو سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی پیغمبر نہیں مبعوث ہوا۔ دنیا میں جس قدر شمعیں ہدایت و نور کی بزم آرائے عالم کی طرف سے روشن کی گئیں بجھ چکی تھیں یا بجھنے کے قریب تھیں۔ یہ وقت دنیا کے لئے سحر گاہی سے مماثلت رکھتا تھا۔ اس لئے ایک آفتاب کی ضرورت پیدا ہوئی تاکہ ظلمت کفر و شرک دور ہو جائے چنانچہ مکّہ میں آفتاب رسالت کا طلوع ہوا جس نے تمام ادیان سابقہ اور کتب متداولہ کو منسوخ کر دیا اور دنیا میں ایک ایسا قانون چھوڑا جس کے بعد کسی اور مقنن کی ضرورت سے دنیا بے نیاز ہو گئی یعنی سرور عالم شاہ کون و مکاں، فخر دو جہاں حضرت محمّد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کا تبصرہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس قدر انبیا علیہم السلام حضور صلعم سے پیشتر گذرے سب کے بنیادی اخلاق اور اساسی اصول حضور میں مجتمع ہیں۔ فرصت نہیں کہ ان سب کا بالتفصیل تذکرہ کروں مختصر یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا استقلال تبلیغ، آدم علیہ السلام کا استغفار، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید اور ایثار، موسیٰ علیہ السلام کی آزادی و حریت اور عیسیٰ علیہ السلام کا عدم

تشدد ایک جان میں جمع ہو گیا تھا

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

محمدی خلوص کی تعلیم

خلوص کیا چیز ہے عبد و معبود میں کس قسم کا خلوص ہونا چاہیئے اور باہمی بنی نوع میں کس قسم کا خلوص ہونا چاہیئے ان سب کے سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ اس لئے بلا علم کے اُس کا عامل ہونا غیر ممکن ہے جو شخص خلوص کی حقیقت سے واقف ہی نہیں ہے تو وہ اُس سے بہرہ اندوز کیسے ہو سکتا ہے پس معلوم ہوا کہ علم کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ بلا علم وعمل کے شرف سعادت حاصل نہیں ہو سکتا۔ بایں وجہ آدمی سب تباہ کار ہیں بجز علم والوں کے اور عالم بھی سب ہلاک ہیں بجز عاملوں کے اور عامل بھی سب ایسے ہی ہیں بجز اخلاص والوں کے۔ اور اخلاص والے ایک عظیم الشان خطرے میں ہیں غرض عمل بلا نیت کے مشقت ہے اور نیت بلا اخلاص کے ریا اور مثل نفاق اور معصیت کے ہے اور اخلاص بلا صدق اور سچائی اور تحقیق کے ایک دھوکا ہے چنانچہ اللہ عز وجل اُس عمل کا حال جس میں ارادہ غیر اللہ کا مخلوط ہو اس طرح ارشاد فرماتا ہے۔ وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ جو شخص نیت کی حقیقت کو نہ جانتا ہو وہ اُس کو درست کیسے کر سکتا ہے اور جو حقیقت اخلاص سے ناواقف ہو وہ اخلاص کیسے بجا لاویگا اور جو صدق کے معنی نہ جانتا ہو تو وہ اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کر سکتا ہے اس لئے جو بندہ اپنے معبود حقیقی کی عبادت کرنا چاہے اُس پر سب سے پیشتر یہ لازم ہے کہ نیت کو معلوم کرے تاکہ اُس کی شناسائی ہو۔ پھر حقیقت صدق و اخلاص کی سمجھ کر نیت کو عمل سے صحیح کرے۔ اس لئے کہ چونکہ صدق و اخلاص ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر دار و مدار سب کی نجات کا ہے۔ چنانچہ ایسی چیز کی اس زمانہ میں کمی ہر

لہذا سب سے پیشتر ہم نیت کے متعلق مضمون جو انہ قلم کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتے ہیں۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وجهه اس آیت میں ارادہ سے مراد نیت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ میری اُمت کے اکثر شہید ایسے ہونگے جو بستر پر مرے ہیں اور بہت سے قتیل ایسے ہیں جو دُو صفوں کے درمیان ہیں یعنی جنگ میں بظاہر شہید ہوئے لیکن در اصل قتل ہوئے۔ خُدا جانتا ہے کہ اُن کی کیا نیت تھی۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینهما اس آیت میں نیت کو توفیق کا سبب فرمایا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ عزوجل تمہاری صورتوں کو اور بالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور دلوں کے دیکھنے کی وجہ یہی ہے کہ یہ نیت کا محل ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اعمال حسنہ کیا کرتا ہے اور اُن کو فرشتے مُہری صحیفوں میں لے کر اوپر جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کے سامنے جاکر رکھ دیتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اس صحیفہ کو ڈال دو اس لئے کہ جو کچھ اس میں ہے اس کے عامل کی اُس میں نیت نہیں ہے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ اُس شخص کے واسطے یہ رکھ لو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں الٰہی اُس نے تو ان میں سے کوئی کام نہیں کیا ارشاد ہوتا ہے اگرچہ کوئی کام نہیں کیا لیکن اُس نے اُن کاموں کی نیت کی تھی۔ اور ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی چار طرح کے ہیں ایک وہ جس کو اللہ عزوجل نے علم اور مال دیا ہے اور وہ اپنے علم کی بموجب اپنے مال میں کام کرتا ہو اور دوسرا شخص اُس کو دیکھ کر یہ کہتا ہو کہ اگر اللہ عزوجل مجھے بھی دیں تو میں بھی اسی طرح کروں جیسے یہ کرتا ہے تو یہ دونوں ثواب میں برابر ہیں۔ اور تیسرا وہ شخص ہے کہ اُس کو اللہ عزوجل نے مال دیا ہو اور علم نہ دیا ہو اور وہ اپنے جہل کی وجہ سے مال کو واہیات خرافات میں اُڑاتا ہو اور کوئی شخص یوں کہے۔ اگر اللہ عزوجل مجھ کو بھی مال دے تو میں بھی ایسا ہی کروں تو دونوں گناہ میں برابر ہیں۔ پس سمجھ لینا چاہئے کہ محض نیت کے باعث عمل کی

خوبیوں اور برائیوں میں اپنے شریک فرمایا۔ اور اسی طرح ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کہ مروی ہے حضرت انس بن مالک سے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے تو فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو کچھ ہم بیاں کرتے ہیں یعنی جنگل طے کرتے ہیں یا ایسی جگہ کو پامال کرتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلاوے۔ یا جو کچھ خرچ کرتے ہیں یا بھوکے رہتے ہیں وہ ان سب میں ہمارے ساتھ ثواب میں شریک ہیں اگرچہ وہ مدینہ میں ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ کس طرح وہ تو ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کو عذر نے روک دیا ہے لیکن وہ اپنی نیت کے باعث شریک ہو گئے۔

نبی عربی کا عدم تشدد

(از جناب مولوی محمد مجیب حسن صاحب [illegible] مدینہ)

آج کل ہندوستان کی فضا میں عدم تشدد یا اہنسا کی آواز گونج رہی ہے۔ گیتا کے معتقدین اس اہنسا کو انسانی صفات کا بہترین مظاہرہ خیال کرتے ہیں اور نجات آخروی کا ذریعہ۔ مہاتما گاندھی تو اس اہنسا پرمودھرم کے ذریعہ ہندوستان کی تیس کروڑ غلام آبادی کو سیاسی نجات بھی دلا رہے ہیں۔ لیکن اسلام کے دشمن مسلمانوں کے مذہب کو تلوار اور تشدد کا مبلغ سمجھتے ہوئے اُس کے بدنام کرنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں ان بے بصران ازلی کو کیا معلوم کہ اسلام کا سب سے بڑا اور اولین داعی اس اہنسا کا کس قدر عامل تھا اور آپ کی زندگی کا عظیم الشان جز واسی اہنسا کا مظاہرہ حسنہ تھا۔

رہبانیت اور تپشیا کے اندر گوشہ گیر ہو کر قوی عملی کو مضمحل کر کے اہنسا کا گیان کرنا کوئی قابل تعریف بات نہیں۔ بات تو یہ ہے کہ فوجی معرکوں میں گذرے اور کسی کا خون نہ بہائے پنجۂ زبردست میں شیر کے کچلنے کی طاقت ہو مگر کسی کا موئے بدن بھی نہ دُکھائے بازوؤں میں فیل دماں کو تسخیر کرنے کی توانائی موجود ہو لیکن ایک مور ضعیف بھی اُن سے

زحمت نہ اٹھائے یہ بھی وہ محیر العقول اہنسا جو سرور کائنات کا معمول تھی۔

آنحضرت صلعم کی تمام زندگی جنگوں اور مجادلوں میں گذری لیکن سوائے ایک واقعہ کے کوئی متعصب سے متعصب مؤرخ بھی ایسی ساعت نہیں پیش کر سکتا جبکہ حضور صلعم نے اپنے دست رحمت سے کسی مخلوق کو ایذا پہنچائی یا کسی جنگجو کو زخم لگایا ہو یا کسی جانی دشمن پر ہاتھ اٹھایا ہو۔ آپ کی زندگی مطہر کے صدہا واقعات ایسے ہیں جہاں اہنسا کا کامل طور پر اظہار ہوا ہے۔

آپ ایذا رسانی اور تشدّد سے اس قدر مجتنب رہتے کہ ادائگی فرض عبادت اور اجرائے حدود شرعیّہ میں بھی تامل فرماتے اور راحت رسانی کے عذر تلاش فرماتے۔

قبیلۂ غامد کی ایک عورت زنا کی مرتکب ہوئی حضورؐ کے پاس بغرض توبہ آئی اور اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہوئے حد شریعت کے اجراء کا مطالبہ کیا۔ حضورؐ نے اُس کو تین مرتبہ واپس کیا وہ حاملہ تھی جب بچہ پیدا ہو چکا اور وہ میعاد رضاعت ختم کر چکا تو یہ عورت پھر آئی اور اپنی توبہ کی تکمیل عدالت رسالت سے طلب کی۔ آپ نے تقریباً پونے تین سال کی مہلت عطا فرمائی کہ وہ عذر شرعی پیش کرے لیکن اللہ سے ڈرنے والی شرمسار خاتون توبہ سے باز نہ آئی۔ حضورؐ نے مجبوراً حد شرعی جاری فرمائی۔ ارباب سیر لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے اُس کی توبہ کی نسبت فرمایا ہے کہ" اللہ کی قسم اس خدا ترس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ عامل محاصل بھی جو جبراً محصول وصول کرتا ہے۔ ایسی توبہ کرتا تو ضرور بخش دیا جاتا۔ سبحان اللہ کیا شان رحیمی تھی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو صرف اس قدر قصور پر تنبیہ پُر غضب فرمائی گئی تھی کہ وہ نماز میں طول دیتے ہیں اور بعض نمازی اس سے زحمت اُٹھاتے ہیں اور اسلام کا حکم ہے لا یکلّف اللہ نفساً الّا وسعہا۔

عزیزو ایسی صدہا مثالیں ہیں جو اسوۂ حسنۂ نبی میں سے پیش کیجا سکتی ہیں جن کے لئے ایک دفتر بے پایاں کی ضرورت ہے۔ یہ نمونہ مشتے از خروارے ہے۔ ورنہ حضورؐ نے تو گالیاں دینے والوں کو اپنی خاموشی اور اہنسا سے جیت کیا ہے اور ہمیشہ کے لئے

خوش گفتار اور شیریں کلام بنا دیا ہے۔ گنہگاروں پر حد شرعی جاری فرماتے ہوئے انتہائی مرحمت کا ثبوت دیا ہے۔ تلوار کھینچنے والے دشمنوں سے صرف تلوار لے لی ہے اور معاف کر دیا ہے۔ جس نے زندگی بھر کسی کو ایذا نہ دی ہو اُس سے زیادہ اہنسا اور عدم تشدد کا کون عامل ہو سکتا ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ اسلام کی اہنسا ذاتی صفات محمودہ کا ایک ورق ہے۔ اور دیگر مذاہب میں ذریعہ نجات و فلاح۔

مباش درپے آزار و ہرچہ خواہی کن
کہ در طریقتِ ما بیش ازیں گناہے نیست

خاتم الانبیاء

اثر خامہ دلپذیر جناب مولوی اکبر شاہ خاں صاحب مدیر رسالہ عبرت

آج کل جبکہ تاریخ اسلام اور تحقیق المذاہب کی تالیف و تصنیف کے سبب میری کم فرصتی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے مکرمی مولانا مجید حسن صاحب کے ارشاد کی تعمیل کہ مدینہ کے رسول نمبر کے لئے کوئی مضمون لکھوں میرے لئے بیحد دشوار ہے تاہم محض ثواب کی اُمید اور اس توقع پر کہ خدائے تعالیٰ اپنے رسول پاک کے طفیل میرے کاموں میں آسانی پیدا کر دیگا چند اشارات جو ایک نکتہ رس طبیعت کے لئے موجب ہدایت ہو سکتے ہیں۔ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(۱) جس خدا نے انسان کی جسمانی نشو و نما اور جسمانی حفاظت و ترقی کے لئے ہوا، پانی سورج، نباتات وغیرہ اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت بلا طلب پیدا ہو مہیا کر دیے۔ اُس نے انسان کی روحانی نشو و نما اور روحانی حفاظت و ترقی کے لئے نبی، رسول، ہادی بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا۔ انسان جس طرح دنیوی اور مادی ضرورتوں کے لئے نمونہ دیکھنے اور شاہد بننے کا محتاج ہے جسمانی ترقیوں اور جسمانی ضرورتوں کے پورا کرنے کی ترغیب انسان کو انسانوں ہی کا نمونہ دیکھ کر ہو سکتی ہے۔ لہذا روحانی ترقیوں

اور روحانی ضرورتوں کے پورا کرنے کی ترغیب بھی انسانوں ہی کے نمونے سے ہو سکتی تھی اسی لئے خدائے تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور انسانوں کی روحانی ترقیات کے لئے ہمیشہ انسان رسول ہی بھیجے جس طرح ایک شیر ایک ہاتھی ایک گھوڑا ایک جن ایک درخت ایک پتھر انسان کے لئے موجب ہدایت اور موجب ترغیب و نمونہ نہیں بن سکتا اسی طرح ایک فرشتہ اور خود خدا بھی انسان کے لئے نمونہ کا کام نہیں دے سکتا لہذا جو لوگ خدا کو بطور رسول یا بطور اوتار دنیا میں جلوہ نما دیکھنا چاہتے ہیں انہوں نے غور و فکر سے کام نہیں لیا۔

(۲) جس طرح ایک انسان کی زندگی میں شیر خوارگی لڑکپن۔ نوجوانی پختہ عمری اور بڑھاپا وغیرہ مختلف مدارج پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح تمام بنی نوع انسان پر یہ مدارج گذرتے ہیں جس طرح نوع انسان کی استعدادیں اپنے عالم شیر خوارگی میں بہت مختصر و محدود تھیں اسی طرح اس زمانہ کے ہادی۔ رسول پیغمبر۔ نبی سب محدود ہدایت نامے لے کر آئے اور وہ اسی زمانے کے انسانوں کے لئے نمونہ ہو سکتے تھے۔ نوع انسان جوں جوں ان مدارج کو طے کیا خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہر زمانہ کے لئے جدا جدا ہادی ہوتے رہے۔ آخر نوع انسان پر وہ وقت آیا کہ اس کی استعدادیں مکمل ہو گئیں اور اب تمام دنیا ایک شہر اور تمام نوع انسان ایک قوم کے حکم میں ہونیوالی تھی لہذا خدائے تعالیٰ نے کامل ہادی اور مکمل ہدایت نامہ بھیج دیا۔ اور اس کو ایک ایسے ملک میں مبعوث کیا جو دنیا کی اولین اور ابتدائی حالت کی یادگار تھا۔ اس کامل ہادی اور مکمل ہدایت نامہ نے اس ملک کے باشندوں کو ترقی کے تمام مدارج طے کرا کر اعلیٰ ترین مقام پر پہنچایا اور اس طرح اپنے کامل ہونے کا ثبوت دیدیا اور نوع انسانی پر حجت پوری کر دی۔ کہ سعادت انسانی اس کامل ہدایت نامے اور اس کامل ہادی کی اطاعت و پیروی کے بغیر انسان کو میسر نہ ہو سکیگی اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد بعدد کل معلوم لک۔

(۳) روئے زمین پر جس قدر ہادی ہدایت نامے لے کر آئے خواہ وہ کسی ملک کسی قوم

اور کسی زمانہ میں آئے ہوں اُن ہدایت ناموں میں سے قسم کھانے کو ایک بھی ہدایت نامہ اپنی اصلی حالت میں محفوظ و موجود نہیں مل سکتا۔ چونکہ وہ تمام ہدایت نامے محدود معین وقت کے لئے تھے۔ لہذا اُن کے ہمیشہ محفوظ و موجود رہنے کی ضرورت نہ تھی چنانچہ وہ محفوظ نہ رہے اور اُن کو محفوظ نہیں رہنا چاہئے تھا۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ کامل ہدایت نامہ لے کر آئے تھے اور اُس کے بعد اب کوئی ہدایت نامہ آنے والا نہیں تھا۔ لہذا اس ہدایت نامے یعنی قرآن مجید کو محفوظ و موجود رہنا چاہئے تھا۔ چنانچہ قرآن مجید اس طرح محفوظ ہے کہ اُس میں ایک نقطہ کو بھی اُس کی جگہ پر تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ اُس کی حفاظت نوع انسان کے لئے نہایت ضروری تھی۔ لہذا جس طرح وہ خدا کی کتاب اور کامل ہدایت ہونے کی حیثیت سے اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ اِسی طرح دنیا کی کوئی کتاب اِس حفاظت کے معاملہ میں اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(۴) ہادی رسول کی زندگی چونکہ انسانوں کے لئے ایک نمونہ ہوتی ہے اِس لئے اُن تمام ہادیوں اور رسولوں کی زندگی ہمیشہ محفوظ نہیں رہ سکتی تھی۔ جن کا نمونہ محدود زمانہ کے لئے مفید تھا لیکن آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی چونکہ قیامت تک کے لئے نوع انسان کے واسطے نمونہ ہے لہذا آپ کی زندگی کو محفوظ و موجود ہونا چاہئے تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس طرح محفوظ ہے کہ اس معاملہ میں کوئی ہادی کوئی پیغمبر اور کوئی رسول آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ آپ کے افعال و حرکات و سکنات جو نبوت کے بعد وفات پانے تک سرزد ہوئے حدیث کی کتابوں میں اس اہتمام کے ساتھ محفوظ کئے گئے ہیں کہ دنیا میں کسی شخص کے اقوال و افعال کو اس اہتمام کے ساتھ ہرگز ہرگز محفوظ نہیں کیا گیا اور یہی دلیل اس بات کی ہے کہ یہ سب کچھ مشیّت خداوندی کے ماتحت ہوا۔

(۵) دنیا کی کوئی قوم اور کوئی ملک اس خصوصیت میں مسلمانوں کی مدمقابل نہیں بن سکتی کہ اُس نے مسلمانوں کی طرح تاریخ و سیر کو مرتب و مدون کیا ہو اور سلسلہ روایات کی ایسی چھان بین کی ہو کہ عہد ماضی کے متعلق علم کو یقین کے درجہ تک پہنچا سکی ہو مسلمانوں

کو خدائے تعالیٰ نے یہ شرف محض اس لئے عطا کیا کہ اب آیندہ کوئی ہادی اور کوئی ہدایت نامہ آنیوالا نہ تھا۔ لہذا دنیا میں اب علم تاریخ وسیر کے اس طرح رواج پانے کی ضرورت تھی کہ ماضی کے متعلق انسانی علم یقین تک پہنچ سکے اور ہادیٔ کامل کی زندگی ہمیشہ شمع ہدایت اور قابل پیروی نمونہ انسانوں کے لئے بن سکے۔

(۶) خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر جس قدر ہادی دنیا میں آئے وہ سب کے سب چونکہ محدود اور معین زمانے اور محدود اقوام کے لئے تشریف لائے تھے لہذا اُن کی زندگی میں نوع انسان کے ہر طبقے، ہر زمانے اور ہر ایک حالت کے لئے مکمل نمونے نہ تھے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے جتنے ہادیوں پیغمبروں اور رسولوں کے ناقص و نا تمام حالات ہم کو معلوم ہو سکے ہیں اُن سب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کی زندگی میں نوع انسان کی ہر ایک حالت کے لئے نمونہ دستیاب ہو سکے۔ مثلاً کوئی ہادی ایسے ہیں کہ اُن کی زندگی میں متاہل انسان کے لئے کوئی نمونہ یقیناً تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی ایسے ہیں کہ ایک مفلس و تہیدست کے لئے اُن کی زندگی میں کوئی نمونہ نہیں۔ کوئی ایسے ہیں کہ ایک بادشاہ اُن کی زندگی میں اپنے لئے کوئی نمونہ تلاش نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلعم چونکہ خاتم الانبیا ہیں اور آپ کی زندگی قیامت تک کے لئے نمونہ ہے لہذا آپ کی زندگی سے ایک مسکین یتیم ایک مفلس فاقہ مست ایک عیالدار، ایک سوداگر، ایک سپہ سالار، ایک سپاہی، ایک جج، ایک دولتمند، ایک مسافر، ایک فتحمند، ایک شہری، ایک بادشاہ، ایک شہنشاہ غرض ہر طبقہ اور ہر حیثیت اور ہر زمانہ کا انسان اپنے لئے نمونہ تلاش کر سکتا ہے۔

(۷) تمام ہادی چونکہ محدود و معین اوقات اور محدود و معین اقوام و ممالک کے لئے آئے تھے لہذا اُن کے ہدایت ناموں اور اُن کی زندگی کے نمونوں کے جو ناقص و ناتمام اجزا ابھی تک موجود ملتے ہیں ان سب میں کوئی نہ کوئی ایسی بات بھی ضرور موجود ہے کہ نوع انسان اُس پر عامل ہونے کی طاقت آج کل اپنے اندر نہیں رکھتی اور کوئی انسان اُس پر عمل کرتا ہوا نہیں پایا جا سکتا۔ لیکن آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

کوئی تعلیم ایسی پیش نہیں کی اور کوئی نمونہ ایسا نہیں دکھایا جس پر عمل کرنا انسان کے لئے غیر ممکن ہو اور انسانوں کی ایک بڑی تعداد اُس پر عامل نہ پائی جاتی ہو۔

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خاتم الانبیاء ہیں لہذا آپ کے لائے ہوئے ہدایت نامے نے تمام سابقہ انبیاء کی تصدیق کی اور سب کو خدائے تعالیٰ کا بھیجا ہوا سچا رسول بتایا اور آنحضرت صلعم نے سب کی تکریم کو ضروری ٹھہرایا امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومن کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ دوسرے رسولوں اور دوسرے ہدایت ناموں نے آنحضرت صلعم کی خبر دی اور آنحضرت صلعم نے سب کی تصدیق کی۔ اس تصدیق نے نوع انسان میں حقیقی صلح و آشتی کا دروازہ کھول دیا اور قومی و ملکی منافرت و عداوت کو مٹا دیا۔ ہر ایک رسول یا ہادی کے پیرو دوسرے ہادیوں کو بُرا کہتے اور گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے تمام رسولوں کی ذات کو سب وشتم سے بچایا اور لوگوں کو غلط روی سے روکا۔

(۹) دنیا میں جس قدر ہادی اور ہدایت نامے آئے اُن کی تعلیم کی ہوئی شریعت کے ہر ایک حصّے کو عقل کی کسوٹی پر کسنے سے کامل العیار نہیں پاتے لیکن آنحضرت صلعم کی لائی ہوئی شریعت کے جس اصول کو چاہو پرکھ لو عقل انسانی اُس کی تصدیق پر مجبور ہو جاتی ہے حالانکہ خود اُسی قسم کا کوئی اصول تجویز نہیں کر سکتی۔ دوسرے مذاہب کا کوئی جزو جب فلسفہ و سائنس کے خلاف ہوتا ہے تو اُس کو فلسفہ و سائنس سے مغلوب ہی ہونا پڑتا ہے لیکن آنحضرت صلعم کے تعلیم کئے ہوئے مذہب کے کسی حصّہ کا مقابلہ کرنے کے لئے جب فلسفہ و سائنس آمادہ ہوتے ہیں تو ہمیشہ مُنہ کی کھاتے ہیں اور ہر فلسفی کو اپنی غلطی و نقص کا اقرار کرنا پڑتا ہے یعنی شریعت اسلام کے اصول چونکہ خدائی تعلیم کا نتیجہ ہیں لہذا فلسفہ جس قدر ترقی کرتا ہے اور انسان اپنی کوشش سے جس قدر حقایق معلوم کرتا ہے اُس سے زیادہ بلند رتبہ اور ناقابل تنسیخ حقایق اصلیہ شریعت اسلام کی مانند یا شریعت اسلام سے بہتر مذہب تجویز کر سکے۔

(۱۰) دنیا میں آج کل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ماننے والوں کی تعداد اور اہمیت سب سے زیادہ ہے اور انہی دونوں قوموں کی رقابت میں ربع مسکوں میں ہلچل مچا رکھی ہے لیکن ایک سمجھدار اور واقفِ حالات انسان حیران رہجاتا ہے اور بے اختیار اُس کی زبان پر درود جاری ہو جاتی ہے۔ جب وہ اس حقیقت پر غور کرتا ہے کہ مسلمانوں نے جب تک آنحضرت صلعم کی دی ہوئی شریعت یعنی مذہب اسلام کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائے رکھا اُس وقت تک وہ ہر دنیوی شرف عزت و حکومت و دولت کے وارث و مالک رہے جس قدر اسلام کی پابندی کم کردی اُسی نسبت سے یہ چیزیں اُن سے چھن گئیں۔ بخلاف اس کے عیسائی لوگ جب تک اپنے مذہب کی پابندی زیادہ کرتے رہے مغلوب مفتوح و ذلیل رہے اور جب سے اُنہوں نے اپنے مذہب کی پابندی کم کردی اور اسلام کی تعلیم کئے ہوئے اصولوں پر عامل ہونے لگے ہر قسم کی ترقیات دنیوی کے وارث ہوگئے۔ دوسرے الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کا تنزل اس لئے ہوا کہ اُنہوں نے اپنے مذہب کی پابندی ترک کردی اور عیسائیوں کو ترقی اِس لئے حاصل ہوئی کہ اُنہوں نے اپنے مذہب کی پابندی ترک کردی۔ فتدبروا۔

داماں نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

دنیائے ارضی کا مکمل ترین انسان

(از جناب قاضی بدرالحسن صاحب بدر جلالی مدیر مدینہ)

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری!

اگر دنیا کے کنارازلی سے لے کر انتہائے آخری تک ہر عہد کی تاریخ مرتب کر کے چند نفوس منصف و متدین کے غور و فکر کے لئے دیدی جائے تاکہ وہ حیات انسانی کے

تمام پہلوؤں پر نظر غائر ڈال کر ایک بہترین اور مکمل ترین انسان منتخب کرلیں۔ تو شاید اُن کو صفحۂ تاریخ پر بہت سی ہی ایسی ہستیاں نظر آئیں گی جو اپنی اپنی مخصوص حیثیت میں اس منصب کی مدعی بن کر فہرست انتخاب میں اوّلین جگہ کی مستحق ہونگی۔ لیکن ایسی ہستیاں شاذ و نادر ہونگی جو تمام صفات علوی سے متصف ہو کر تمام انسانی خوبیوں کا مجموعہ ہوں (صفات مخصوصہ میں ہر انسان ایک نہ ایک امتیاز کا امین ہوتا ہے۔ فلسفہ حیاتیات کی رو سے ہر انسان ایک انسانی کمال کا خزینہ دار ہے۔ یہ ممکن ہے کہ سوشل اور مارل قانون و مراسم نے اُس کے اندر نیکی و بدی کی حدود قائم کردی ہوں۔ جن حدود کا تعین یا تو فی نفسہ عمل ہی کے ساتھ وابستہ ہے یا اُن طریقوں اور ذرائع پر جن سے اُس عمل کی تکمیل ہوئی ہو۔ کاہلی اور سستی کے اندر ایک انسان اس قدر کامل و اکمل ہو سکتا ہے کہ کوئی دنیا کی ہستی اُس کے مقابل روکشی نہ کر سکے لیکن فعل چونکہ بنفسہ سفلی ہے پھر بھی دنیا کا سوشل اور مورل قانون اس کو بہترین انسان کی حیات مکمل کی جزئیات میں شامل نہ کریگا۔ یہ ممکن بھی ہو سکتا ہے کہ اس کمال سستی و کاہلی کے اثرات عامل کی ذات اور نیز دیگر مخلوق کی بہتری پر پڑیں۔ ایک انتہائی خونخوار کے زہر انگیز جبڑوں کا کاہل اور سست ہو جانا مخلوق کے لئے رحمت ہے ایک ظالم اور سنگدل انسان کے آلات ظلم کا سست اور مضمحل ہو جانا انسانوں کے لئے امنیت عامہ کا اعلان ہے۔ اس لئے ایسی صفات مخصوصہ کا شمار اگر ایک بہترین اور مکمل ترین انسان کے انتخاب میں کیا جائیگا تو وہ قابل قبول نہیں ہو سکتا لامحالہ ایک حکم منصف کو انسانی حیات کے وہ عنوان مقرر کرنے پڑینگے جو ہر دنیاوی، روحانی اور ربانی قانون کے تحت میں حسنات سے معمور اور سعادتوں سے بھرپور ہونگے۔

انہی مقررہ عنوانات کی میزان میں جو بظاہر اور بباطن سعادت اور حسن خوبی اور محبوبی نیکی اور عمدگی وغیرہ کے (جن کو ہر شریعت، ہر مذہب، ہر مسلک، ہر قانون اور ہر رسم مستند مانتی ہو) ذخیرہ سمجھے جاتے ہیں ہم دنیا کے اُن انسانوں کو تولنے کے لئے طیار ہیں جن کی بزم اعمال میں صدہا انسانی صفات علوی کی منقش اور دلفریب تصاویر آویزاں ہیں جنکی

دنیائے حیات بیشمار ہنگاموں سے آباد ہے۔)

۴ (ا) اوّل شاہی اور سلطانی سیادت اور قیادت، امارت اور امامت وغیرہ میں دنیا کے انسانوں کو پرکھو اور دیکھو کہ صفحۂ ارضی کے کس انسان میں اوّلین انسان سے لے کر دنیائے حاضرہ کے آخرین انسان تک یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی۔ جم و کسریٰ سکندر و دارا، فغفور و قیصر۔ غرض چین و ماچین، ایران و فارس، یونان و روم، مصر و ایتھوپیا، ہندوستان و توران، روس و آلمان، فرنگ و انگلستان کے ہر تاجدار اور فرمانروا کی سوانح حیات کا مطالعہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ ان صاحبانِ تخت و تاج میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس میں ذیل کی تمام صفات مشترک اور مشتمل ہوں۔

الف۔ تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو اور گھر کے اندر چراغ بھی نہ جلتا ہو

ب۔ خزانہ عامرہ سات ملکوں کے خراج سے معمور ہو اور ذاتی مکان کا ہر گوشہ سامان راحت سے محروم ہو۔

ج۔ یتیم پیدا ہوا ہو، یسیر پرورش پائی ہو، بے زر ہو، بے یار ہو، وطن دشمن ہو، قبیلہ بیری ہو رشتہ دار جان کے خواہاں ہوں۔ دنیا کی تمام بے بسیوں اور معذوریوں کا شکار رہو لیکن اپنی ہی زندگی میں ایک وسیع ملک کا سلطان بن گیا ہو۔

د۔ سلطنت ایسی مستحکم اور غیر متزلزل بنیادوں پر قائم کی ہو کہ دور گردوں کی صدہا گردشیں بھی اُس کو نہ ہلا سکی ہوں اور باوجود بیشمار ملکی و قومی انقلابات کے اُس کی جلوہ گاہ تخت بجنسہ اپنی جگہ پر قایم ہو۔

س۔ ایسا شہنشاہ کون ہے جو ظاہری قویٰ جسمانی کے ساتھ اعضائے روحانی پر بھی حکومت کرتا ہو۔ جو اپنی رعایا کا مخدوم اول ہوتے ہوئے غریب سے غریب اور بیکس سے بیکس فرد کا ادنیٰ خادم ہو۔

ش۔ ایسا سلطان عالی ظرف کون ہے جو ایک وقت تخت حکومت سے احکام تدبر و سیاست، قوانین جہانگیری و جہانبانی، دفعات دیوانی و فوجداری کا بھی نفاذ کرتا ہو۔ اور دوسرے وقت معمولی مزدور کی حیثیت میں قوت لایموت کی تحصیل میں مصروف ہو۔

ص۔ ایسا تاجدار پرجلال کون ہے جس کے نیم عریاں درباری قیصر وکسریٰ کے دربار میں سرحق پرست بلند کئے ہوئے نیزوں کی انی سے مخملی فرش ہٹاتے ہوئے بیباکانہ گھس جاتے ہوں لیکن مسجد نبوی میں بلند لہجہ میں گفتگو بھی نہ کر سکتے ہوں۔

دنیا کی انصاف پسند اور غیر متعصب ہستیو۔ اگر اقوام عالم کے امیروں اور سرداروں میں ایسا سید عالی جاہ تم کو ملتا ہے تو لاؤ۔ مصر کی تاریخ ٹٹولو، روم کے اوراق پارینہ الٹ جاؤ، یونان کی اساطیر و تلمیحات پہ نظر ڈالو، سمندر کی موجوں میں غوطہ لگاؤ۔ پہاڑوں کی بلندیوں پر اڑو۔ صحرائے اعظم کو کھوندو، ہندوستان وچین کے سرسبز میدان پامال کر ڈالو، قرون قدیمہ کا تجزیہ کرو۔ عہد عتیق کو کھنگال ڈالو، داستان زمانۂ وسطیٰ کو پڑھ ڈالو، دور حاضرہ کی تاریخ الٹ جاؤ لیکن تم کو ایسا سلطان عالی مرتبت، ایسا شہنشاہ وسیع السلطنت، ایسا تاجدار ذی ہمم، ایسا فرمانروائے غریب نواز نہ ملیگا۔ جو ان صفات سے بہ وجوہ ایک ہی وقت میں متصف ہو۔ سوائے تاجدار بطحا و مکہ کے، سوائے سلطان یثرب و کعبہ کے، سوائے شہنشاہ عرب وعجم کے جسکی ملکی حدود دریائے عرب سے دجلہ کی وسطی وادی تک اور دریائے قلزم سے کسریٰ کے پایۂ تخت اور کنار آب رکنا باد تک اسی کی زندگی میں قایم ہو چکی ہوں۔ جس کی رعایا میں مسلمان، نصرانی، یہودی، مجوسی موجود ہوں اور رافیت مکمل کی شمیم روح نوازسے لذت اندوز ہوں صلوا علیہ واٰلہ

(۳) جنرلیزمو یا قیادت فوجی وسیادت عسکری کے دعویدار ادھر !

(تاریخ کے اس یوم اولین سے جبکہ انسانی اعضاء نے حرب و پیکار کی جنبشیں محسوس کیں، جبکہ جذبہ غیظ وغضب، جزا، وسزا انتقام وغیرہ نے حیوانی قوت کو مشتعل کر کے جنگ وجدال کی پہلی بنیادی خشت رکھی۔ آج یورپ کی جنگ عظیم ومحاربہ سقیم تک دنیا کے تمام ایسے انسانوں کے نام لیجاؤ جنہوں نے قوائے ظاہری واعضائے باطنی زور پنجہ و بازو اور قوت دل ودماغ کے بل بوتے پر انسانی ہستیوں پر انسانی جماعتوں پر انسانی اقوام پر اور انسانی افراد پر غلبہ پایا ہے جنہوں نے صفوف عساکرہ قاہرہ کے لئے اعلیٰ کامرانی کے نقشہ جات مرتب کئے ہیں جو قلعہ گیر بے جنگ مشہور ہیں اور جو فاتح غیر

مفتوح کہلاتے ہیں۔
آریہ خروج کے ساتھ بستیاں اُن کی مغلوب ہوئیں مغلوں نے ترک وطن کیا ممالک فتح کئے۔ سامی اقوام نے اپنا تسلط جمایا۔ بہادروں اور شجاعوں کی تخلیق ہوئی۔ سپہ سالاروں اور جرنیلوں کا عہد نمودار ہوا مصر نے فاتح پیدا کئے۔ رومی سطوت و عظمت کی یادگاریں سیپوئے اعظم سے لے کر سیزر اور انٹانیو کے فاتحانہ کارناموں سے قائم ہوئیں۔ قرتجنہ کا نامور جرنیل ہنی بال یورپ کو کھوند کر رومیوں کے خون سے بحیرۂ اڈریاٹک سُرخ بنا دیتا ہے۔ اٹیلا جنگلی انسانوں کی قطاریں مرتب کر کے یورپ کے سرکشوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ ہندوستان کی خاک اشوک گپتا، کانشکہ جیسے فاتح پیدا کرتی ہے۔ انگلستان کی وادیوں سے ولنگٹن اور نلسن نمودار ہوتے ہیں۔ امریکہ کی نئی سرزمین واشنگٹن کو پیدا کرتی ہے۔ جاپان میکاڈو کی ہستی میں روسی جباریت کا خاتمہ دیکھتا ہے۔ فرانس کو اپنے نپولین پر جرمن کو اپنے بسمارک پہ ناز ہے لیکن کیا خدائی کے اس مختصر ارضی گھروندے میں کوئی ایسا جرنیل بھی ہوا ہے جو

(الف) نہ کسی مدرسۂ فوجی کا متعلم ہو، نہ کسی اعلیٰ سپہ سالار کا لفٹنٹ رہا ہو۔ نہ کسی نقشہ کی مصوری کی ہو۔ نہ بساط جنگ کا مطالعہ کیا ہو لیکن اپنی زندگی میں کم سے کم تیس جنگیں فیصلہ کن لڑی ہوں اور سب میں کامیاب اور فاتح نکلا ہو۔

(ب) جو خود بھی خالی ہاتھ ہو اور اُس کے سپاہی بھی مکمل اسلحہ سے محروم ہوں، کم تعداد ہوں، سامان رسد ناکافی ہو، امداد کا بھروسہ نہ ہو اور پھر غنیم پر غالب ہوا ہو اور معرکہ موت و زیست سے سُرخرو اور کامراں نکلا ہو۔

ج۔ کیا کوئی جرنیل ایسا ہے جس کی آنکھوں کے سامنے صدہا لاشے نیم جان تڑپ گئے ہوں، صدہا نوجوان خاک و خون میں مل گئے ہوں، بیشمار سپاہی جان شیریں سے محروم ہو گئے ہوں لیکن اُس نے اپنے دستِ کرم سے کبھی ایک فرد کو بھی نہ مارا ہو

د۔ کیا کوئی جرنیل ایسا ہے جو اپنی شکست خوردہ فوج کو سراسیمگی میں بھاگتا ہوا دیکھتا ہو اور خود چند جان نثاروں کو لئے ہوئے تیروں اور تلواروں کی بارش میں کوہ وقار

کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم ہو۔

س۔ کیا کوئی جرنیل ایسا ہے جسکے لفٹنٹوں نے اپنی غیبی آنکھوں سے سارا منظر دیکھ کر صدہا میل سے فوج کی ایک اور صرف ایک نعرے کے ساتھ رہنمائی کی ہو اور جسکی آمد پر مستحکم قلعوں کے دروازے کھل جاتے ہوں۔

ش۔ کیا دنیا کے فاتحان عظیم المرتبہ میں سے ایک ہستی بھی ایسی ہے جس نے چند نوجوانوں اور بڈھوں کی جماعت سے ایک انبوہ کثیر کے مقابلہ میں اپنے حصن خس پوش کی مدافعت کی ہو۔ اور پھر فاتحانہ حملہ کے ساتھ صفوف غنیم کو پارہ پارہ کردیا ہو اگر دنیا کا کوئی فاتح اور جرنیل ایسا ہے جو کم فوج کے ساتھ مختصر سپاہیوں کو لئے ہوئے جن کے پاس نہ اسلحہ ہو اور نہ رزق نہ سردی کے زمانہ میں گرم ملبوس اور نہ گرمی کے زمانہ میں سر وسایہ نہ سواری کو مرکب اور نہ مسافت کا سامان، کمسریٹ معدوم کمیونکیشن مفقود۔ کھجور کے پتوں کا کیمپ اور اللہ کا نام۔ غرض تمام مادّی مجبوریوں کے ساتھ ہر جنگ میں کامیاب، ہر حرب میں سُرخرو، ہر غزوہ میں منصور، ہر محاربہ میں مظفر ہوا ہے تو وہ صرف اُس ربّانی جرنیل کی شان ہے جو مکہ کی سنگلاخ زمین میں یتیمی کی حالت میں پیدا ہوا۔ چالیسویں سال دنیا سے روشناس ہوا اور پچاسویں سال نہ صرف ملکوں کا فاتح بنا بلکہ قلوب انسانی اور روح حیوانی کو بھی تسخیر کرکے عالم آب و گل کی کایا پلٹ کردی (ربانی دامی)

بلغ العلیٰ بکمالہٖ   کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ   صلوا علیہ وآلہٖ

(۴) جورسٹ یا مقنّن

انسان کی جماعت نے جب قرب و بُعد کی معرکہ خیزیوں سے مغلوب ہو کر اپنے اندر ایک ایسی تقسیم محسوس کی جو اجنبیت و بیگانگی کا عنوان تھی تو نسل آدم کے اندر اجتماع مختلف طبائع اور صور کے ساتھ ہوا۔ مرکزی اجتماع کی فروعات اس قدر وسیع اور غیر محدود ہوئیں کہ ربط و یگانگیت قائم کرنے کے لئے ایک ایسے قانون اور مسلک کی

ضرورت ہوئی جو سطح ارضی کو فتنہ وفساد سے باز رکھتے ہوئے باہمی اغراض ومقاصد کو تصادم سے بچائے لیکن فطرت غالب کا منشا کچھ اور تھا۔ تعلقات وسیع ہوئے مملکتیں وسیع ہوئیں اقوام کے حدود وسیع ہوئے، امتیاز رنگ ونسل وسیع ہوا۔ تمدن وتہذیب معاشرت و ادب میں توسیع ہوئی۔ غرض نسل آدم ایک دوسرے سے اس قدر مختلف اور بیگانہ ہوگئی کہ قوانین اور ضوابط کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مصریوں نے اپنے مراسم عبادات و اخلاقیات قایم کر کے ایک معمولی ضابطہ کی بنا ڈالی جس کو یونانیوں نے جلا دی اور رومیوں نے معراج کمال پر پہنچا دیا۔ ہندوستان کے اندر ویدانت کے اصول شاستروں اور منو سمرتی کے ضوابط ودفعات قائم ہوئے۔ چین میں فلسفہ کنفوشیہ نے رواج پایا، ایران میں زرتشتی ژند واستا ایک صحیفہ قوانین لے کر نمودار ہوئیں۔ زبور نے شامیوں میں جلوہ دکھایا، توریت بنی اسرائیل کے لئے آئی انجیل بحیرۂ مردہ کی موجوں میں پڑھی گئی اور دنیا کے لئے پرانی شریعت موسوی کی تجدید کا سبب بنی۔ دنیا کے تعلقات نے پھر قرب حاصل کیا اور انسانوں کے باہمی تعلقات نے صدہا ضابطہ اور قواعد بنا ڈالے۔ لیکن آج سسرو اور جسٹینین سے لے کر جرمنی کے اعلیٰ مقنن تک، انگلستان کے بہترین جورسٹ تک ایک عمیق اور غائر نظر ڈال جائے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کسی کا بنایا ہوا قانون یکساں اور غیر متزلزل نہیں مفصل اور مشرح نہیں۔ صاف اور سادہ نہیں۔ نہ صرف ضوابط متعینہ وقوانین مجریہ ہی میں تبدیلی اور انقلاب رونما ہوتا رہتا ہے بلکہ اصول قانون بھی بدلتا رہتا ہے۔ انگلستان کے جورسٹ جرمنی والوں سے بیزار۔ اطالیہ کے یونانیوں سے مجتنب۔ سولن کے پیرو سسرو کے خلاف۔ سقراط کے شاگرد بطلیموسی نظام کے درپے۔ غرض آج تک کوئی ضابطہ، کوئی اصول، کوئی نظیر اور کوئی قانون ایسا مرتب نہیں ہوا جو محرّف نہ ہوا ہو۔ جو قابل اعتراض نہ ٹھہرا ہو۔ جو بدلا نہ گیا ہو۔ جو مٹ نہ گیا ہو۔ جو مرور ایام سے بیکار اور غلط ثابت نہ ہو چکا ہو۔

لیکن اب ایک نظر اس یزدانی مقنّن پر توڈالو جس نے سب سے پہلا قانون عبد اور معبود کے تعلق کا لا الٰہ الا اللہ کہہ کر واضح کیا اور پھر حیات انسانی کے لئے ایک مکمل ضابطہ

ایسا دیا جو باوجود تیرہ ۱۳ سو برس گذر جانے کے اٹل اور غیر محرّف ہے۔ لاَ مبدل لکلمات اللہ نہ صرف ضابطہ بلکہ اصول قانون اور اصول قانون کے ساتھ دنیاوی زندگی کے ہر شعبے اور ہر پہلو کے لئے ایک ایکٹ تجویز کر دیا۔ جسکی ہر دفعہ لم یزل جس کا ہر قاعدہ غیر فانی ہے۔ بیداری اور خواب کے اندر جس قدر اعمال و افعال انسان سے ظاہر ہوتے ہیں اُن کے لئے ایک ضابطہ، ایک قانون اور پھر سزا و جزا، طریقہ نفاذ، سبیل اجرا، غرض ہر شے متعلقہ قانون، مقرر اور متعین ہے۔ اور وہ غیر مبدل اور غیر فانی ہے۔ زندگی انسانی کا کوئی پہلو لیجئے۔ قانون محمدی کے اندر اُس کے لئے دفعہ موجود ہے۔ اللہ اللہ آج ایک تعزیرات ایک ضابطہ فوجداری ایک قانون شہادت ایک قانون حق آسایش کی ایک معمولی دفعہ پر اس قدر توضیح اور تشریح کیجاتی ہے کہ ایک ہی عدالت کے دو جج بھی اُس پر متفق نہیں ہوتے جس کی وجہ سے نظائر کا ایک انبار ہے کہ ہر سال پیدا ہو جاتا ہے اور پھر بھی اس قانون کے اندر ترمیم اور تجدید کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیوں؟

صرف اس لئے کہ یہ قانون نامکمل انسانوں کا بنایا ہوا ہے۔ اور اسلامی قانون ایک مکمل انسان کا۔ اب اسلامی قانون سے مقابلہ کیجئے اور موجودہ دنیائے مہذب کے قانون سے آج کل ارتداد کی سزا پر غل مچ رہا ہے لیکن دنیا کے مارشل لا کو کچھ نہیں کہا جاتا۔ ارتداد کے اندر مراجعت کی ایک صورت بھی موجود ہے لیکن مارشل لا کے اندر کوئی صورت بچنے کی نہیں۔

اب اگر مقنّن کی حیثیت سے دیکھا جائے تو ہر منصف مزاج شخص یہی کہیگا کہ جس مقنن نے صحاح ستہ کے اندر اصول قانون، ضوابط و قواعد انسانی زندگی کے لئے مقرر کئے ہیں یقیناً وہ مؤید من اللہ ہے اور ربانی قانون کا مجری جس کا ہر لفظ غیر مبدل اور جس کا ہر نقطہ ناقابل تحریف

یوں تو معشوق گل و شمع بھی کہلاتے ہیں
دیکھنا یہ ہے کہ مرتا ہے زمانہ کس پر

۴۔ اسی طرح ادیب اور فصیح کی حیثیت میں اگر دنیا کے انسانوں کا موازنہ کیا جائے

تو قرآن کریم کا لانے والا ضرور "افصح العجم والعرب" کے خطاب کا مستحق ہوگا۔ صحاح ستہ کا مصنف ضرور ادبائے روزگار کا معلم اوّل ہو سکتا ہے۔ شیکسپیر اور گوئٹے، ہومر اور سولن ہوا کریں لیکن جسکی فصاحت و بلاغت اس قدر مسلم ہو کہ وہ دوست اور دشمن دونوں سے یکساں خراج تحسین وحیرت وصول کرلے تو پھر وہی اولین جگہ کا فہرست ادبا، وفصحا میں مستحق ہوگا۔ درحالیکہ وہ اُمی ہو، درحالیکہ وہ کسی کالج میں نہ پڑھا ہو، درحالیکہ اُس نے سوائے روح القدس کے کسی اُستاد کے آگے زانوئے ادب طے نہ کیا ہو۔ درحالیکہ جس کا مطالعہ خدا کی سچی توحید اور فطرت کے اوراق تک ہی محدود ہو۔ ایسی ہستی بر تر و اکبر کا ادبائے روزگار کی افسری کر لینا کیا مشکل ہے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانۂ چند ملت بشست

تو کیا اب دنیا کا کوئی ادیب، کوئی شاعر کوئی فصیح و بلیغ، کوئی ناثر و ناظم ایسا بھی ہے جو

الف۔ اُمّی ہو اور ایسی کتب نادرہ کا مصنف اور مبلغ جن کی صحت اور فصاحت و بلاغت صدہا برس کے بعد بھی مسلم ہو۔

ب۔ ایسا ادیب کون ہے جس کے مقالات کے ہر ہر لفظ پر کلام الملوک ملوک الکلام کہا جا سکتا ہے جس کا ہر جملہ اغلاط سے پاک اور جس کا ہر فقرہ تنقید سے بلند تر ہے

ج۔ ایسا مصنف اور ادیب کون ہے جس کے ایک ایک لفظ کی تحقیق و توضیح میں صدہا علوم متعارفہ وغیر متعارفہ کی تدوین ہو گئی ہو۔

د۔ ایسا فصیح و بلیغ دنیا کے کسی عہد میں اور سطح ارضی کے کس قطعہ پر آباد ہوا ہے جس کا ایک لفظ اور ایک ایک حرف شمار کر لیا گیا ہو۔ جس کا ایک جملہ، جس کا ایک ایک اعراب، جس کا ایک ایک قیام لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ اور مخزون رہا ہو۔

اس اندھیر نگری کے بسنے والو! منصف مزاجو۔ تعصب اور ہٹ دھرمی کی عینک اُتار کر دیدۂ حق بیں سے دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ نہ صرف انہی متذکرہ چار حیثیتوں میں بلکہ ہر صفت جلالی اور جمالی کے اندر دنیا کی یہ عظیم الشان ہستی منزل کمال کی اعلیٰ

کرسی پر جلوہ افروز نظر آئیگی۔ ژرف نگاہی کی ضرورت ہے ورنہ یہ راز تو کھلا ہوا ہے کہ انجمن عالم کے گوشہ تکمیل میں جہاں انسانی صفات حسنہ کا مظاہرہ ہوتا ہے کوئی تصویر اسقدر دلکش اور ہوشربا نہیں ملیگی جیسا کہ سرکار مدینہ جیسا کہ سرکار مدینہ۔ آقائے دوعالم، سرور کونین سلطان بروبحر، شہنشاہ کن فیکون صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا نقش نوری۔

خلق، حلم، مروت، تحمل، رحم، کرم، انصاف ومعدلت، مساوات وحریت، شاہی وگدائی، تونگری ومفلسی، سخاوعطا، عفوومہربانی، جاہ وحشم غرض تمام عادات نبیلہ اخلاق جلیلہ کا مجسمہ بیداغ وپیکر بے عیب یہی ایک ذات عالی مرتبت ملیگی جسکی ہستی ہر مسلم سر فروش کے عقیدہ میں لولاک لما خلقت الافلاک کے تاج ربانی سے مزین ومعزز ہے روحی فداک یارسول اللہ۔

حضرت محمد صلعم کیوں آئے؟

عشق شد سوئے تو ام راہ نما ٭ ہادیٔ راہ نمائے عشق است

جب انسان کے افعال کی کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے تو قدرت کے افعال کی بھی کچھ نہ کچھ علت تو لازمی ہے۔ فعل الحکیم لایخلوا عن الحکمۃ دنیا میں صدہا پیغامبر اور ہادیان وراہ نما آتے رہے اور بمصداق احکام قرآن مجید کوئی قوم بھی قدرت کے اس فیضان سے خالی نہیں رہی سرزمین عرب میں بھی مدتوں اور صدیوں سے کسی کی آمد آمد کا انتظار ہو رہا تھا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام نے جو کچھ سرزمین عرب میں حنفیت اور ابراہیمی فیضان کی بنیادیں رکھی تھیں وہ دور سعید بھی آنا ہی تھا وہ وعدہ جو کوہ فاران کی چوٹیوں کے نام سے توریت شریف میں دنیا کو مختلف مرسلوں کی زبانی ان کے اپنے الفاظ میں یاد کرایا گیا تھا وقت مقررہ پر عرب کی سرزمین میں پورا ہوا ایک یتیم ہستی اٹھی اور کوہ فاران کی چٹانوں پر کھڑے ہو کر بولی۔

"قل ھو اللہ احد اللہ الصمد"

"انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وما وٰلہ النار"

"تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم"

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا"

"ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا"

"انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم"

"ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر"

"ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان"

"من یطع الرسول فقد اطاع اللہ"

یہ ہے خلاصہ اُس صدائے احمدی کا جو کوہ فاران پر دی گئی۔ یہ ہے وہ اعلان جو خدا کے رسول نے حلّہ رسالت سے عزین ہو کر سرزمین عرب میں دیا تھا۔

وہ کونسی روحانی، اقتصادی اور سیاسی بات اور نکتہ ہے جو اس اعلان میں نہیں آچکا اور انسانوں اور قوموں کو جس کی ضرورت تھی جس کا ذکر ہر پہلو میں نہیں کیا گیا۔ اگر ہم رسول کا کلمہ پڑھتے ہیں اور مسلمان ہیں تو ان اعلانات کو غور سے دیکھیں اور سوچیں۔ کہ آیا ہم میں اس وقت ان اعلانات کے کچھ عملی نقوش بھی ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو ہماری خوش قسمتی پر کون شک کر سکتا ہے۔ اور اگر نہیں ہیں تو ہماری بدنصیبی میں کیا شک ہے۔

سیرت رسول

ان تمام اعلانات کے ضمن میں ہمیں سیرت رسول پر غور کرنا اور توجہ دینا فرض العین ہے۔ جب تک کوئی قوم اپنے مشاہیر اور اپنے رسول کی سیرت سے شناسا اور واقف نہ ہو تب تک وہ ان اعلانات کی حقیقت سے کیونکر واقف ہو سکتی ہے۔ ہمارے رسول مقبول صلعم نے یہ اعلانات کر کے خاموشی نہیں اختیار کر لی تھی بلکہ ان پر خود بھی عمل کر کے دکھایا تھا۔ ہمارے رسول کی عملی زندگی کا نام ہی ان کی مقدس سیرت ہے۔ انکی سیرت کے ذریعہ سے اُمت والوں کو پتہ لگ سکتا ہے کہ باوجود مرسل اور ہادی

ہونے کے وہ کس شدت سے فرائض مذہبی کے پابند اور ان اعلانات پر کاربند تھے۔

مختصراً نو اعلان اس بحث میں دکھائے گئے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان میں سے ایک بات بھی حضرت کی عملی زندگی میں نہ آچکی ہو۔ اُمت اور مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ نماز پڑھو اور روزہ بھی رکھو، شرک نہ کرو۔ سیرت کے ذریعہ سے تمہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور انور اخیر عمر تک کس ذوق اور کس شدت سے یہ فرائض ادا کرتے رہے۔ صرف پابند ہی نہ رہے بلکہ جس شوق اور جس ذوق اور جس صداقت سے ان پر عمل کیا وہ ظاہر کرتا ہے کہ اُنہیں اُن کی ضرورت اور حقیقت کا کس قدر احساس تھا۔ اللہ اکبر جو دوسروں کو کہتے ہیں کر کے بھی دکھاتے ہیں یہ نہیں کہ کہہ کر خود خاموش رہے جو کہا کر کے دکھایا۔ کس طرح جیسے ایک اُمتی بھی کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہو سکتا ہے جو کچھ آنحضرت نے کہا سُنا اُن کی صداقت اور حقیقت کا خود اُن کو بھی کس قدر یقین اور وثوق تھا۔ اور اُن کے دل میں ان کی کیسی عزت اور احترام تھا۔

یہ تعلیم دی اور یہ اعلان کیا کہ

سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ آنحضرت نے خود ایک محترم نبی ہو کر اپنی عمر میں اس کا کہاں تک ثبوت دیا ساری عمر اپنے معتقدین کے ساتھ جو جان نثار بھی تھے دوستوں کی طرح ہی ملتے رہے چلنے میں پھرنے میں جانے میں آنے میں گفتگو میں تکلم میں خطاب میں عتاب میں ہمیشہ حریت اور مساوات کا ثبوت دیا۔ گھر میں سفر میں حضر میں مسجد میں مجلس میں خود کو بطور ایک سچے مسلمان کے پیش آتے رہے نہ بطور ایک پیر اور ایک حاکم کے کسی کو بھی اجازت نہ دی کہ وہ تعظیم و تکریم میں اس قدر بڑھے کہ شرک کی نوبت آئے۔

صاف طور پر یہ کہہ دیا کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ قربان جائیں اس روح اقدس کے آتا ہے بطور ایک زبردست نذیر اور بشیر کے جس کی نسبت خدا کہتا ہے کہ اے رسول کہہ دے لوگوں کو "تیری تبعیت اور تیری محبت میری محبت ہے" باوجود اس کے کہ قدرت رحمۃ للعالمین کا فخر بخشتی ہے مگر ہمارے رسول ہیں کہ سب کے ساتھ دوستوں

اور اپنوں کی طرح ملتے جلتے ہیں اپنی ساری عمر میں اعتصام ملت پر زور دیتے رہے اسلام کے واسطے جیسے کہ خود غیر تمند تھے ویسے ہی لوگوں کو بھی غیر تمند بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

کیا ہمیں بھی

لازم نہیں کہ جس طرح ہمارے ہادی ہمارے رسول مدت العمر تک خود کو لوگوں کے سامنے عملی رنگ میں پیش کرتے رہے اسی رنگ میں ہم بھی عملی پہلو اختیار کریں

ہم اس قدر کمزور کیوں ہو گئے اسی واسطے کہ عملی رنگ ہم میں نہیں رہا ہم دن بدن اس راہ سے دور تر ہوتے گئے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ طے کرنا چاہیئے کہ حضرت محمد صلعم کیوں عرب میں بعثت پذیر ہوئے اور کیوں انہیں اخیر پر خدا نے نبی بنا کر دنیا میں بھیجا اس واسطے کہ دنیا میں آکر خود کو دنیا کے سامنے عملی پہلو لے کر پیش کریں۔

ملے از نور محضش آفریدند   جمیل الوجہ محمود الخصائل

بہ خلوت خالق مطلق ہو اللہ   بہ محفل خوش لقا شیریں شمائل

آکر کیا کیا؟

رسول جس عہد میں خطۂ عرب میں مبعوث ہوئے اُس وقت کے حالات کہہ رہے ہیں کہ کن حالات میں حضور آئے۔ عرب کس پانی میں تھا اور دوسری دنیا میں کیا کچھ ہو رہا تھا۔ دوستوں اور دشمنوں اور اپنوں و بیگانوں کی تاریخیں اور تذکرات کہہ رہے ہیں کہ حالت اور کیفیت کیا تھی۔ عرب کی سوختہ سرزمین اور عرب کے وحشی مزاج لوگ خود اس پر گواہ اور شاہد ہیں کہ دنیا کو کس مقدس روح کی ضرورت تھی اور عرب کے سوختہ جگر کس آب حقیقت کے تشنہ تھے۔

آب وہوائے دہر من سازگار نیست ٭ یارب کجا برم دل بیمار خویش را

عرب خستہ جگر اور تشنہ تھا روحانیت کی قدرت نے آواز سُن لی اور رحمت کے بادلوں کے ساتھ سرزمین عرب میں رحمۃ للعالمین کا نزول مبارک ہو کر رہا۔

بعثت کے ساتھ ہی عرب کی ہی نہیں ساری دنیا کی کایا پلٹ گئی۔ بت پرستی شرک

بدعت منہ چھپا کر ایسی دور ہوئی کہ دنیا حیران رہ گئی۔ تمدن نے وہ ترقی کی کہ خود ترقی یافتہ اقوام نے بھی نقش قدم چوم لیا۔ یورپ اور مغرب میں توہمات مذہبی کا اس وقت جو زور تھا وہ خود ہی متنبہ ہو کر رہ گیا۔ عیسائیوں نے اپنا جائزہ لینا شروع کیا، یہود نے اپنے تئیں مڑ کر دیکھا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہیں۔ ہنود نے اس روشنی سے اپنا توہم زدہ مذہب درست کرنا شروع کیا۔ ساری دنیا نے اپنے اپنے رنگ میں مشعل اسلام سے خود کو منور کیا

وہ عرب جو

کسی وقت دوسری اقوام کے نزدیک وحشی تھے انسانیت سے دور اور توہمات کے قریب اُنکی بدولت یورپ کے بعض اقطاع میں فلسفہ اور علوم کی روشنی رفتہ رفتہ پھیلتی گئی ابن رُشد جو اسلامی ذریات ہی کا ایک ذرہ تھا۔ یورپ میں صدیوں ایک روشن ستارہ کی طرح چمکا اور وہ نام پایا جو اب تک یورپ کو عزت کے ساتھ یاد ہے۔

جو قوم تمدّن اور

اقتصادیات سے نامحرم تھی اُس کا تمدن صدیوں ممتاز عالم و عالمیاں رہا۔ وہ آواز جو کوہ فاران کی بلند و بالا چوٹیوں پر سرزمین عرب میں گونجی تھی۔ آخر کار چند دنوں ہی میں یورپ تک پہنچ کر رہی اور عزت کے ساتھ سُنی گئی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

وہ عمل کی روح

جو آنحضرت کی زندگی پاک کا لازمہ اور جوہر تھا اور جس اسوۂ رسول کی بدولت اُمت کی اُمت رنگی گئی تھی رفتہ رفتہ وہ جوبن ایسا مدہم پڑتا گیا کہ ہمیں قریبًا یہ بات فراموش ہی ہو گئی کہ ہمارا رسول کیوں مبعوث ہوا تھا اور ہمیں کیا کچھ کہا گیا اور سکھایا گیا تھا۔ اور اب ہم اس پر عمل کرتے ہیں یا نہیں وہ قریبًا بھول گئے ہیں اور ہم اس وقت کن راہوں کے سالک ہیں

آؤ ہم اپنا جائزہ لیں اور پرکھیں

کہ بات کیا ہے حکومتوں پر تو کسی کا اجارہ نہیں ہے کبھی کوئی قوم حکمراں ہوتی ہے اور کبھی کوئی یہ تو قدرت کے ہاتھ میں ہے ہاں اسباب سلب حکومت ضرور قابل بحث ہیں کہ کیوں ہم میں سے وہ طاقت جاتی رہی جو نظام حکومت میں ضروری تھی اس کے ساتھ ہی ہمیں

اپنی دولت اور افلاس پر بھی خیال کرنا چاہئے کہ اس وقت ہم کس گرداب میں غلطاں و پیچاں ہیں اور ہمارا حشر کیا ہوا چاہتا ہے۔

تجارت وغیرہ

ہمارے رسول نے خود اپنی شروع زندگی میں تجارت کر کے دکھائی اور اس میں جس دیانت اور ہوشیاری سے کام کیا وہ ظاہر کر رہا ہے کہ وہ کام کاج کو دیانتداری سے کرنا کہاں تک عزیز رکھتے تھے۔ گھر کے کاروبار میں اس ذات اقدس کا مصروف رہنا قبائل اور اہل و عیال کی خبر گیری اور الفت کہہ رہی ہے کہ وہ کہاں تک صحیح رنگ میں متمدن بھی تھے۔ دشمنوں اور اعدائے اسلام کے مقابلہ میں آپ کی لگاتار مصروفیت اور ہمت شاہد ہے کہ دین کے معاملات میں انکی حالت کیسی استوار تھی۔ بیگانوں سے سلوک جو کرتے تھے وہ کہہ رہا ہے کہ وہ اغیار کے ساتھ بھی کس صاف باطنی اور کس مروت سے پیش آیا کرتے تھے۔ معاملات کی درستی اور احیا میں لگاتار منہمک رہنا ثابت کرتا ہے کہ ان کے دل و دماغ میں صفائی معاملات کا کہاں تک خیال تھا اور کس خوبصورتی سے وہ انہیں پورا بھی کرتے تھے یہاں تک کہ دشمنوں کے نزدیک بھی وہ امین کے ممتاز لقب سے ملقب ہوئے۔

ہم جو اُن کی

اُمت میں ہونے پر فخر کرتے ہیں اس عہد میں معاملات میں شروع سے لے کر فیصدی ۵ بھی طمانیت نہیں دلا سکتے ہم معاملات میں ناقص اور ایفاء کے چور بدمزگی کے بانی عدالتوں کے شوقین بن کر اپنی بہبودی کا خون کر رہے ہیں۔

جب ہم

حضور کے سامنے پیش ہونگے تو ہم سے پہلا یہ سوال ہو گا کہ دنیا میں تمہاری حالت کیا رہی اور تم کیا کچھ کرتے اور کماتے رہے۔ ہمارا جواب یہ ہو گا۔

ہم ایک مسلمان ہونے کے بجائے بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ہم ہمیشہ آپ کے نام

پر یہ کوشش کرتے رہے کہ صرف ہم ہی ایک مسلمان ہیں اور سب کے سب کافر اور مرتد ہیں۔ ہم کلمہ گوؤں کی ہمیشہ تذلیل کرتے رہے۔ اگرچہ حضور پرنور نے غیروں کو دعوت دے کر مسلمان جماعت میں شامل کیا۔ مگر ہم بجائے اس کے اپنوں ہی کو دائرہ اسلام سے نکالتے رہے اور دن رات اس کوشش میں رہے کہ کس طرح کلمہ گو کافر اور مرتد بنایا جاسکتا ہے۔

اجتہادی مسائل

میں اختلاف ہونے کی وجہ سے ہمارے علمائے کرام نے بھی نشترِ کفر میں کمی نہیں کی اور انہی کی وجہ سے ہم عوام بھی اس خرخشے میں گرفتار تھے آپ کے بعد یہ ہے ہماری کارگزاری اور خدمتیں اور یہ ہے ہمارا اسلام باوجود اس کے بھی ہم آپ سے متدعی ہیں کہ ہماری شفاعت کی جائے کیونکہ بایں ہمہ آپ ہی کے نام لیوا ہیں۔

شرم شرم

کیا ہمارا منہ ہے کہ ہم حضور پُرنور کے دربار میں خود کو پیش کرنے کے قابل سمجھتے ہیں افسوس جن اغراض کی تکمیل کے واسطے حضور مبعوث ہوئے تھے اُن کی متابعت تو ہم سے یوں ہو سکی اور اُس پر بھی ہم حضور کی شفاعت کے اُمیدوار ہیں۔

دل ریش شد و سینہ فگار است بہ بینید
یا عشق ہنوزم سروکار است بہ بینید

(مرزا) سلطان احمد

پیکر حلم و عفو

(از جناب حمید حسن صاحب)

سیادت اور امارت کی پہلی صفت حلم اور عفو ہے۔ آقائے نامدار (روحی فداہ) نے زندگی کے کسی لمحہ میں یہ صفت ہاتھ سے نہ جانے دی۔ اصحابِ تاریخ و اربابِ سیر کا

متفقہ قول ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی میں کسی سے انتقام نہیں لیا۔ کسی کی سختی کے ساتھ گرفت نہیں فرمائی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات نے ایک فرد واحد سے بھی ذاتی معاملہ میں بدلہ نہیں لیا اور کبھی بُرائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیا۔ البتہ جس وقت احکام الٰہی و شریعت حقہ کی تفضیح و تذلیل ہوتی تو آپ حد شرعی جاری فرماتے۔

آپ نے تمام کفار و جہلائے عرب کی سختیاں۔ جور و ستم۔ تشدّد و جبر نہایت صبر و شکر کے ساتھ سہے لیکن کبھی انتقام نہیں لیا۔ اللہ اکبر جل جلالہ و اعظم شانہ!

سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل توبۂ نصوح کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اور معاف کر دیا جاتا ہے۔ غزوۂ طائف کے وہ دشمنان سیہ قلب جو سنگباری کی مشق میں سخت کش منجنیقوں کو استعمال کر رہے تھے۔ اس مجسمۂ حلم و پیکر عفو کی طرف سے صرف اس قدر بدلے کے مستحق تھے کہ ان کے لئے لب رحمۃ للعالمین سے یہ دعا نکل رہی تھی "خدایا یہ عقل کے جوہر سے عاری ہیں ان کو سمجھنے کی طاقت دے یہ ہدایت سے دور ہیں انکو سلاستکدہ اسلام پر سر نیاز خم کرنے کی توفیق عطا کر"

اللہ اللہ مستجاب الدعوات ہستی کا نالہ کیونکر بیکار جاتا مجیب الدعوات اُن حریفان ستم کوش کے قلوب اُلٹ دیتا ہے اور تھوڑے ہی عرصہ کے اندر آستانہ اسلام کے پرستار بنجاتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

قریش کے معذور اور متکبر سردار اپنی پوری قوتوں اور آخری ذرائع کے ساتھ حضور کی راہ تبلیغ و اعلائے کلمۃ اللہ میں جبر و تشدد روا رکھتے۔ زبانیں سب و شتم کے میدان میں پوری سرعت کے ساتھ جولانیاں کرتیں، ہاتھ جور و ستم کی مشق میں انتہائی قوت کا اظہار کرتے۔ دماغ اپنی پوری ذہنیات کے ساتھ مصائب کے نقشے طیار کرتے۔ دولت اپنی آخری تھیلی تک ان پرستاران توحید کی آزمایش کے لئے خرچ کیجاتی۔ لیکن خدائے رحیم و کریم کا رسول اور اُس کے غلام صبر جمیل سے کام لیتے۔ ہدایت کی دعائیں مانگتے اور حصول برکات ایزدی کے مستحق ہوتے اللھم صل علی محمد و آلہ و اصحابہ۔

ایک انسان کو تحمل و برداشت، حلم و عفو، صبر و شکر کی کٹھن منزل اُس وقت آتی ہے جبکہ ناموس کی بدنامی اور عفیفان حرم کی فضیحت ذریعہ آزمائش بن جاتی ہے۔ سرکار مکہ و بطحا اس سخت ترین امتحان کے اندر ایسے کامیاب اور سرخرو نکلے کہ خود ایزد متعال جل شانہ نے اپنے نبی کے ناموس کی طرف سے صفائی پیش کی اور سب سے بڑے منافق عبداللہ بن ابی کو بھی پروانہ عفو مل گیا۔ "افک" کا واقعہ ایک نبی کی زندگی کا غیر معمولی واقعہ ہے۔ لیکن انسانوں کا یہ بہترین نمونہ اس ابتلاء و آزمایش میں پورا اُترتا ہے۔ اور اپنی قوم درماندہ کے لئے سوائے دعا کے اور کچھ طلب نہیں کرتا۔

دُعاؤں پر وہاں دشنام ہی منہ سے نکلتی ہے
یہاں دشنام پر اُن کے نکلتی ہے دعا دل سے

دربار رسالت میں التجا

آ، کملی والے آقا آ، کالی کملیا والے آ، وقت ہے ضرورت ہے۔ آ، اپنی پیاری اُمت کو بچا۔ آج اُمت عاصی مصائب زمانہ میں مبتلا ہے، کشتی اُمت گرداب بلا میں پھنس رہی ہے۔ آ، آ اور بچا۔ میرے دین و ایمان کے وارث و مختار۔ اس کفر و الحاد، بیدینی مصیبت و بیکسی میں اپنی منظور نظر مسلم قوم پر نظر رحمت فرما۔ بھروسہ دے تسلی دے، اطمینان دلا، روضۂ منورہ سے اپنے دلفریب مکھڑے کی جھلک دکھلا، دکھلا ہاں دکھلا، اب وقت ہے ضرورت ہے۔ آ، اور بچا۔ کیونکہ بقول مولانا صدیقی مسلمان اس شمع جمال الٰہی کے پروانے ہیں۔ اُن کی روحیں جسم خاکی میں مضطرب ہیں۔ اُن کے دل کا چین، اُن کے اضطراب کا سکون اُن کی پریشانی کے لئے باعث تسلی، صرف آپ کا دیدار ہے۔

اے اللہ کے دیکھنے والے تیرہ سو سال گذر چکے ہیں جب اس دنیا کے گمراہ انسانوں نے تیری نورانی صورت کو دیکھا تھا۔ وہ زمانہ بھی نہایت خطرناک، بیحد شر و فساد اور ایمان و ایقان کی تباہی کا تھا۔ مگر صرف تیری اور تیری ہی صورتِ زیبا کا کرشمہ تھا کہ جس نے

اُن بھٹکے ہوؤں کو اور خدا سے بھاگے ہوئے انسانوں کو توحید و رسالت کا شیدائی بنایا تھا
پیارے وہ تیری ہی چشم کرم تھی جس کی ایک نظر نے صدیقؓ، فاروقؓ، غنیؓ، بو
ترابؓ پیدا کر دیے تھے۔ فرزندان اسلام کی روحیں پھر آج تڑپ رہی ہیں۔ اِن کے
قلوب آج پھر مضطرب ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تیرا جمال پھر ایک دفعہ دیکھ لیں اور اُس جمال
کو دیکھ کر پھر ان راستہ بھولے ہوؤں ہی سے صدیقؓ و فاروقؓ کے نقش قدم پر چلنے والے
پیدا ہوں۔

اے مہبط جبریل! تیری اُمت کا ہر ہر فرزند تیری دید کے لیے بیچین ہے۔ ذرا گنبد
خضرا سے چہرۂ انور کو دکھلا دے۔ تیرے غلام اپنی متاع ایمان اپنا مال و منال اپنا
جسم اپنی جان تجھ پر فدا کرنے کو تیار ہیں۔

اے خضر راہ! تیری اُمت کا قافلہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے بیقرار ہے۔
لیکن راستہ خطرناک، دلیل راہ ناپید۔ دشمن گھات میں اور رہروانِ منزل راہ ناآشنا
ہیں۔ خدارا اُٹھ گمشدہ راہوں کو راستہ دکھلا۔ در مقصود تک پہنچا اور جو حریف کہ ایمان
رباتی کے لئے آمادہ ہے اُس کے فریب سے محفوظ رکھ۔

اے دو عالم کے سہارے۔ مسلم قوم کی روحانی طاقتوں پر طواغیت و اربابا من
دون اللہ قابض ہیں لپتد۔ نفس قدسی سے ان باطل اثرات کو زائل کر کے اپنی اُمت
میں سچی روح پھونکدے۔ اُمت مرحومہ کی جبین نیاز جو کبھی صرف تیرے خدا کے لئے مخصوص
تھی۔ آج معبودان باطل کی جانب مائل ہوتی جا رہی ہے۔

بہر خدا! اس سرشار غفلت وجمود کو ہوشیار کر دے تاکہ اس کرب و بلا سے نکل
جائے اور اغیار کی بجائے اپنے حقیقی معبود کے آگے جبہ سائی کرے۔

اے رحمت عالم! تیری اُمت اخلاقی امراض میں مبتلا ہے اپنے اسلاف
کی خوبیوں کو اپنی قومی روایتوں کو بھول چکی ہے۔ تمام نازیبا حرکات اس میں آگئی
ہیں۔ اے باعث تکوین خلائق۔ اپنے خدا سے دعا کر کہ اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو سنبھال
کر کنارے لگا دے۔ ورنہ خوف ہے کہ تیرے نام لیوا کہیں حوادث زمانہ کے شکار نہو جائیں

ہے خوف کہ یہ قوم بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے سلسلہ دورِ زمان میٹ رہا ہے

شیدائے اسلام خدیجہ خاتون

پیکر صداقت

(از جناب شبیر صاحب مارہروی)

رات کی اندھیری میں جب ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا میں نے **فاران** کی بلند چوٹیوں پر بجلی کی چمک دیکھی، اُسی روشنی نے میری رہبری کی اور میں اُس تک پہنچ گیا ایک گلیم پوش نور کے سانچے میں ڈھلا اپنی تجلیات کی ضوفشانی کر رہا تھا میں نے دیکھا اُس کی کرنیں مشرق اور مغرب کے سرے ملا رہی ہیں..... دل حیرتمند سے ایک چیخ نکلی۔ "میں دیکھ رہا ہوں" جواب ملا "پیکر صداقت" دل نے کہا "بیشک شمع ہدایت" صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حصہ نظم

یارب صلِّ علی النبیّ وآلہ

(از جناب مولانا ابی الحسن صاحب غازیپوری)

بَرقٌ تَألّقَ مَوهِناً بِالوَادِیْ ‏ ‏ تِلقَاءَ کَاظِمَۃٍ عَلَی الاَطوَادِ

آدھی رات کو کاظمہ کے پاس والے جنگل میں ٹیلوں پر ایک بجلی چمکی۔

طَیفُ الکَرَیٰ مِنَ السُّعَادِ مُشَوِّقاً ‏ ‏ وَاعتَادَ قَلبِی طَائِفُ الاَنجَادِ

سُعاد کا ایک اشتیاق انگیز خیال اُٹھا۔ تو میرے دل میں صحرا کو نکلجانے کے خیالات بار بار آنے لگے

نَارٌ تَصَعَّدُ فِی حَشَایَ تَلَهُّبَا ‏ ‏ کَادَت تُحَرِّقُ بِالعَمِیدِ الصَّادِی

میرے قلب میں ایک آگ کی لپٹ دوڑ رہی ہے جو عشق تشنہ کام کو جلا کر چھوڑ یگی

وَلَقَد اَجِنُّ مِنَ الفِرَاقِ صَبَابَۃً ‏ ‏ مَالِی سِوَی لُقیَاهُمُ مُرَادٌ

اُس کے فراق میں شدت عشق کی وجہ سے سرشار ہو رہا ہوں مطلب اور مقصود ان کے وصال اور ملاقات کے اور کچھ نہیں۔

اِنَّ المَشُوقَ مُحِبُّہٗ مُتَزَائِدٌ ‏ ‏ فِی عِشقِہٖ وَبُکَائِہٖ بِسُهَادِ

عاشق کی محبت اور اس کے عشق کے ساتھ ساتھ۔ اسکی آہ و بکا اور بیداری بھی بڑھتی رہتی ہے۔

خَلَتِ الدُّهُورُ وَقَد لَعِبتُ صَبَابَۃً ‏ ‏ وَغَفَلتُ عَن ذِکرَی یَومِ مَعَادِ

لہو و لعب میں اور بیہودہ باتوں میں ایک زمانہ گذر گیا۔ اور روز قیامت کی خبر نہ رہی۔

قَالُوْا اَحْسَنٍ ضَلَلْتَ ضَلَالَۃً وَاَجَبْتُ اَنَّ مُحَمَّدًا اِلٰی ھَادٍ

لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ابوحسن تو تو بالکل ہی گمراہ ہوگیا میں نے جواب دیا کہ (جلدی نہ کرو) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رہنما موجود ہیں۔

وَھُوَ الْمُغِیْثُ اِذَا اَلَمَّ مُلِمَّۃٌ وھو الْاَحِیْدُ وَ فَاقِدُ الْاَنْدَادِ

آپ ہی مصیبت کے وقت فریاد رسی کرنیوالے ہیں۔ آپ ہی وہ فرد ہیں جس کا کوئی نظیر نہیں۔

وَھُوَ الْمُعِیْنُ الْمُسْتَعَانُ وَ اَنَّہٗ لَنَبِیُّنَا وَحَبِیْبُ رَبِّ عِبَادٍ

آپ ہی اعانت فرماتے ہیں اور آپ ہی سے اعانت طلب کیجاتی ہے۔ آپ ہمارے سردار اور نبی ہیں اور محبوب پروردگار ہیں۔

نُوْرُ الْاِلٰہِ بَدَا لَنَا مُتَلَأْلِئًا عَمَّتْ ھِدَایَتُہٗ لِکُلِّ بِلَادٍ

آپ اللہ تعالیٰ کے ایک چمکتے ہوئے اور بیّن نور ہیں۔ آپکی ہدایت ہر شخص کیلئے عام ہو۔

اَحْسَنُ شَمْسٍ ھِدَایَۃٍ بُعِثَتْ لَنَا مَحَتِ الظَّلَامَ بِلَیْلَۃٍ وَسَوَادٍ

کیا اچھا آفتاب ہدایت ہمارے لئے معبوث کیا گیا جس نے ظلمتوں اور تاریکیوں کو نیست ونابود کردیا۔

خَتَمَ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ کُلَّھَا ھُوَ رَحْمَۃٌ لِحَوَاضِرٍ وَّبَوَادِیْ

آپ نے ہر قسم کی نبوت ورسالت کو ختم فرمادیا۔ آپ رحمت ہیں بادیہ نشینوں کے لئے بھی اور شہریوں کے لئے بھی۔

لِلّٰہِ دَرُّ کَلَامِہٖ وَکَمَالِہٖ فَھَدَی الْوَرٰی بِھِدَایَۃٍ وَّرَشَادٍ

سبحان اللہ کتنی خوبیوں والا ہو آپ کا کلام اور کتنا بڑا ہے آپ کا کمال کیسی اچھی طرح آپ نے ہدایت ورشاد سے مخلوق کی رہنمائی فرمائی۔

وَتَشَقَّقَ الْقَمَرُ الْمُنِیْرُ اِشَارَۃً نَھْرٌ جَرٰی بِیَدَیْہِ عِنْدَ طِرَادٍ

آپ کے ایک اشارہ سے قمر کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ آپ کے دست مبارک سے ایک جنگ کے موقع پر نہر جاری ہوگئی۔

شَمْسٌ وَاَیْنَ الشَّمْسُ مِنْہُ مَکَانُہَا ‏ وَبِہٖ اھْتَدَیْ اَدْنٰی ظَلَامِ دَآدِیْ

آپ کو شمس کہنا غلط ہے اس کا اتنا بڑا مرتبہ کہاں ؟ سخت تاریکیوں میں آپ ہی کے ذریعہ سے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔

فَاَطَاعَہٗ مَنْ کَانَ تَحْتَ سَمَائِنَا ‏ مَنْ لَّمْ یُطِعْہُ فَصَارَ شَرَّ عِبَادِ

تمام دنیا کے لوگوں نے آپ کی اطاعت کی اور جنہوں نے نہیں کی وہ بدترین عباد ہیں۔

خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ کُلِّھَا وَجِبَارِھَا ‏ سُبْحَانَ مَنْ اَسْرَاہُ لِلْاِرْشَادِ

آپ تمام مخلوق سے بہتر اور برتر ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے آپکو شب معراج ارشاد کے لئے اپنے پاس بلایا۔

فَاَتٰی بِنَا فَصْلَ الْکِتَابِ مُکَمَّلًا ‏ وَمُبَشِّرًا یَھْدِیْ ذَوِی الْاِلْحَادِ

وہاں سے آپ ہمارے لئے ایک مکمل کتاب اور قانون لے کر آئے جو مبشر ہے مومنین کے لئے اور گمراہوں کے لئے رہنما۔

فَلِمَنْ اَطَاعَ بَشَارَۃٌ وَّمَوَاعِدٌ ‏ وَلِمَنْ عَصٰی ھُوَ مُوْثِقُ الْاِیْعَادِ

اطاعت کرنیوالوں کے لئے اس میں بشارت اور وعدے ہیں اور نافرمان سرکشوں کے لئے وعیدیں۔

یَارَبِّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ وَاٰلِہٖ ‏ وَعَلَی الصَّحَابَۃِ خِیْرَۃِ الْعُبَّادِ

اے خداوند پاک درود نازل فرما آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر جو بہترین بندگان ہیں۔

رباعی

(از جناب ضیا قادری)

مرنے کا نہ کچھ غم ہے نہ جینے پہ نظر ‏ تم دل میں ہو اس لئے ہے سینہ پہ نظر
اسلام کا مرکز ہے نشانِ توحید ‏ ہے آج جہاں بھر کی مدینہ پہ نظر

تاجدارِ دکن شہنشاہ زمن کے دربار میں

(از عالی بارگاہ حضور نظام میر عثمان علیخاں خلد اللہ ملکہ)

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است — خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است

دیدم بعینِ قلب شنیدم بگوشِ ہوش — در ہر مکاں ندائے جلالِ محمد است

دریائے معرفت کہ کنارش پدید نیست — یک قطرہ ز بحرِ کمالِ محمد است

دارم چو در گرہ گہرِ آبدارِ دیں — ایں آبِ من ز آبِ زلالِ محمد است

پُرنور کرد آنکہ حریمِ دلِ مرا

عثماںؔ ضیائے شمعِ خیالِ محمد است

اشکِ نیاز بحریمِ حجاز

(از جناب محمد سلیم صاحب منشی فاضل معلم ادبیات نارمل سکول عراوتی)

بنما مذاقِ نیازِ من ز بلائے نگاہِ آئینہ سازِ من — کہ ز سنگِ اب تجلی بجہد شرارۂ رازِ من

اے صبا اگر گذرت شود بحریمِ قبۂ زرنشاں — بفشاں ز لطف بخاکِ او دو سہ اشکہائے نیازِ من

بسرایِ دو سہ آب و گل مراکردہ عشق خونِ دل — چو ز خونِ دل گذری کنم برسم گوہرِ رازِ من

بہ پہلویم بتِ آذری بنگاہ جادوئے ساحری — ز گلی کعبۂ من در آ اے خلیلِ موسیٰ نوازِ من

بجز نورِ وادیِ ایمنی، تا رسی بہر دیارِ بینش — کہ بسیلِ اشک چو خوں شود بر بنگاہ حجازِ من

جہاں ز پردہ فشانی فری، تو بخوابِ گنبدِ خضری

ز حجابِ زلفِ زمیں برآ اے شعاعِ ماہِ حجازِ من

مولود مبارک

از جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب قاسمی

مرحبا از خاکِ بطحا رحمتِ ربِّ انام
رو نمودہ سوئے عالم با ہزاراں احتشام

حبذا آمد بہار روح افزا در جہاں
غنچۂ امید بکشادہ نسیم خوش خرام

بود دو شنبہ بمکہ در ربیع اولین
کرد عالم را منور سرورِ عالیمقام

فخرِ عالم مہبطِ انوارِ ربِ العالمین
صاحبِ آیات و کوثر لایقِ صد احترام

وصفِ او طٰہٰ و یٰسین خلقِ او خلقِ عظیم
بحرِ علمش بے نہایت فیضِ او فیضِ تمام

محو کردہ ظلمتِ کفر و معاصی از جہاں
ناشرِ دینِ خدا و ہادی ہر مستہام

اولینِ انبیاء و بعد او شاں آمدہ
ہمچناں آمد امیرِ قوم ذی مجحاح ہمام

منبع عدل و کرم مجموعۂ فضل و کمال
خاتمِ قصرِ نبوت ماحیٔ شرک و ظلام

سیدِ اولادِ آدم آلِ نبی ذو الجلال
معدنِ جود و سخا و پیشوائے خاص و عام

در صداقت بے مثال و در شجاعت بے نظیر
گردنِ اعدا برائے تیغِ او باشد نیام

در قیامت چوں نباشد کس شفیعِ عاصیاں
او فتادہ پیشِ رب در سجدہ آں عالیمقام

سیرگاہِ او بود سبع سمٰوات طباق
در شبِ معراج با ربِ دو عالم ہمکلام

بر حبیبِ ربِ عالم صد درود و صد سلام
نیز بر اصحابِ اہلِ خیر و بر آلِ کرام

اے صبا چوں بگذری سوئے مزارِ پاکِ او
عرض کن بعد تحیاتِ فراواں ایں کلام

اے شفیعِ عاصیاں اے شافعِ روزِ جزا
یک نظر بر ایں متینِ عاصئ گم گشتہ کام

رباعی

زا سرار خفی شرح دہم بوالعجبی ست
زانوار جلی سخن کنم بے ادبی ست

گفتند بلے خلیل و داؤد کلیم
شاہنشہ انبیاء (دگرامی) رسول عربی ست

نعت

۴

(از جناب سید بشارت احمد صاحب عشرت)

جلوہ نما شد آفتاب صلِّ علیٰ محمدٍ مہر برآمد از سحاب صلِّ علیٰ محمدٍ
شد بمدینہ جلوہ گر ساقیِ راحتِ جگر ریخت بجامہا شراب صلِّ علیٰ محمدٍ
یک دمم ربودہ عاشقِ خود نمودہ جلوہ نما گہے بخواب صلِّ علیٰ محمدٍ
غمِ تو کردہ پُرتعب ہجرِ تو کردہ جاں بلب شد جگرم چو خونِ ناب صلِّ علیٰ محمدٍ
چوں بہ دنیٰ شد قریب آں مہِ دلربا حبیب اذن شدہ بہ او خطاب صلِّ علیٰ محمدٍ
نورِ ازل چو جمع شد ریشۂ تو رشکِ شمع شد حسن تو کرد انتخاب صلِّ علیٰ محمدٍ
چہرۂ دلربائے تو گیسوئے مشکہائے تو کرد دلم چو خونِ ناب صلِّ علیٰ محمدٍ

آرزوئے لقائے تو دل کہ نمود جائے تو
عشرت خستہ و خراب صلِّ علیٰ محمدٍ

نعت

(از خواہر محترم جناب خورشید آرا بیگم صاحبہ امراؤتی برار)

اے کہ از لولاک بر فرقِ مبارک افسرست طرۂ ختمِ رسالت زینت افزائے سرست
اے ارضِ پاکِ تو از باغِ جنت خوشترست اے طوافِ بارگاہت مثلِ حجِ اکبرست
نقطۂ پرکارِ ہستی۔ نقش بست کائنات باعثِ تخلیقِ دو عالم وجودِ انورست
ہادیِ دینِ مبیں۔ محبوبِ رب العالمین نورِ مصباحِ الٰہی۔ خلوتیِ داورست
در شبِ معراج گویاں "طرّقو" قدسیاں جلوۂ سینا گدائے نورِ روئے انورست
ہست قرآں آخری پیغامِ ربِّ ذوالجلال کرد اتمامِ نبوت۔ آخری پیغمبرست

ذرہ ہائم از شعاعِ مہرِ نظرت مستنیر
ہستیِ اسلام زندہ از نوائے دلپذیر

سلام

(از خواہر محترمہ عابدہ بیگم صاحبہ امراوتی برار)

السلام اے لمعۂ نورِ خدا — السلام اے شاہدِ ربُّ العُلا
السلام اے مہبطِ روح الامیں — السلام اے رحمت للعالمیں
السلام اے صاحبِ اُمّ الکتاب — السلام اے شافعِ یوم الحساب
السلام اے رونقِ بزمِ خلیل — السلام اے آں بشیرِ سلسبیل
السلام اے ساقیِ آبِ طہور — السلام اے پیکرِ تسکینِ دلوں
السلام اے شمعِ راہِ اتقا — السلام اے گمرہاں را رہنما
السلام اے پیکرِ صدق و صفا — السلام اے مخزنِ حلم و عطا
السلام اے پیشوائے مرسلیں — السلام اے فخرِ قومِ مسلمیں

السلام اے خاتمِ دورِ زماں
السلام اے رحمتِ ہر دو جہاں

استغاث

(از جناب عزیز بی اے)

مطلعِ اسلام شد تاریک و تار — اے ضیائے قدس رشکِ آفتاب
نیرِ اقبالِ ما نزدِ غروب — مسلم بے چارہ وقفِ اضطراب
کفر و شرک و زرپرستی بر عروج — مومناں را ہست از دیں اجتناب
عالمِ اسلام را مدہوش کرد — مغرب بدمست آں رندِ خراب
شاہدِ بزمِ ازل محبوبِ حق — اے کہ اندر پردۂ یثرب بخواب

خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب!

سلام

(از جناب اعجاز کاکوری)

سلامٌ علیک اے رسولٌ مدثر   سلامٌ علیک اے نبیٌ مبشر

سلامٌ علیک اے احیدٌ وحید   سلامٌ علیک اے شہیدٌ شہید

سلامٌ علیک اے سراجٌ منیر   سلامٌ علیک اے بشیرٌ نذیر

سلامٌ علیک اے رؤفٌ رحیم   سلامٌ علیک اے امینٌ کریم

سلامٌ علیک اے شفیقٌ کفیل   سلامٌ علیک اے نصیحٌ وکیل

سلامٌ علیک اے مطاعٌ مطیع   سلامٌ علیک اے عفوٌ شفیع

سلامٌ علیک اے فصیح اللسان   سلامٌ علیک اے بلیغ البیان

سلامٌ علیک اے رسول الملاحم   رسولوں میں افضل رسالت میں خاتم

سلامٌ علیک اے حریصٌ علیکم   بکن سوئے اعجاز نظر ترحم

بدہ از ترحم زنعمت برائم

زہجراں رہائی زدوری نجاتم

جلوۂ یزدانی

(از رشحات قلم نادرہ کار مولوی محمد سلیم صاحب منشی فاضل مراوتی)

خوشا مہر تابے زرخ نقابے   درخشید بر تیغ فاراں بتابے

کہ ہر سنگ صحرا شدہ ماہتابے   بہر ماہتابے بدخش مذابے

کزاں مست شد خاک ظلماتیاں را

سحابے ز رحمت گہر بار ایماں   زکوہ صفا بر شدہ ریخت عماں

چہ عماں سر نازدہ موج طوفاں   کہ آب شد ظلم را قصر وایواں

فسردہ شدہ نار زردشتیاں

بہ کنت نبیاً علم برکشیدہ　　　بہ تمثال آدم روان دمیدہ

بہ پیغمبران حجت را رسیدہ　　　[illegible]

[illegible]

زہے حکمت آموز [illegible]　　　[illegible]

بیاموخت از ذرہ تا آفتابے　　　[illegible]

بستہ [illegible]

خہے ذات احمد شفیع الانام　　　[illegible] دار السلام

بتاریکی کفر نور الظلام　　　فصلوا علیہ [illegible] بدر التمام

کہ ہر بیت معروف اسلامیاں است

بزلف تو سودائے سیم تو خواہم　　　بحسن تو عشق [illegible] تو خواہم

بخلق تو نظرے کریم تو خواہم　　　بفیض تو خلد نعیم تو خواہم

کہ آں طوف گاہ دست قدوسیاں را

قصیدہ

(از جناب خورشید آرا بیگم صاحبہ دختر قاضی محمد قیام الدین صاحب)

یا محمد مصطفے محبوب رب ہمت توئی　　　جان و دل بادا فدایت پیشوائے ما توئی

معنی یٰسین و طٰہٰ، عالم علم لدن　　　مظہر اسرار سبحان الذی اسریٰ توئی

نور رحمان، بدر ایمان، آفتاب چرخ قدس　　　نجم [illegible] بلبل البطحا توئی

رایت دیں رحمۃ للعالمین کہف وریٰ　　　خواجہ ہر دو سرا و سید اعلیٰ توئی

خلق پرور عدل گستر ہادی انس و جان　　　رہنمائے ہر دو عالم ہتدائے ما توئی

مشعل راہ ہدا، نور ازل، مصباح فیض　　　باعث ایجاد عالم سرور و مولا توئی

عرش اعظم جائے تو، لاہوت جولانگاہ تو　　　واقف سر رموز خالق یکتا توئی

اولیں نور تو ظاہر آخریں ختم الرسل ابتدا تو انتہا تو مقطع و مبدا توئی
مرحبا یزداں ثنا خوانِ تو در قرآں ہست جوہرِ عشقِ خدائے واحد و یکتا توئی
ہست تو در ہر دو گیتی بعد از خالق بزرگ از شرابِ وحدتش نوشیدہ جامِ لاتوئی
بر نیاید مدحِ پیغمبر ز خورشیدِ حزیں
سیدی مکی قریشی مالکِ بطحا توئی

نعت

از جناب حکیم ڈاکٹر سید علی اکبر صاحب آزاد

بنورِ ذاتِ خود پیدا نمود انوارِ احمد را شرف بالا نمودی زاں رخ و رخسارِ احمد را
شنیدے تا نہ حکم حق گہے لفظے نفرمودے بباید گفت گفتارِ خدا گفتارِ احمد را
بکوہِ طور فخلع گفت با موسیٰ کلیم اللہ بعرشِ پاک افزودہ شرف پیزارِ احمد را
زلیخا بود گر شیدائے حسنِ یوسفِ مصری بعشقِ خود شرف بخشید حق دیدارِ احمد را
زہر آسیب شد ایمن بفضلِ خالقِ اکبر
ہر آں کو دوست می دارد ز دل اذکارِ احمد را

عرض نیاز بارگاہِ شہنشاہِ حجاز

(رشحاتِ فکر لسان الحسان جناب ضیا القادری بدایونی)

عرش نشیں حرم مکیں، چشمِ خیال میں بھی آ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ ہے تو، شکلِ مثال میں بھی آ
بدر کے مہ جبیں اٹھا، رخ سے بشر نما حجاب اے ہمہ تن ظہورِ ذات، شانِ جمال میں بھی آ
کاوشِ ہجر دور کر، دل کو نویدِ وصل دے حجرۂ ناز سے نکل، بزمِ وصال میں بھی آ
حسنِ جہاں نواز بن، شاہدِ بزمِ عشق ہو جلوۂ صورت آفریں، اس خط و خال میں بھی آ
دولتِ معرفت سے کر، دل کو فقیر کے غنی ذرۂ خاکِ بوتراب، دستِ سوال میں بھی آ

وقفِ تفکرات ہوں، منتظرِ نجات ہوں — عیش دوام کر عطا، رنج و ملال میں بھی آ

ہے رُخ دشمنانِ دین، جانبِ مسلمِ حزیں — لطفِ شہِ جہاں نواز، قہر و جلال میں بھی آ

دے وہی عزتِ قدیم، اُمتِ خستہ حال کو — بزمِ قدم سے دو قدم، مجلسِ حال میں بھی آ

اب نہ وہ ہم نہ وہ کمال، اب نہ وہ سطوت جلال — مٹتے ہیں ہم ہمیں سنبھال، دورِ زوال میں بھی آ

صدر نشینِ بدر اُٹھ، صاحبِ شرحِ صدر اُٹھ — نصرتِ حق ہے دیر کیوں، وقتِ جدال میں بھی

نعتِ نبی کے کیف نے، دل کو غنیا کے مست رکھ
رنگ دلائے مصطفےٰ احسنِ مقال میں بھی آ

تحفہ حجاز

(از جناب مکرم مولوی محمد نقی صاحب قمر گیاوی)

زندہ رہی قفس میں جو اب کے بہار تک — جائینگے بوئے گل کی طرح کوئے یار تک

جوشِ بہارِ لالہ و گل کی یہ دھوم ہے — ہے عطر بیز آج نسیمِ بہار تک

ساقی سے مانگتے ہیں مے سرخ بادہ خوار — آتا ہے ابر جھوم کے جب کوہسار تک

پیاسوں کو ایک جام کے دو جام دیدیے — پہنچی جو العطش کی صدا گوشِ یار تک

یونہی رہا جو ساقیِ مدہوش کا فیضِ وجود — پہنچیں گے ہاتھ جامِ مے خوشگوار تک

ایسی یہ فصل آئی کہ نیکوں سے بدلے — لپٹے ہیں دامنِ گل و غنچہ سے خار تک

گلچیں بہار لوٹتے ہیں باغِ دہر کی — چُنتے ہیں پھول صبح سے نصف النہار تک

ایسی جہاں کی آج فرح بخش ہے ہوا — فرطِ خوشی سے جھومتے ہیں برگ و بار تک

پھولوں کا ڈھیر چار طرف کیاریوں میں ہے — بوسے زمیں کے لیتے ہیں سیب انار تک

زخموں کے گل کھلائے ہیں فصلِ بہار نے — گلشن بنا ہوا ہے دلِ داغدار تک

خاکِ شہیدِ ناز سے جتنے کھلے ہیں پھول — پہنچے ہیں اُنکے ہار گلوئے نگار تک

اُردی کی بھی بہار رہوئی ماند اب کے سال — بو ہند کے گلوں کی گئی سبزہ زار تک

چل تو بھی دیدِ گل کے لیے باغ میں قمر ۔۔۔ یہ جوش پہ نمود ہے فصلِ بہار تک
تیری دلِ حزیں کی بھی کھل جائیگی کلی ۔۔۔ سرسبز آج باغ میں ہیں مرغزار تک
کس فکر و غم سے ضعف کی تصویر بن گیا ۔۔۔ ہو زرد زعفران کی طرح چشمِ زار تک
روزی کا ہی خیال تو رزاق ہے کریم ۔۔۔ پاتے ہیں رزق شام و سحر مور و مار تک
دنیا کے جاہ و مال کی کرتا ہے حرص کیوں ۔۔۔ بے زر گئے ہیں خلق سے سب تاجدار تک
شاہانِ دہر زیرِ زمیں خاک ہوگئے ۔۔۔ ویران ہیں اُن کے قصر جواہر نگار تک
اُن کا نہ وہ تزک ہے نہ وہ احتشام ہے ۔۔۔ تھے تاج و تخت زندگیِ مستعار تک
اب انقلاب دہر نے ایسا مٹا دیا ۔۔۔ باقی نہیں جہاں میں نشانِ مزار تک
قاروں کے ساتھ سب زر اندوختہ گیا ۔۔۔ پنہاں رہیگا خاک میں روز شمار تک
ہشیار ہو کہ دن تری غفلت کے کٹ گئے ۔۔۔ پہنچا ہے نشۂ مے ہستی خمار تک
قانع کو استعانتِ منعم سے کیا غرض ۔۔۔ کیوں جائے بھر ذرۂ بے اعتبار تک
امداد چاہتا ہے تو کر اُس سے جا کے عرض ۔۔۔ آتی تھی وحی جس شہ عالی وقار تک
نعلین جو پہن کے گیا عرش پاک پر ۔۔۔ کہتا ہے خود حبیب جسے کردگار تک
کیا ذکر اہل ہوش جو اُس کے مطیع ہیں ۔۔۔ پڑھتے ہیں رات دن کلمہ شیر خوار تک
قرآن جس کی مدح سے لبریز ہے تمام ۔۔۔ آتے تھے جبرئیل بھی جس کے وقار تک
پروا کبھی نہ دولتِ دنیا کی جس نے کی ۔۔۔ پہنچی نہ خاکِ پا بھی سرِ تاجدار تک
پایا خطاب جس نے بشیر و نذیر کا ۔۔۔ ظاہر ہے جس سے رحمتِ پروردگار تک
یعنی محمدِ عربی، بادشاہِ دیں ۔۔۔ پہنچا کوئی نبی بھی نہ جن کے وقار تک
شاہِ حجاز نورِ خدا ختمِ مرسلیں ۔۔۔ روشن ہیں جن سے بحر و بر و کوہسار تک
عسرت میں جسکے در کے گدا بادشاہ ہیں ۔۔۔ رکھتے ہیں گدڑیوں میں دُرِ شاہوار تک
ایسا ہی اُس کی مہرِ نبوت میں نور تھا ۔۔۔ جاتی تھی جس کی ضو فلکِ کج مدار تک
پائیگا داد نالہ و فریاد و آہ کی ۔۔۔ جا جلد روضۂ شہ نصفت شعار تک
اُس نورِ کبریا نے اُنہیں بھی چھڑا دیا ۔۔۔ جو جا چکے تھے خانۂ دوزخ کی نار تک

پڑھ سن کے نیز مطلعِ روشن نسیمؔ یہ | شرمندہ جس سے ہے گہرِ آبدار تک

مطلعِ دوم

آیا وہ نور اس جہاں میں روزگار تک | پر تو فگن رہے گا جو روزِ شمار تک
قدر جس کو لے گئی تیرے مزار تک | پہنچا وہ شخص رحمتِ پروردگار تک
دیکھا تجھے تو کفر کی ظلمت نے دی صدا | آیا خدا کا نور عرب کے دیار تک
تو نے دیا ہے دینِ خدا کو رواں رونق | گھر تھا بتوں کا خانۂ پروردگار تک
فرشِ حجاز تیرے قدم سے ہے عرشِ قدر | تعظیم کو ہے خم فلکِ کج مدار تک
نورِ خدا ہے پاک نظر آئے سر بسر | پہنچے جو تیری خاکِ قدم چشمِ زار تک
ہر بے زباں بھی تیرا ثنا خواں ہے خلق میں | کرتے ہیں مدح گوہرِ موجِ بحار تک
میں کیا تیرے براق کی مدحت کروں رقم | پہنچی نہ جس کو بوئے گلِ نوبہار تک
نقشِ سمِ براق سے ایسے بنے ہلال | روشن ہیں جن سے اخترِ دنبالہ دار تک
جوہر یہ تیری تیغ نے سب کو دکھا دیے | پہنچا دیا عدو کو جہنم کی نار تک
تارِ نفس کے ساتھ کٹے رشتہ ہائے ظلم | پہنچا گلوئے غیر جو خنجر کی دھار تک
امت تو تجھ کو بھول کے کرتی نہیں ہے یاد | اس کو نہیں ہے خوف عذابِ مزار تک
تو ان کی یاد سے کبھی غافل نہیں رہا | امت کا تھا خیال دمِ احتضار تک
ایسے ہی لوگ اب تیری امت میں رہ گئے | چھوڑتے نہیں جو عصمتِ پروردگار تک
اصحاب تیرے ماحیِ کفر و ضلال تھے | تھا اوج دینِ پاک کا ان چار یار تک
صدیق کی وفا کا زمانہ میں وصف ہے | جا کر نبی کا ساتھ دیا اس نے غار تک
ہے اب تو نام ذکر یہ آگے کا تم سنو | رونق تھی دین کی عمرِ نامدار تک
عثمانؓ نے کلامِ خدا کو کیا تھا جمع | چرچے رہیں گے خلق میں روزِ شمار تک
خیبر کا در اکھاڑ دیا لے کے نامِ حق | محدود تھا یہ زورِ شہِ ذوالفقار تک
امت نے تیرے بعد کئے آل پر ستم | مارا گیا حسین غریب الدیار تک

پیاسا کیا ہے سجدۂ حق میں اُسے شہید
یہ غم رہیگا خلق میں روزِ شمار تک

بیحد ہوئے ہیں ظلم تری آلِ پاک پر
ہے انتہا کہ قتل ہوا شیر خوار تک

کہنا سلامِ شوق ہمارا بھی اے صبا
جائے اگر رسولِ خدا کے مزار تک

رکھتا ہوں میں زیارتِ بطحیٰ کی آرزو
مجھ کو طلب کریں وہ عرب کے دیار تک

آدھا ہوا ہوں گھُل کے فراقِ حضور میں
پہنچے ہیں زخم قلب و جگر جسم زار تک

رکھ اس گنہگار کو تو اپنے حفظ میں
آئے بلائے دہر نہ اس دلفگار تک

میں اے قمرؔ پہنچ کے مدینہ میں یہ کہوں
پہنچا دیا خدا نے نبیؐ کے مزار تک

جذباتِ روحانی

رشحاتِ فکرِ مداحِ پیغمبر لسان الملک جناب مرزا کاظم حسین صاحب محشرؔ لکھنوی

جان بھی محبوب کی دل اور جگر محبوب کا
عشق کامل ہو تو پھر دیکھو اثر محبوب کا

آنکھ ملتی ہی نہ جانیں ہم کہاں ہیں دل کہاں
اے معاذ اللہ اندازِ نظر محبوب کا

دل سے کہتا ہوں ذرا سمجھے ہو دعوائے عشق
مرتبہ دیکھے ہوئے ہو بے خبر محبوب کا

اُس کی چشم عرش پیما پر فدا برقِ جمال
بے تکلف جو کہ دیکھ آیا ہو گھر محبوب کا

اُس کی معراج مقدر پر تصدق دو جہاں
جسکے زانو پر شبِ وصلت ہو سر محبوب کا

صورتِ نقشِ قدم جبہ گر مٹ جائیے
جس طرف سے ہو نیوالا ہو گذر محبوب کا

جذبۂ شوقِ دلی میں اُف رے پایانِ عروج
پاؤں پڑتا ہے جبینِ عرش پر محبوب کا

دیکھتے ہی دیکھتے حسن مجسم بن گیا
یہ نہ پوچھو کون ہے آئینہ گر محبوب کا

شہ رگ و دل پر کوئی ڈالے نگاہِ جستجو
قدرتاً نزدیک ہو جاتا ہے گھر محبوب کا

کہہ اٹھے صلِ علیٰ لب بن کے تصویرِ ادب
بزمِ اہل دل میں نام آئے اگر محبوب کا

کون وہ محبوب روحانی محمدِ مصطفےٰ
حُسن کی دنیا میں جو محبوب ہر محبوب کا

جس کا نازِ حسن اندازِ تغافل سے بری   سینے میں رکھتا ہے دل اک باخبر محبوب کا

مطلع تو پڑھ دو اے محشر زبانِ مدح سے   کیوں نہ دکھلا دو مرقع کھینچ کر محبوب کا

عشق میں کامل تصور ہو اگر محبوب کا   مطلع   ہاتھ باندھے آتا ہے پیغامبر محبوب کا

جذبِ باہم نے شادی دوری ارض و سما   ختم تھا بستر سے اٹھتے ہی سفر محبوب کا

ہمت افزائی کو یہ کہہ کر بڑھے آدابِ عشق   ہو مبارک تجھ کو اے محبوب گھر محبوب کا

اس طرف شوقِ دلی اس سمت تمکینِ نیاز   اور وہ اظہارِ حق محبوب پر محبوب کا

پوچھئے اُنکے دماغ و دل سے جو ہو کامیاب   دیکھ بیٹھا شوق کے وقت اک نظر محبوب کا

چھڑ گئے غیبی فسانے نغمۂ ناقوس میں   اب نہ پوچھو شاد ہے دل کس قدر محبوب کا

وقتِ خلوت ہو اگر کوئی سراپا منتظر   کیسی لذت دفعۃً جب ہو گذر محبوب کا

کم ہوا حسنِ طلب جب تک نہ یہ کہوا لیا   ہے خدائی بھر میں سامان جس قدر محبوب کا

پھیرے مغرب سے اسی یا اسکے دو ٹکڑے کرے   مہر بھی محبوب کا قرصِ قمر محبوب کا

خلوتِ معراج میں جب جا کے آئے یا کہ جائے   شام بھی محبوب کی وقتِ سحر محبوب کا

دیکھ لو کعبہ میں اے اہلِ نظر اعجازِ حسن   کلمہ پڑھتے ہیں بتانِ سیمبر محبوب کا

نکہتِ پیغمبری دیتا ہے جسمِ عطر بار   راہیں بستی ہیں جدھر سے ہو گذر محبوب کا

رازِ قدرت تھا جو چھپتے چھپتے آخر کھل گیا   خلوتِ فطرت سے آج آنا ادھر محبوب کا

عالمِ تخئیل میں پہلے تھا اک نقشِ وجود   سامنا ہے لیکن اب آٹھوں پہر محبوب کا

پردۂ قدرت میں تھا کچھ اور عالم میں کچھ اور   جلوہ دکھلایا بانداز دگر محبوب کا

اُمتِ مرحومہ کا موسیٰ تحمل دیکھئے   کرتے ہیں دیدار یوں اہلِ نظر محبوب کا

رخِ یوسف دیتی ہے مصرِ حقیقت سے صدا   اے محمد تو ہے بس مقصودِ دہر محبوب کا

ہے دہانِ جوہرِ آئینۂ قدرت کا قول   اختتامِ وصف تیری ذات پر محبوب کا

عشقِ شور انگیز میں کچھ عبادت کے جو لطف   ہو گیا روح الامیں شوریدہ سر محبوب کا

بے تکلف عالم و شیدا ہوا اخلاقِ حسن   اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا اثر محبوب کا

جملہ مخلوقات ہیں ممنونِ چشمِ التفات   کس قدر وسعت پہ ہے عالمِ نظر محبوب کا

اس طرف ہے نازِ حسن اس سمت ہے جوشِ عطا
کیوں نہ ہو جائے حجابِ قدس گھر محبوب کا
چاہتے ہو تم اگر تکمیلِ ایمانِ سخن
ذکر لے مختصر کر دو آٹھوں پہر محبوب کا

رحمۃٌ للعٰلمین

(از جناب مولوی عبدالودود صاحب دردؔ بریلوی)

جب گئے تبلیغِ حق کے واسطے طائف میں آپ
اس سفر میں آپ کو پہنچا بہت رنج و تعب

اہلِ طائف نے سُنا جب آپ کا پیغامِ حق
درپئے آزار و ایذا ہو گئے وہ سب کے سب

عبد یا لیل اس قبیلہ میں تھا اک مشہور شخص
اس کو کہنا چاہیے طائف کا گویا بولہب

دو برادر اور بھی تھے اسکے مسعود و حبیب
پیش آئے وہ بھی گستاخی سے دونوں بے ادب

دعوتِ اسلام و حق سُنکر وہ یوں کہنے لگے
جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں کہیں مقبولِ رب؟

حق کو پیغمبر بنانا تھا تو اس کے واسطے
طائف و مکہ میں تھے کتنے ہی اعیانِ عرب

کیا نہیں ملتا خدا کو تم سے بہتر کوئی شخص
اور سب کو چھوڑ کر تم کو کیا کیوں منتخب؟

ایسی باتیں کر کے وہ اسلام سے منکر ہوئے
مرتبہ کو آپ کے پہچانتے کیا بے ادب

دلشکن باتیں بھی کیں اور گالیاں دینے لگے
اور برپا کر دیا ہنگامۂ شور و شغب

بارشِ خشت و حجر حضرت پہ پھر کرنے لگے
ہو گیا مجروح جسمِ پاک زخموں کے سبب

بھر گئیں نعلینِ اقدس پنڈلیوں کے خون سے
صبر سے خاموش تھے پھر بھی شہِ عالی نسب

شہر سے باہر بھی جاری تھا تعاقب تین میل
عقل اور انسانیت سے نابلد تھے سب کے سب

انکی یہ گستاخیاں برداشت کے قابل نہ تھیں
خالقِ ارض و سما کو آ گیا ان پر غضب

اک فرشتہ کے لئے صادر ہوا یہ حکمِ رب
"لوٹ دے جا کے ابھی طائف کی ساری سرزمیں"

ہاں مگر پہلے محمدؐ سے بھی اس کو پوچھ لو
وہ اگر کہدیں تو نازل ہو ابھی ان پر غضب

آبدیدہ ہو گئے اس حکم کے سننے سے آپ
اور فرشتے سے یہ فرمانے لگے فخرِ عرب

میں معافی اُن کو دیتا ہوں کہ یہ بے عقل ہیں ہیں یہ سب گستاخیاں انکی جہالت کے سبب
حکم خالق ماننے سے ان کو گو انکار ہے انکی اولادوں میں نکلیں کچھ مسلماں کیا عجب
گو کہ تکلیف و اذیت ان سے پہنچی ہے مجھے پر نہیں مجھ کو گوارا ان پہ نازل ہو غضب

اِس لئے کہتے ہیں اُن کو رحمۃ للعالمینؐ
اس لئے ہم مانتے ہیں اُن کو فخر المرسلینؐ

سلام بدرگاہ خیر الانام

(از جناب سید محمد اعجاز حسین صاحب علوی اعجاز کاکوروی)

سلام اے شہِ کونین ذی وقار سلام درود آپ پہ لاکھوں، ہوں صد ہزار سلام
حضور آیا ہے کرنے گناہگار سلام سرِ ادب سے یہ کرتا ہے جاں نثار سلام

اے آفتاب سپہر کرم سلام علیک
نبیِ اُمت خیر الامم سلام علیک

کہاں ہے پیک جو میرا سلام لیجائے سنبھال کر اُسے با احترام لیجائے
قدوم پاک پہ میرا کلام لیجائے درِ حضور پر اتنا پیام لیجائے

حضور ہاتھ اُٹھائیں ذرا دُعا کے لئے
کرم ہو اُمت عاصی پہ کچھ خدا کے لئے

ہوئی ہے کشتیٔ اقبال ان کی طوفانی گذر چکا ہے اے سرکار سر سے بھی پانی
ستم ہے بحر فلاکت کا جوشِ طغیانی بنا ہے حلقۂ گرداب دشمنِ جانی

سنبھالو ڈوبتی کشتی کو ناخدا تم ہو
بڑھاؤ دستِ کرم خضرِ رہنما تم ہو

غریب رکھتے ہیں طاقت کب امتحاں کے لئے ہوئے ہیں وقف جو یوں جورِ آسماں کے لئے
اُجڑ رہا ہے چمن خاطرِ خزاں کے لئے ہوائیں گرم چلیں سیرِ بوستاں کے لئے

خزاں نے گلشنِ اسلام خوب لوٹا ہے
گلوں سے دامنِ فصلِ بہار چھوٹا ہے

کچھ ان کے دورِ فلاکت کی انتہا بھی ہے ستم زدوں کے لئے کوئی آسرا بھی ہے
جہاں میں ان کا کوئی درد آشنا بھی ہے مرض کی ان کے مسیحا کوئی دوا بھی ہے
زمانے میں تو کوئی صورتِ نباہ نہیں
حضور کیا درِ دولت پہ بھی پناہ نہیں

خدا ہے ایک نبی ایک اور ملت ایک جمی قلوب میں توحید کی ہے صورت ایک
ہر گو کہ سامنے سب کے رہ شریعت ایک مگر نہیں ہے خیالات میں یہ امت ایک
فروع میں جو یہ الجھے اُصول چھوڑ دیا
بیاں میں طرزِ کلامِ رسول چھوڑ دیا

کنارہ کش ہیں زمانہ میں یہ اخوت سے بھرے ہوئے ہیں دماغ انکے کبر و نخوت سے
نہ کام رحم سے ان کو نہ کچھ محبت سے غرض اگر ہے تو ہے باہمی عداوت سے
خدا کے دین کو فرقے سمجھ کے غرق کیا
جو اتحاد کی کشتی تھی اُس کو غرق کیا

نفاق مول لیا اور سلطنت بیچی اسیرِ ظلم ہوئے اپنی معدلت بیچی
زمانہ جس سے تھا لرزاں وہ تقویت بیچی کیا خرید غلامی کو حریت بیچی
خطر ہے دامنِ دولت نہ ان سے چھٹ جائے
لٹی تو دنیا ہے عقبیٰ کہیں نہ لٹ جائے

ستم ہوئے نہیں ترکوں کی جان پر کیا کیا زمینِ ریف یہ خونِ مجاہدین نہ بسا
درو زیوں کو کہاں امن زیرِ چرخ ملا فلک کے جور سے ملکِ حجاز بھی نہ بچا
چھری گلوئے مسلماں پہ بے دریغ چلی
حضور کعبۂ امن و اماں میں تیغ چلی

ظفر نصیب جو دشمن ہوئے زمانے میں کسر اٹھا کے رکھی کون سی مٹانے میں

ہوئیں نہ کوششیں کیا قصرِ دیں کو ڈھانے میں　　دریغ کب کیا مسلم کا خوں بہانے میں
ہوا نہ غیر سے جو اہلِ دیں سے کام ہوا
کہ قبہ ہائے بزرگاں کا انہدام ہوا

حضور پھول یہ ہیں گلشنِ رسالت کے　　گناہگار ہیں تو ہیں نگیں وحدت کے
جہاں میں ہیں یہی شاہد تری نبوت کے　　ان ہی سے ملتے ہیں کچھ کچھ نشاں شریعت کے
یہ سچ ہے گمرہی اور کجروی کے ساتھ ہیں یہ
مگر قلوب تو ان کے خدا کے ہاتھ میں ہیں

دعا حضور کی ہمسیرِ رہ ہدایت ہو　　قلوب ان کے منور ہوں دور ظلمت ہو
ادب بزرگوں کا پاس و لحاظِ ملت ہو　　گناہگار ہیں ان پہ نگاہِ رحمت ہو
خدا سمجھ انہیں دے عقل کو درست کرے
قبائے ملتِ بیضا بدن پہ چست کرے

بُرے ہیں یا کہ بھلے آپ کی ہیں اُمت میں　　سوا حضور کے ہے کون ان کا غربت میں
خدا کے فضل کے محتاج ہیں حقیقت میں　　سہارا چاہتے ہیں دامنِ شفاعت میں
دعا ہو فضل کا انکے سروں پہ تاج رہے
جہاں میں اُمتِ عاصی کی کچھ تو لاج رہے

عیوب دور ہوں ان سب کے ہوں ہنر پیدا　　گنہ کے بحر میں نیکی کے ہوں گہر پیدا
دعا میں ہو ترے اعجاز کی اثر پیدا　　اسی شجر سے شریعت کے ہوں ثمر پیدا
ہرا بھرا تری امت کا مرغزار رہے
مقیم گلشنِ اسلام میں بہار رہے

رباعی

اک خاک نشیں ہوں بے نوا کی صورت　　ہوں راہِ حرم میں نقشِ پا کی صورت
اللہ رے ضیا تقرب میرا　　ہے پیشِ نگاہ مصطفےٰ کی صورت

نالۂ مسلم بحضور سرور کائنات صلعم

(از جناب ڈاکٹر عبد احمد صاحب سعید)

مساعدت جو کرے کچھ یہ چرخِ شعبدہ باز ۔۔۔ تو جی میں ہے کہ چلوں ہند سے بسوئے حجاز
درِ رسول پہ میں جا پڑوں بایں انداز ۔۔۔ کہ وقفِ گریہ ہوں آنکھیں تو قلب صرفِ گداز

پکڑ کے پردۂ بابِ حریمِ پاک کہوں
یہ سرگذشت بہ آوازِ دردناک کہوں

حضور! خستہ دلوں کا سلام لایا ہوں ۔۔۔ برائے گوشِ مبارک پیام لایا ہوں
دلِ جریح پئے التیام لایا ہوں ۔۔۔ پتہ بدرگہِ خیر الانام لایا ہوں

کچھ اپنی امتِ بیکس کا حال سن لیجئے
ہوا کمال کو کیا زوال سن لیجئے

یقین کیجئے مولا۔ ہمیں مسلماں تھے ۔۔۔ ہمیں وہ موردِ لطف و عطائے یزداں تھے
وہی جو بندۂ احکامِ وحی و قرآں تھے ۔۔۔ وہی جو کعبۂ اللہ کے نگہباں تھے

وہی جو آپ پہ جانیں نثار کرتے تھے
وہی وہی جو فقط اک خدا سے ڈرتے تھے

وہی جو رزم میں یا شیر نراں سے تھے بہتر ۔۔۔ وہی جو بزم میں ہر خوش بیاں سے تھے بہتر
وہی جو عدل میں نوشیرواں سے تھے بہتر ۔۔۔ وہی جو خلق میں سارے جہاں سے تھے بہتر

وہی جو غیرتِ رستم تھے جنگجوئی میں
وہی جو فخرِ جہاں تھے فرشتہ خوئی میں

سیاستِ مدنی کے نمونۂ کامل ۔۔۔ ضیاءِ نیرِ تہذیب سے منور دل
طبیعتیں وہ کہ "خذ ما صفا" پہ خود عامل ۔۔۔ قبولِ حسن پہ تیار جوہرِ قابل

ہمیں وہ مایۂ صد نازِ نسلِ انساں تھے

جہاں میں جن کا تھا شہرہ ہمیں مسلماں تھے

جنہوں نے شوق سے سر دیدیئے ہمیں تھے وہ　　خوشی سے جام شہادت پیئے ہمیں تھے وہ
ہزاروں کارِ نمایاں کیے ہمیں تھے وہ　　ریاضِ خلد تھا جن کے لئے ہمیں تھے وہ

اب آگے کیا کہوں آہ کہ شرم آتی ہے
مثالِ شمع زباں منہ میں تھرتھراتی ہے

یہ کیا خبر تھی کہ ترکی تمام ہوتا ہے　　خراب ہو کے گرفتارِ دام ہوتا ہے
ہمارے روزِ سعادت کی شام ہوتا ہے　　جو حکمراں تھے انہیں خود غلام ہوتا ہے

غلط! کہ پستیٔ اقبال کا نتیجہ ہے
یہ سب ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے

کھلی ہوئی یہ حقیقت ہے کوئی راز نہیں　　رجوعِ قلب سے مسلم کی اب نماز نہیں
برائے درگہِ باری سرِ نیاز نہیں　　دلِ کرخت میں وہ سوز و گداز نہیں

زباں پہ ذکرِ خدا ہے نہیں اثر دل میں
مسِ صبیح کی صورت ہے جلوہ گر دل میں

بدل گیا ہے کچھ ایسا چلن زمانے کا　　خدا کا خوف نہیں ڈر ہے جیلخانے کا
رکوع و سجدہ ہے اپنا فقط دکھانے کا　　درازیٔ ریش وسیلہ ہے مانگ کھانے کا

یہ شرم کب ہے کہ غیروں کا مال کھاتے ہیں
سمجھ گئے بھیک کو اکلِ حلال کھاتے ہیں

رواج ہم میں جو تھے قابلِ قبول گئے　　وہ ضابطے نہ رہے اور وہ اصول گئے
ملا جو عیش دو روزہ تو اس پہ پھول گئے　　خدا کے حکم تو کیا خود خدا کو بھول گئے

نہ اب عمرؓ نہ علیؑ سا امام باقی ہے
زبانِ خلق پہ مسلم کا نام باقی ہے

کھلا کھلا کے جو کھاتے تھے اک زمانے کو　　وہ آہ آج ترستے ہیں دانے دانے کو
نہیں ہے گرچہ زر و مال گھس لگانے کو　　برا سمجھتے ہیں محنت سے کچھ کمانے کو

دروغ گوئی میں مشہور ہیں زمانے میں
حلف اٹھاتی ہیں جاجا کے چار آنے میں

کسی نے قبر پرستی بنالیا ہے شعار — بہ پیش تعزیہ کوئی ادب سے سجدہ گذار
خدا اور اس کے نبی سے نہیں ہے کچھ سروکار — مصیبت آئے تو پڑتی ہے پیر جی کی پکار

بوقتِ نزع کہ جب آسرا نہیں دم کا
جو نام وردِ زباں ہے تو غوثِ اعظم کا

کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو دہریت پہ مائل ہیں — نہ وہ خدا کے نہ پیغمبروں کے قائل ہیں
نظر کے سامنے پردے کچھ ایسے حائل ہیں — کہ مسلموں کو وہ کہتے ہیں بدخصائل ہیں

اصول ان کے نئے فلسفے نرالے ہیں
فدائے ڈارون و عاشقِ مکالے ہیں

وہ آج صوفی ہے جس کا بہت سیہ دل ہے — شکم بزیرِ عبا رشکِ چاہِ بابل ہے
بصد خلوص "کلوا واشربوا" پہ عامل ہے — مگر حقیقتِ "لاتسرفوا" سے غافل ہے

کلاہ قبہ نما ہے دراز گیسو ہیں
ہر ایک سانس میں دس نعرہ ہائے ہا ہو ہیں

یہ جس جگہ ہیں کتوں کی طرح لڑتے ہیں — سبب ہو یا نہ ہو ہم سب سے جا جھگڑتے ہیں
کوئی نحیف ملے تب تو خوب اکڑتے ہیں — مقابلہ ہو قوی سے تو پاؤں پڑتے ہیں

خدا کا خوف نہ دنیا کی شرم و غیرت ہے
یہ قوم کیا ہے بس اک پیکرِ جہالت ہے

پڑوسیوں کی زمینیں دبا کے بیٹھ رہیں — پرائی ملک پہ قبضہ جما کے بیٹھ رہیں
ملے یتیموں کی دولت تو کھا کے بیٹھ رہیں — جو مال وقف ہو اُس کو اڑا کے بیٹھ رہیں

بزعم خود ہمیں نیکی کی احتیاج نہیں
برائی کون سی ہے وہ جو ہم میں آج نہیں

خدا بچائے یہ عالم ہے زر پرستی کا — غریب اب نہیں مالک خود اپنی ہستی کا

نہیں کسی کو کچھ احساس ایسی پستی کا　　غنودگی ہے یہ عالم ہر سب پہ مستی کا
یہ خوابِ مرگ ہے مرتے ہی ایسے ہوتے ہیں
ہزاروں ٹھوکریں کھاتے ہیں پھر بھی سوتے ہیں

محال آج کل اپنا قیامِ گلشن ہے　　کہ ہر خدنگ کا تودہ یہی نشیمن ہے
عدو کہیں ہے یہودی، کہیں برہمن ہے　　خود اپنی جلد کی رنگت بھی اپنی دشمن ہے
ذلیل خوب ہوئے اور ہونیوالے ہیں
قصور یہ ہے کہ ہم بالعموم کالے ہیں

جو صلحِ کل تھے وہی بانیٔ فساد ہیں آج　　جو دادرس تھے وہی طالبانِ داد ہیں آج
مبلغین جو تھے صیدِ ارتداد ہیں آج　　ہمارے نام ہی ناشاد و نامراد ہیں آج
دعا کا وقت ہے آقا بس اب خبر لیجے
علاجِ امتِ بیمار آج کر لیجے

بس اب تو ہاتھ اٹھا دیجئے دعا کے لئے　　خدا سے آپ یہ کہہ دیجئے خدا کے لئے
کہ اے وہ ذات کہ مخصوص ہے بقا کے لئے　　قصوروار کچھ آئے ہیں التجا کے لئے
یہ عرض ہے مری باچشمِ نم خداوندا
دکھا دے آج تو شانِ کرم خداوندا

یہ بیوقوف بھی گم کردگانِ راہ بھی ہیں　　فریب خوردۂ نیرنگِ عزوجاہ بھی ہیں
یہ تیرے حکموں سے غافل بھی پُرگناہ بھی ہیں　　مگر یہی تری توحید کے گواہ بھی ہیں
پہنچ گئے یہ گدائی کو بادشاہی سے
بچا بھی لے مرے مولا انہیں تباہی سے

الٰہی پھر طلبِ علم ان میں پیدا کر　　الٰہی پھر انہیں تہذیب سے شناسا کر
الٰہی پھر انہیں انسانیت کا شیدا کر　　الٰہی پھر انہیں اسلاف کا نمونہ کر
مجھے تو عشق اسی قومِ بدنصیب سے ہے
برے سہی انہیں نسبت ترے حبیب سے ہے

قطعۂ نعتیہ

(اثر خامہ جناب مولانا مولوی حکیم عبدالماجد صاحب قادری بدایونی)

مدینہ والے کی تعریف کچھ بیاں کرلوں — یہ ہو رہا ہے مدیر مدینہ کا اصرار
مگر خبر نہیں اُن کو کہ ایک مدت سے — علیل و زار ہوں امراض مختلف کا شکار
وطن سے دور ہوں غربت میں فرش بستر ہوں — نہ دل کو چین ہے حاصل، دماغ کو نہ قرار
پھر ایسے حال میں تصنیف و فکر نظم و نثر — قرین عقل نہیں بلکہ ہے بہت دشوار
مگر مدیر مدینہ کے ربط الفت سے — یہ چاہتا نہیں ہو جائیں مجھ سے وہ بیزار
پھر ایسی خواہش پر اور ایسی فرمائش — میں جس پہ جان سے صدقہ میں جسپہ دل سے نثار
ضرور ہے کہوں لبیک ایسی خواہش کو — یقیں ہے اسی نیت سے دور ہو آزار
سُنا ہوا ہے کہ بیشک امام بوصیری — ہوئے صحیح و توانا بمدحت سرکار
اُسی کے نام سے میں بھی شفا کا طالب ہوں — کہ جو باذن الٰہی ہے دافع آزار
وہ کون فخر رسل فخر انبیائے کل — وہ کون سرور کونین، احمد مختار
امام ہر دو جہاں زیب و زینت ارض — بہار کون و مکاں نکہت گل و گلزار
وہ جسکی ذات حدوث و قدم کی برزخ ہے — وہ جس سے ممکن و واجب میں ربط کا اظہار
وہ وجہ عزت تخلیق و حاصل خلقت — وہ اصل خلق، خلائق کا سرور و سردار
وہ جسکو علم سے ہدایت کی روشنی پھیلی — جہاں سے دور ضلالت کے ہوگئے آثار
وہ جسکی دعوت و تبلیغ کا اثر یہ ہوا — سکھائے خلق کو تہذیب خلق کے اطوار
صلاح نیک سے مہر و کرم سے لیکر کام — زمانہ بھر کے بدوں کو بنایا نیکو کار
اور اُس نے رسم مساوات و حریت پھونکی — غلام اسکی اعانت سے ہوگئے احرار
وہ جس نے میٹ کے بدعات جاہلیت کے — بتائے نیک عمل نیک کام نیک اطوار
وہ جسنے مادیت کے قوی کو توڑ دیا — بسعی جذبۂ روحانیت بیک للکار
وہ جسنے قیصر و کسریٰ کے ملک چھین لیے — دکھا کے معجزۂ صدق و عدل کے ہتھیار

وہ جس نے ٹھوک دیا اعتزار دنیا پر ۔۔۔ بتادیا کہ لگا تا نہ اس کو منہ زنہار

اصولِ کسبِ معاش و معاشرت وہ بتائے ۔۔۔ کہ حق کا بندہ، نہ بنجائے بندۂ دینار

کما کھائے مسلمان مگر حلال و نیک ۔۔۔ ہر ایک شاہ و گدا انکی یاں ہے دیندار

سبق سیاستِ ملکی کا یہ عمل سے دیا ۔۔۔ کہ پہلے رام کیا دشمنوں کو کرکے پیار

بنایا غیروں کو ایسا عزیز ایسا دوست ۔۔۔ کہ جان و مال وہ کر بیٹھے سب اسی پہ نثار

جو قتل کرنے کو آئے شہید بن کے گئے ۔۔۔ جو سر اٹھا کے چلے ہوگئے وہ خدمتگار

نیامِ قہر سے تیغ جلال بھی نکلی ۔۔۔ مگر صلاح جب اسکی بغیر تھی دشوار

خدا کی عزت و عظمت کی راہ و میدانمیں ۔۔۔ نہ ہو سکی کبھی حائل جبل و دشت و بحار

خدائے پاک کی توحید کی اشاعت سے ۔۔۔ اُسے نہ روک سکو دہر کے قوائے کبار

غلام اسکے ہوئے شاہ، شاہ اُسکے غلام ۔۔۔ وہ بوریئے پہ تھا تخت بخش، عرش وقار

وہ بیکسیوں کا سہارا، وہ بے بسوں کی اُمید ۔۔۔ یتیم و بیوہ و مظلوم کا وہ جانبدار

وہ جانِ رحمت و شانِ کرم کرم کی بو ۔۔۔ وہ اپنی اُمتِ بیکس کا مونس و غمخوار

وہ رونیوالا گنہگاروں کے لئے شب بھر ۔۔۔ وہ جسکی بخشش اُمت دعا تھی لیل و نہار

وہ عفو و حلم و کرم جس کا عام شیوہ تھا ۔۔۔ اُسی کا ایک گنہگار میں بھی ہوں بیمار

شفائے جرح وحید کا خدا سے طالب ہوں ۔۔۔ بعزتِ جسدِ محمد و آلہ الاطہار

انا الذلیل فیا مجیدِ یا حسین اعن

وجد علی بفضل الرسول یا غفار

جلوۂ نعت

از فکرِ عالی جناب مرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی

جب سے محوِ جلوۂ حسنِ نبوت ہوگیا ۔۔۔ دل مرا آئینہ اسرارِ قدرت ہوگیا

صدقِ دل سے جب لکھی نعت حبیبِ کبریا ۔۔۔ نامۂ تحریر گویا خضرِ ملت ہوگیا

آپکی معراج میں جانیکا روشن ہے عروج ۔۔۔ نقشِ پا گویا چراغِ بزمِ قدرت ہوگیا

عشقِ محبوبِ خدا میں کام یوں آیا جنوں | خلوت سے بڑھ کر مرا صحرائے وحشت ہوگیا
جب اشارہ ان کا ہوا شق القمر کا معجزہ | جس نے دیکھا دیکھتے ہی محوِ حیرت ہوگیا
عالمِ ایجاد کے ہر جزو و کل پر اک نظر | رفتہ رفتہ جو تھا محکومِ رسالت ہوگیا
فطرۃً یہ قوتِ باطن عدم سے لائے تھے | آپ کے سینہ میں دل تصویرِ رحمت ہوگیا
جذبِ حسن ظاہر و باطن کا اللہ رے اثر | جس نے دیکھا اک نظر محوِ محبت ہوگیا
حشر جلد آئے کہ ہو دیدارِ محبوبِ خدا | زندگی کا ہر نفس طولِ قیامت ہوگیا
جب ہوئے پیدا خدائی دم سے کلمہ پڑھا | آستانوں کا گھر بزمِ وحدت ہوگیا
عقلِ انساں سمجھ کیا اس کے مراتب کا عروج | آسمانوں کے لئے جو وجہِ خلقت ہوگیا
ہم نوائے بلبلِ سدرہ وہ پروانہ ہوا | جو نثارِ جلوۂ شمعِ نبوت ہوگیا
مختصر لفظوں میں یہ ہے شرحِ ایثارِ حضور | جو تھا عالم میں وہ ممنونِ عنایت ہوگیا
دیدنی معراج میں تھا جذبِ محبوب و حبیب | دو کماں کا فاصلہ طولِ قیامت ہوگیا
آپ کے اوصاف قرآنِ مبیں سے پوچھیے | نکتہ نکتہ جس کا معیارِ فصاحت ہوگیا
جسمِ اطہر کا پسینہ عطر بیز و عطر بار | جب ہوا میں مل گیا جنت کی نکہت ہوگیا
قدرتِ اعجاز میں روحانیت کا تھا یہ زور | دل سے جو چاہا دعا میں وہ حقیقت ہوگیا
دو جہاں کی بادشاہی پر یہ ذوقِ فقر تھا | صبر کرنا فاقوں میں جزوِ طبیعت ہوگیا

مرتبہ نعتِ محمد کا ہو محشر کیا بیاں
میرا ایک اک شعر خضرِ راہِ طاعت ہوگیا

صاحبِ زمزمۂ نعت

از جناب محمد اعجاز حسین صاحب علوی القادری اعجاز

کیا بات ہے حسنِ مصطفےٰ کی | صورت ہو کہ شان ہے خدا کی
آخر ہے وہی کہ جو تھا اول | یہ ذات خبر ہے مبتدا کی
اُمّی وہ کہ جس کی ذات نے کی | تکمیل کتابِ انبیاء کی

پھونچے سرِ زلفِ عنبریں بو | اتنی ہے مجال کب صبا کی
پلکوں سے اُٹھاؤں خارِ طیبہ | آنکھوں میں کشش ہو کہربا کی
ہر مصرعۂ وصفِ عارضِ پاک | تصویر ہے مہر پرضیا کی
سرمہ مری چشمِ کور کا ہو | مل جائے جو خاک نقشِ پا کی
اُس زلف سے ہمسری کا دعویٰ | یہ مشکِ ختن نے کیا خطا کی

پہنچے یارب کلامِ اعجاز
خدمت میں حبیبِ کبریا کی

اُس کی بخشش پہ عطا لوٹ گئی

(از جناب محمد سلطان صاحب سلطان نقشبندی)

ضبطِ ہجراں پہ وفا لوٹ گئی | میرے مرنے پہ قضا لوٹ گئی
دل کے آئینہ میں دیکھا تم کو | اس پہ طبیعت بخدا لوٹ گئی
ہجر میں ایسے سہے ہیں صدمات | داغِ ہجراں پہ جفا لوٹ گئی
کچھ نہ پوچھا مرے عصیاں کا حساب | اُس کی بخشش پہ عطا لوٹ گئی
بدلے عصیاں کے ملی خلد بریں | صدقۂ احمد کا جزا لوٹ گئی
کوئے احمدؐ میں جو دم توڑ دیا | اس ڈھٹائی پہ خطا لوٹ گئی

دل میں سلطان کے اتری ایسی
تیغِ ابرو پر ادا لوٹ گئی

مدینہ منورہ کی یادیں

از جناب قاضی محمد کریم الدین زعیم ساکن نندیال ضلع کرنول

ہے مصدرِ انوار خیابانِ مدینہ | اور مجمعِ برکات ہے ایوانِ مدینہ
جن و ملک انس ہیں قربانِ مدینہ | ہے در... پر نبی جانِ مدینہ

ہے منبع فضل و کرم و رحمت باری
کوہ و چمنستان و بیابانِ مدینہ

انوار الٰہی سے ہمیشہ متجلّی
پُر نور تھی بزم شہ ذیشانِ مدینہ

معراج کی شب جلوہ کناں عرش بریں پر
تھی روشنیٔ مہر درخشانِ مدینہ

تا حشر جہاں میں یونہی شاداب رہیگا
خالق ہے نگہبان گلستانِ مدینہ

جب اوج پہ آئیگا زعیم اپنا مقدر
ہم کو نظر آئے گا گلستانِ مدینہ

جوانِ مدینہ

(از جناب صدرالدین صاحب سرشار کسمنڈوی)

میں قربان اے قصہ خوانِ مدینہ
سُنا دے مجھے داستانِ مدینہ

کسی کی بھی سُنتے نہیں اپنی دھن میں
ٹھہرتے نہیں رہروانِ مدینہ

مزے خواب غفلت کے ہم لے رہے ہیں
چلے جاتے ہیں کاروانِ مدینہ

جگر کو بھی حسرت ہے عشقِ نبیؐ کی
جو ہے دل میں دردِ نہانِ مدینہ

فرشتے بٹھاتے ہیں آنکھوں پہ اُسکو
وہ ذی رتبہ ہے مدح خوانِ مدینہ

شب و روز پھرتا ہے آنکھوں میں میری
وہ جانِ مدینہ جوانِ مدینہ

رہیں ہند میں شاد سرشار کیونکر
غلام نبیؐ، عاشقانِ مدینہ

۴ واہ کیا خوب ہے ہنگام ربیع الاوّل

از جناب راگھوندر راؤ صاحب جذب نظامی وکیل عالم پور سرکار نظام

کیا طرب خیز ہے ہنگامِ ربیع الاوّل
حبذا فرحتِ ایام ربیع الاوّل

ہر نفس ذکر نبیؐ یا دخدا میں گذری
خلق کو ہے یہی پیغام ربیع الاوّل

ہر طرف آج برستا ہے خوشی کا عالم
خلق ہے مست مئے جام ربیع الاوّل

رات دن عید مناتے ہیں مسلماں سارے ہیں مبارک سحر و شام ربیع الاوّل
ہر طرف راگ خوشی کا ہے سنائی دیتا واہ کیا خوب ہے ہنگام ربیع الاوّل

جو سمجھدار ہیں اے جذب خدا کے بندے
کرتے ہیں عزت و اکرام ربیع الاوّل

مناجاتِ سحر

پائے اقدس پہ چشم تر ہوتی

(از جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریاآبادی)

آہ اک شب تو با اثر ہوتی وہ تجلیٔ حق ادھر ہوتی!
پائے اقدس پہ چشم تر ہوتی! شب گزرتی یونہی سحر ہوتی!
نالۂ نارسا، رسا ہوتا سرمۂ چشم خاک در ہوتی!
کچھ تو ارمان دل نکل جاتا کچھ تو تسکین چشم تر ہوتی!
نقش پا کو لگاتے آنکھوں سے یوں دوائے دل و جگر ہوتی!
حسرتِ دید دل میں لب پہ درود اب تو ہر شب ہے یوں بسر ہوتی!

ہے حضوری نصیب میں شاید
ہند میں اب نہیں بسر ہوتی

ہر پھول سے آنے لگی خوشبوئے محمدؐ

(از جناب مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی)

ہم پایۂ قرآں، رُخ نیکوئے محمدؐ محراب عبادت، خم ابروئے محمدؐ
لے چل مجھے اے وحشتِ دل سوئے محمدؐ حسرت ہے کہ دیکھوں رُخ و گیسوئے محمدؐ
رگ رگ میں ہے حُبِّ رسولِ مدنی ہے آتی ہے پسینے سے بھی خوشبوئے محمدؐ
اے رحمتِ حق مجھکو اڑا کر وہیں لے چل فردوس سے بہتر ہے کہیں کوئے محمدؐ
وہ قبلۂ ایماں ہیں تو دل قبلہ نما ہے رخ شام و سحر ہے طرف کوئے محمدؐ

کچھ فرق دوئی کو نہیں اللہ و نبی میں — یہ شکر رضا جو، وہ رضا جوئے محمدؐ
بیٹھا نہ گیا سایۂ طوبا میں گھڑی بھر — تھی دل کو جو یادِ قدِ دل جوئے محمدؐ
جنت میں کیا دھیان جو رخسارِ نبی کا — ہر پھول سے آنے لگی خوشبوئے محمدؐ
دشمن سے بھی دشمن کو کبھی رنج نہ پہنچا — اللہ کی رحمت تھی مگر خوئے محمدؐ
یہ ان سے الگ اور نہ وہ ان سے جدا ہیں — ہے ایک ہی سی خوئے علیؓ خوئے محمدؐ
اے بادِ صبا! مجھ پہ یہ احسان تو ہی کر — یثرب سے اُڑا لا یہاں خوشبوئے محمدؐ
سنتے ہی صدا صور کی یوں اٹھ کے چلا ہوں — دل سوئے محمدؐ ہے، نظر سوئے محمدؐ
ہر ذرہ میں آتا ہے نظر حسنِ حقیقی — آنکھوں میں بسا ہے رخِ نیکوئے محمدؐ
اے موت ادب کر ارے موت ادب کر — ہے سامنے آنکھوں کے مری روئے محمدؐ

کافی ہے مری عزت و توقیر کو خنجرؔ
یہ فخر کہ میں بھی ہوں ثنا جوئے محمدؐ

یوم میلاد

(از جناب مولوی شیخ محمد صاحب خاقان ازبوری اجارہ)

محفلِ مولدِ حضور ہے آج — ذکرِ پاکِ شہِ غیور ہے آج
سن کے بزمِ حضور کا مژدہ — دل کو حاصل مرے سرور ہے آج
مولدِ شہ کی ہے خوشی ہر جا — خلق سے رنج دور دور ہے آج
ذکرِ شمس الضحیٰ کے جلوہ سے — بزم ہم رنگ بزمِ طور ہے آج
ہوتے ہیں بت تمام سربسجود — احمدؐ پاک کا ظہور ہے آج
غیرتِ خلد شہرِ بطحا ہے — جبلِ مکہ رشکِ طور ہے آج
باغِ جنت میں نغمۂ شادی — گاتی پھرتی ہر ایک حور ہے آج
خلق پر ہے نزول رحمت کا — عام وہ رحمتِ غفور ہے آج
بزمِ مولد میں نعت اے خاقاںؔ — پڑھنے جانا مجھے ضرور ہے آج

مساوات

(از جناب محمد اشرف علی صاحب)

دیکھ کر اک دن بلالِ خوش سیر کا رنگِ رخ
حضرت خیر الوریٰ کے سامنے بولے عمرؓ

"بیٹے ہو اے حبش زادے تم ہو سیہ فام اے بلالؓ"
سن کے یہ فاروق سے کہنے لگے خیر البشر

تم نے یہ کیا کہدیا ایسا تمہیں کہنا نہ تھا
ایسی باتوں سے ٹپکتا ہے جہالت کا اثر

سنتے ہی یہ حضرت فاروقِ اعظم با ادب
جھک کے کہتے تھے "نہ اٹھیگا زمیں سے میرا سر

ٹھوکریں جبتک لگائینگے نہ قدموں سے بلالؓ
سر اٹھائیگا نہ فرشِ خاک سے ہرگز عمرؓ"

دل میں کہتے تھے بلالؓ اکدن تھے ہم انکے غلام
کیا کریں تعظیم کے قابل ہے یہ آقا کا سر

جب یہ دیکھا سر زمیں سے یہ اٹھاتے ہی نہیں
کاربند آخر ہوئے حضرت عمرؓ کے حکم پر

اک سلف وہ تھے کہ رکھتے تھے مساوات اسقدر
اک خلف ہم ہیں کہ ہے بس خود پرستی پر نظر

اضطراب مقید

(از خامہ ترجمان حقیقت سر اقبال مدظلہ)

اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

یہ موجِ پریشاں خاطر کو پیغام لبِ ساحل نے دیا
ہے دور وصال بحر ابھی تو دریا میں گھبرا بھی گئی

عزت ہے محبت کی قائم اے قیس حجاب محمل سے
محمل جو گیا عزت بھی گئی غیرت بھی گئی لیلیٰ بھی گئی

کی ترک تگ و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی
آوارگیِ فطرت بھی گئی اور کشمکش دریا بھی گئی

نکلی تو لبِ اقبال سے ہے کیا جانئے کس کی ہے یہ صدا
پیغام سکوں پہنچا بھی گئی دلِ محفل کو تڑپا بھی گئی

رباعی سلطان

بلبل نہیں کہ شور کروں میں فراق میں
پروانہ میں نہیں کہ جلوں اشتیاق میں

لے شمع دل میں لایا ہوں تیری جناب میں
یہ دم بجھے جلے گی محبت کے طاق میں

سعادتِ ربیع الاوّل

(از خیر رحمانی دربھنگوی)

دوستو ماہِ ولادت ہے ربیع الاوّل
باعثِ عزت و رحمت ہے ربیع الاوّل

کیوں نہ ہو سارے مہینوں پہ فضیلت تجھ کو
تجھ میں حضرت کی ولادت ہے ربیع الاوّل

تیرے آتے ہی ہرے ہو گئے نخلِ اُمید
باغِ اسلام کا خلعت ہے ربیع الاوّل

دھوم ہر گھر میں ہے میلاد کی سامان کے ساتھ
صاحبِ حشمت و شوکت ہے ربیع الاوّل

قسمتیں جاگ اُٹھیں تیرے قدم کے باعث
تیری ہی ساری عنایت ہے ربیع الاوّل

کیا بخورات سے ہے آج معطر ہر گھر
بلکہ یوں کہیے کہ جنت ہے ربیع الاوّل

ہے تو ہی صاحبِ لولاک لما کا مظہر
تو عجب صاحبِ عزت ہے ربیع الاوّل

عاشقِ شہِ دیں کو ہے تجھی سے تسکین
تجھ سے آرام ہے راحت ہے ربیع الاوّل

جب سُنا نام ترا وجد میں آجاتے ہیں
عاشقوں کو یہ محبت ہے ربیع الاوّل

اک جھلک اپنی دکھا کر تو چلا جاتا ہے
اتنی ہی تجھ سے شکایت ہے ربیع الاوّل

خیرؔ لایق نہیں اسکے کہ ملے اس سے کوئی
تو جو ملتا ہے سعادت ہے ربیع الاوّل

مدینہ

از جناب لسان اللہ مرزا محمد ہادی صاحب عزیزؔ لکھنوی

عکسِ ساقی دیکھتے ہیں بادہ سرجوش میں
اب خراباتی بھلا کیا رہ سکیں گے ہوش میں

پرتوِ رخ نے چراغاں میکدے میں کر دیا
ہے تجلی موجزن ہر ذرۂ خاموش میں

احمدؐ قوسین منزل کی ضیائے نور پاش
کیوں نہو قلبِ صفاکیش و محبت کوش میں

قوتِ اعجاز منزل بھی مکیں کا فیض ہے
یا مدینے میں ہے یا میرے دلِ پرجوش میں

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں

ربیع الاوّل

ازجناب راگھوندر راؤ جذب نظامی وکیل عالم پور

ترے آنے سے ہے آرام ربیع الاول
دور بھاگے غم و آلام ربیع الاول

سال بھر سے ترے مشتاق تھے اہل اسلام
اور رٹتے تھے ترا نام ربیع الاول

نور میلاد محمدؐ کا تو مظہر ٹھہرا
کیوں نہ روشن ہو ترا نام ربیع الاول

سب مسلمان ہیں جہاں میں طرب اندوز مراد
آج کوئی نہیں ناکام ربیع الاول

جبہہ سا ہیں در عظمت پہ ترے سب بندے
ہیں مسلماں ترے خدام ربیع الاول

ذکر گھر گھر ہے ترا آج زمانے بھر میں
یاد ہے سب کو ترا نام ربیع الاول

واصف ختم رسل جذب حقیقت آگاہ
ہے ترا بندہ بے دام ربیع الاول

ثنائے ربیع الاول

ازجناب مولانا القادری نامی کوہ سوار نظامی مقیم عالم پور

عکس پیما ہے مری جان ربیع الاوّل
مرحبا صل علی شان ربیع الاوّل

قدسیاں ناز کریں چرخ چہارم پہ مدام
رشک فردوس ہے بستان ربیع الاول

برج ایوان شرف کنگرۂ بام عروج
وسعت افزا ہے یہ ایوان ربیع الاوّل

اس مہینہ میں تولد ہوئے سرکار عرب
اس لئے دین ہے ایمان ربیع الاول

بطن آمنہ سے پیدا ہوا ماہ کمال
چمکا جس نور سے عرفان ربیع الاوّل

جگمگاتا ہوا نکلا جو مہ اوج شرف
ہوئی پر نور شبستان ربیع الاوّل

مسند آرائے ہدایت جو ہوا شاہ عرب
چمک اٹھا عربستان ربیع الاوّل

عالم نور میں تھا وجد میں ہر ذرۂ خاک
رشک صد نیّر تابان ربیع الاوّل

نامی اس ماہ میں شاداں ہوں صغیر اور کبیر
باعث فرح ہے ہر شان ربیع الاوّل

دعوت ورود

(از جناب ساغر صاحب نظامی مدیر رسالہ پیمانہ آگرہ)

آ کہ ہے تیرا انتظار شورشِ کائنات میں

خون بہ نظر ہے "اعتبار" معرکۂ حیات میں

پردۂ ناز سے کبھی ایک نگاہ سرسری
صبح سے شام ہو گئی حسرت التفات میں

پست ہوئیں عقیدتیں دورِ خموش تا کجا
آنے لگے ہیں زلزلے حوصلۂ نجات میں

وہم بھی ہے ہراس بھی حشر نما ہے یاس بھی
پھر بھی ترا خیال ہے کرب کی پچھلی رات میں

ٹوٹ چکا ہے اب وہ ساز تھا جو نوازنِ حجاز
جس سے کبھی تھیں لرزشیں بربطِ کائنات میں

آ کہ اُمید کا طلوع منحصر ورود ہے
دیکھ کہ ہے عجب سماں منظر حسیات میں

عکسِ نمودِ صبح سے نور ہے پچھلی رات میں

کشتیٔ ماہ ہے رواں فوجِ تجلیات میں

ایک ہندو بھائی کی نذرِ عقیدت

از جناب پنڈت جگناتھ پرشاد صاحب آنند

دشتِ فاراں تک جو میر کارواں پہنچا نہیں
معرفت کی منزلوں تک وہ جواں پہنچا نہیں

ایک قطرہ مل سکا اُس کو نہ جامِ عشق سے
تشنہ لب جو تا درِ پیرِ مغاں پہنچا نہیں

دل سُلگتا ہی رہا فرقت میں اُن کی عمر بھر
گنبدِ خضرا تک لیکن دھواں پہنچا نہیں

مدحِ حسنِ مصطفیٰ ہے ایک بحرِ بیکراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

نیک و بد کی ہے خبر تو واقفِ کونین ہے
ہے پہنچ تیری جہاں وہم و گماں پہنچا نہیں

یہ فریبِ نفس ہے آنند الفت تو نہیں

اب تک اُن کے گوش تک شورِ فغاں پہنچا نہیں

فخر آدم مہبط قدسیاں تو ہی تو تھا

از جناب ممتاز صاحب اندوری

خلوت آرائے مکانِ لامکاں تو ہی تو تھا
باعثِ تکوین و تخلیقِ جہاں تو ہی تو تھا

توبہ آدم ہوئی تیرے وسیلے سے قبول
نور جو اُن کی جبیں میں تھا نہاں تو ہی تو تھا

تجھ کو خلوت میں ملا ہے ہمکلامی کا شرف
اوحیٰ ما اوحیٰ کا یکسر راز داں تو ہی تو تھا

چشمِ حق بیں میں لگا کے کحل مازاغ البصر
گرمِ نظارہ بہ شوق بیکراں تو ہی تو تھا

تھے ملائک بھی تری پروانے اے شمع ہدیٰ
فخر آدم مہبط قدسیاں تو ہی تو تھا

مہر تجھ پر کی گئی ہے اس لئے ختم الرسل
کنز مخفی کا مگر لعلِ گراں تو ہی تو تھا

مگر تم سا شفیع روز محشر ہو تو ایسا ہو

از جناب مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی

بلایا عرش پر حق نے پیمبر ہو تو ایسا ہو
ہوا قرب خدا حاصل مقدر ہو تو ایسا ہو

شب معراج کہتی تھی خوشی قلب مبارک کی
کہ ارمانِ طواف کوئے دلبر ہو تو ایسا ہو

کہاں ہم سے گنہگار اور کہاں دروازۂ جنت
مگر تم سا شفیع روز محشر ہو تو ایسا ہو

خدا نے مدح کی ہے بارہا قرآن شاہد ہے
تمہارا یا رسول اللہ ثنا گر ہو تو ایسا ہو

مری دیوانگی نے مجھ کو پہنچایا مدینہ میں
طریق عاشقی میں کوئی رہبر ہو تو ایسا ہو

نہ تھا اے رحمت و ظلِ الٰہی آپ کا سایا
کثافت سے بری جسم منور ہو تو ایسا ہو

مری آنکھوں کی راہوں سے مرے دل میں اتر آئیے
تمنا ہے علاج قلب مضطر ہو تو ایسا ہو

نہ جھپکے آنکھ موسیٰ کی طرح برق تجلی سے
اگر ارمانِ دیدارے دیدۂ تر ہو تو ایسا ہو

پھڑکتی ہے رگ جاں عشق ابروئے محمد میں
اشارہ ہے کوئی مشتاقِ خنجر ہو تو ایسا ہو

جہاں تک پیتا جاؤں مے ابلتی ہی چلی آئے
عنایت مجھ کو اے ساقی جو ساغر ہو تو ایسا ہو

نہ تھا کچھ فاصلہ جز یک کماں مخلوق و خالق میں
بشر کا مرتبہ اللہ اکبر ہو تو ایسا ہو

تہِ شمشیرِ قاتل بھی زباں پر شکر جاری تھا
شہیدِ راہِ حق شیدائے داور ہو تو ایسا ہو

پہنچتے ہی مرے نارِ جہنم گل ہوئی خنجر
اثر عشقِ نبی کا دل کے اندر ہو تو ایسا ہو

شوقِ دیدارِ مدینہ

از بیگم صاحبہ قاضی بدر الحسن صاحب مدیر مدینہ

حسرت ہے کہ دیکھوں کبھی دربارِ مدینہ
مجھ کو بھی بلا لیجئے سرکارِ مدینہ

بیکار دوا ہے مری نادان طبیبو!
میں عاشقِ کعبہ ہوں میں بیمارِ مدینہ

ہر ذرہ میں قدرت کا نظر آتا ہے جلوا
فردوس بریں ہیں در و دیوارِ مدینہ

کچھ روز کی مہماں ہے اب آپ کی بیمار
للہ خبر لیجئے سرکارِ مدینہ

پلکوں سے میں جھاڑوں کبھی آنکھوں سے میں دیکھوں
دربارِ مدینہ، در و دیوارِ مدینہ

مسئول "مدینہ" بھی ہوں اور بچے بھی ہوں ساتھ
یوں ہند سے جاؤں سوئے دربارِ مدینہ

ظہورِ نور بعد شبِ دیجور

از جناب سید غلام بھیک صاحب نیرنگ بی اے ایڈوکیٹ ہائیکورٹ پنجاب
معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام شہر انبالہ

آسماں کو یاد ہیں وہ دن کہ کفر و شرک سے
ایک اندھیرا ضلالت کا جہاں میں چھا گیا

دین اور اخلاق دنیا بھر سے رخصت ہو گئے
ایک طوفان فساد و شر و طغیاں تھا بپا

بن گئے معبود دو اور تین کیا تینتیس کرور
ہر طرف گمراہیوں کی چھا گئی کالی گھٹا

ظلمتِ باطل میں جب ملفوف دنیا ہو گئی
صورتِ انساں میں نورِ حق ہوا جلوہ نما

بو گیا تھا جس کو ابراہیم کا دستِ دعا
بطنِ وادِ غیر ذی زرع سے وہ دانا اُگا

ریگ کے ذروں میں چمکا ایک درخشاں آفتاب — چشمِ باطل کو چمک نے جس کی خیرہ کر دیا
حکمت و عرفاں کا وہ خورشید جس کے سامنے — ہر زمانے کے نبی کو چاند کا رتبہ ملا
جس کا فرمودہ ہے ہر عاقل کا دستور العمل — ہے صحیفہ جس کا ایک سرچشمۂ آبِ بقا
جسم و عقل و روح کی بہبود کے ساماں تمام — کر دیے جس نے بہم از ابتدا تا انتہا
نوعِ انساں کو سکھایا اس نے آکر صاف صاف — کیا ہے قانونِ بقا اور کیا ہے آئینِ فنا
دے کے دستورِ حیاتِ انفرادی کا سبق — اجتماعی زندگانی کا بھی گر بتلا دیا
تجھ کو بھی کچھ یاد ہے وہ گر ہے کیا؟ "تبلیغ حق" — ملتِ اسلام کا جس سے ہوا نشو و نما
حاملِ حق کے لئے تبلیغ ہے "شرطِ حیات" — اس لئے ہے امر بالمعروف کا فرماں ملا
جذبۂ تبلیغ سے ملت کی ہے بالیدگی — سوکھ جائیگا وہ پودا جس کا بڑھنا رک گیا
اتحادِ جسم و جاں تک ہی نہیں ہے زندگی — روح مردہ ہے تو تُو ہے مردۂ زندہ نما
تو اگر مسلم ہے تو اسلام تیری روح ہے — بڑھتے رہنا روح کا ہے تیرا سامانِ بقا

تجھ کو خود زندہ اگر رہنا ہے۔ پھیلا زندگی
ورنہ کرلیں گے ہڑپ تجھ کو جراثیمِ فنا

صبح نور

ازجناب زبیر احمد صاحب

صد شکر کہ صبح نور آئی — اور ساتھ میں نورِ طور لائی
آئینۂ نورِ حق نمائی — گنجینۂ رازِ کبریائی

نورِ قدرت ضیائے رحمت

صبح پرنور روزِ عشرت

کیا صبح ہے صبح زندگانی — کیا صبح ہے صبح کامرانی
کونین میں عین شادمانی — دارین میں عیشِ جاودانی

سرچشمۂ شادی و مسرت

سر رشتۂ انبساط و راحت

سچی مہ و مہر کی دولاری — اچھی شب و روز کی پیاری
مشاطۂ قدس کی سنواری — صبح از نور کردگاری
آغوش میں حور کے پلی ہے
سانچے میں نور کے ڈھلی ہے

ایام طرب دکھانے والی — بگڑے ہوئے دن بنانیوالی
گھڑیاں راحت کی لانیوالی — جاں بخش خبر سنانے والی
آئی صبح حیات آئی
آئی صبح نجات آئی

جاں بخش بہار پر فضا ہے — ڈوبی ہوئی عطر میں ہوا ہے
گلزار جہاں جناں بنا ہے — کیا لطف صبائے جانفزا ہے
چلتی ہے نسیم صبح گاہی
یا پھرتی ہے رحمت الٰہی

جوبن ہے نیا ہر اک شجر پر — کیا لطف بہار ہے سراسر
سر پر رکھدی ہے کیا اٹھا کر — شبنم نے موتیوں کی چادر
سارے نوشہ بنے کھڑے ہیں
مستانہ بنے تنے کھڑے ہیں

اے صبح بیا کہ حور جانی — اے صبح بیا کہ نور جانی
دلدار دلم ظہور جانی — ناظورۂ دل سرور جانی
گر بر سر و چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

اوڑھے ہوئے روشنی کی چادر — تارے جھک آئے ہیں زمیں پر
کرتے ہیں ملک نزول یکسر — جنت کی فضا ہے آج گھر گھر

دنیا کی زمین آسماں ہے
جو بات وہاں نہیں یہاں ہے

نغمے طائر اڑا رہے ہیں   اڑ اڑ کے خوشی میں آرہے ہیں
توحید کے راگ گا رہے ہیں   جاں بخش صدا سنا رہے ہیں
قمری حق سرہ ہے پڑھتی
طوطی حق تو ہی تو ہے رٹتی

یہ صبح عزیز ایزدی ہے   یہ صبح سعید سرمدی ہے
یہ صبح ولادت نبی ہے   یہ صبح ظہور احمدی ہے
احمد کو کیا احد نے پیدا
نور اپنا کیا صمد نے پیدا

جاتی رہیں کفر کی گھٹائیں   آنے لگیں خیر کی ہوائیں
اب شرک کی بدلیاں نہ چھائیں   کافور ہوں دور ہوں خطائیں
توحید کا آفتاب نکلا
تجدید کا ماہتاب نکلا

توڑو پھوڑو بتوں کے پیکر   کعبے سے اٹھاؤ خاک و پتھر
توحید کی روشنی ہو در در   اللہ کی بندگی ہو گھر گھر
ملا کے دیے بجیں اذانیں
تکبیر کہو پڑھو نمازیں

آتا ہے شفیع روز محشر   آتا ہے مقتدر پیمبر
درج اسرار حق کا گوھر   دریائے نجات کا شناور
مصباح حریم کعبہ جاں
مفتاح در مکان ایماں

اک روح رواں ہے آنے والا   محبوب خدا نبی اعلیٰ

منتظر خلق پست و بالا — منظور حضور حق تعالیٰ

مصداق کلام ایزد پاک

لولاک لما خلقت الافلاک

ایمان کی مسندیں لگاؤ — اسلام کی چادریں بچھاؤ

آنکھوں کی تپلیوں میں لاؤ — سجادۂ قلب پر بٹھاؤ

اک نور خدا ہے آنے والا

عرفاں کی ضیا دکھانے والا

پیدا ہوا مصدر حقیقت — پیدا ہوا معدنِ طریقت

پیدا ہوا ہادی شریعت — پیدا ہوا عین حق کی حجت

پیدا ہوا راز دار یزداں

پیدا ہوا جان و شان عرفاں

پیدا ہوئے خاتم النبیین — پیدا ہوئے ماہِ نور آگیں

لائے تشریف خسرو دیں — آئے آمین ثم آمیں

پیدا ہوئے دوستِ اکبر

پیدا ہوئے آخری پیمبر

پیدا ہوا نور بے نیازی — پیدا ہوا ساز دلنوازی

پیدا ہوا جان کارسازی — پیدا ہوا شان سرفرازی

پیدا ہوا مقتدائے اعلیٰ

پیدا ہوا خلق و رحم والا

محبوب خدا شفیع محشر — گمراہ کے دستگیر و رہبر

بگڑی ہوئی عافیت ہو سرور — محشر میں کون ہوگا یاور

سامان نجات سے ہو خالی

عاؔلی پہ رہے نگاہِ عالی

اے مظہر جلوۂ الٰہی   اے معدن خیر و خیر خواہی
اے منبع معدلت پناہی   اے صدر و قار و بادشاہی
سو لاکھ سلام اور صلوٰۃ
سو لاکھ درود اور تحیات

مخمس بر غزل جناب امیر مینائی مرحوم

از جناب مقبول احمد صاحب مقبول سررشتہ دار عدالت باراں ریاست کوٹہ

خواب میں مژدہ سنایا ہے کسی نے مجھ کو   جلد پہنچائے گا اللہ مدینے مجھ کو
کوچ کے سب نظر آتے ہیں قرینے مجھ کو   اب کہاں چین خبر دی میری جی نے مجھ کو
کہ بلایا ہے مدینے میں نبی نے مجھ کو

اٹھ کے محشر میں سوئے خلد چلا بے کھٹکے   در فردوس پہنچتے ہی کھلا بے کھٹکے
باغ جنت مجھے رہنے کو ملا بے کھٹکے   عاشق چہرۂ حضرت تھا گیا بے کھٹکے
در فردوس پہ روکا نہ کسی نے مجھ کو

خود بخود غیب سے پیدا ہوں کچھ ایسے اسباب   کہ زیارت سے مشرف ہو یہ مشتاق شتاب
رہ کے اب ہند میں جینا ہے مجھے سخت عذاب   شوق محبوب الٰہی میں نہیں صبر کی تاب
لے چل اے جذبۂ دل جلد مدینے مجھ کو

گو ہوں محتاج کسی طرح کا مقدور نہیں   رہوں محروم زیارت سے یہ منظور نہیں
اڑ کے بھی پہنچ جاؤں گا مجبور نہیں   پر نکل آئیں جو طائر کی طرح دور نہیں
ہمہ تن شوق بنایا ہے خوشی نے مجھ کو

پہنچوں روضہ پہ تیری دھن ہے یہی شاہ زمن   وہیں جینا وہیں مرنا ہو وہیں گور و کفن
کس کے احباب وطن کیسا کہاں کا مسکن   اب ٹھہروں جو خوشامد بھی کرے میرا وطن
کہ پکارا ہے غریب الوطنی نے مجھ کو

ہوں روانہ میں مدینہ کو وہ دن ہو تو کہیں   آستان در اقدس پہ ہوں جا کے جبیں

اس کا کیا خوف اگر کوئی بھی ساتھ نہیں | ہے یقیں راہ میں مل جائینگے جبریل امین
سب بتادینگے زیارت کے قرینے مجھ کو

جاگتے جاگتے آجاتے ہیں جب کہ دم صبح | اور ہو جاتی ہے حالت مری بدتر دم صبح
سرد ہو جاتا ہوں رو رو کے میں اکثر دم صبح | آتش عشق میں جلتا ہوں میں شب بھر دم صبح
شمع ساں موت کے آتے ہیں پسینے مجھ کو

کب نصیب ہر کس و ناکس کو ہوئی ہے یہ شرف | خاص جو بندے ہیں انکو ہی ملا ہے یہ شرف
ہے عنایت تیری حاصل جو مجھے ہے یہ شرف | مومن و زائر و حاجی ہوں دیئے ہیں یہ شرف
مکی و ہاشمی و مطلبی نے مجھکو

کیوں نہ مایوس ہوں مقبول وہ ہے رب قدیر | انکے نزدیک برابر ہیں امیر اور فقیر
اور کچھ مجھ سے بن آتی نہیں اس کی تدبیر | رات دن ہند میں رہتا ہے یہی دھیان امیر
اب کیا یاد رسول عربی نے مجھکو

اسوۂ حسنہ

از محمد اسمٰعیل صاحب جوہر

مبعوث جب عرب میں رسول زمن ہوئے | کفار کو ہمیشہ اذیت سے کام تھا
یہ فکر تھی کہ شمع ہدایت کو گل کریں | اسلام کو مٹائیں یہی اہتمام تھا
کرتے تھے بائیکاٹ رسالت پناہ کا | اعدا کا ہر چہار طرف ازدحام تھا
یہاں تک مخالفوں کی بڑھیں چیرہ دستیاں | سب مومنوں کو دانہ و پانی حرام تھا
ہجرت کا حکم خالق اکبر سے پھر ہوا | سوئے مدینہ جانے کا تب اہتمام تھا

صدیقؓ ہمرکاب تھے وقت سفر فقط | دشمن خدائی ساتھ میں خالق کا نام تھا
پہنچے غرض مدینے میں جب شاہ دیں پناہ | مسرور اس جگہ کا ہر اک خاص و عام تھا
مکے سے گو کہ اب نہ تعلق کوئی رہا | ان دشمنوں کو پھر بھی شرارت سے کام تھا

باطل کا چاہتے تھے عروج و فروغ وہ ‏ حق کو مٹائیں سر میں یہ سودائے خام تھا

آیا پھر انتقام الٰہی بھی جوش میں ‏ ہر فتنہ و فساد کا قصہ تمام تھا
کفار مکہ جنگ میں مغلوب ہو گئے ‏ نصرت کا دین حق کی وہاں شور عام تھا
پوچھا نبی نے مکے کے کفار سے تب ‏ وہ کیا ہوا تمہارا جو سودائے خام تھا
امید مجھ سے رکھتے ہو کس بات کی کہو ‏ تم کو تو بس فساد و شرارت سے کام تھا

خجلت سے سر جھکا کے یہ کہنے لگا ہر ایک ‏ بدلہ ملیگا جیسا کہ ہم سب کا کام تھا
امید تم سے نیکی کی کس طرح ہم کریں ‏ تم کو مٹادیں۔ اپنا تو یہ اہتمام تھا
بولے نبی کہ جاؤ تمہیں معاف کر دیا
یہ خلق تھا کہ جس سے مخالف بھی رام تھا

نذر دربار رسول

ازمولوی حامد حسن صاحب قادری بچھرایونی (از کان پور)

رباعی

ہے نعت کا شوق گو سخنداں تو نہیں (۱) بار شکر ہے دل میں اور ارماں تو نہیں
جنت صلۂ نعت میں دیتے ہیں مجھے ‏ یہ جنس عزیز اتنی ارزاں تو نہیں

کیا دُرج شرف حضور کا سینہ ہے (۲) دل رأفت و رحمت کا گنجینہ ہے
آتے ہیں نظر اسی میں انوار خدا ‏ قامت میں قد آدم آئینہ ہے

دنیا میں رسول اور بھی لاکھ سہی (۳) زیبا ہے مگر حضور کو تاج شہی
ہے خاتمۂ حسن عناصر ان پر ‏ ہیں مصرع آخر اس رباعی کو ہی

روشن مجھے اب تیرہ شبی کرنے دے (۴) رنجور ہوں درماں طلبی کرنے دے
ہٹ چشم تصور سے الگ اے دنیا ‏ نظارۂ جلوۂ نبی کرنے دے

دنیا کو جہالت ہی نے گھیرا ہوتا (۵) اعمال پہ بدعتوں کا ڈیرا ہوتا
ہوتا جو نہ خورشید رسالت طالع واللہ کہ عالم میں اندھیرا ہوتا

نور نبوی سے پہلے عالم تھا سیاہ (۶) تھا ملک عرب سب سے زیادہ گمراہ
اسلام نے محو بت پرستی کردی اب شرک کہاں کیجئے اللہ اللہ

توحید پہ ہے دہر پرستوں کی نگاہ (۷) مقصد ہے کہ کردیں روح ایماں کو تباہ
کہتے ہیں بہت زور ہے دہریت میں لَاحَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ

سب بشریت دیدار کو سینے پہنچے (۸) ہم رہ گئے اوروں کے سفینے پہنچے
ہر بار جسد تو چھوڑ دے اسکو ہیں یوں ہو کے سبک روح مدینے پہنچے

کیوں ہند میں سوز ہجر حضرت میں جلو (۹) دونوں عالم عوض مدینے کے نہ لو
چاہو جو نجات چھوڑو دنیا کی ہوس جنت کو ہے چلنا تو مدینے کو چلو

جب راہ رو عرب پہ طالب ہو جائے (۱۰) پھر ہو تو فراق روح وقالب ہو جائے
معراج یہی ہے جسم خاکی کے لئے گرد رہ کاروانِ یثرب ہو جائے

کچھ حال ہو لب پہ نہ شکایت آئے (۱۱) راحت سمجھیں اگر مصیبت آئے
ہے فقر جو خود فخر رسول دوسرا پھر کیوں نہ ہمیں فاقوں میں لذت آئے

حیات مقدس کا ایک واقعہ

(از جناب سحبان الہند علامہ کیفی چریا کوٹی)

گو یوم بدر معرکہ کارزار تھا اس مشکل میں وہ آیت پروردگار تھا
کہتے ہیں ایک شخص اسیران بدر سے رشتہ میں خویش سید والا تبار تھا
وہ کون؛ زوج زینب بنت الرسول کا بوالعاص وہ جو صاحب عز و وقار تھا
تھا حکم عام جو زر فدیہ کے واسطے داخل ہر ایک اس میں صغار و کبار تھا
مکے میں یہ خبر جو گئی گو بجتی ہوئی چھوٹا ادائے فدیہ سے جو مالدار تھا
داماد تاجدار مدینہ اسیر غم اپنے ادائے فدیہ سے بے اختیار تھا

زینب کو دی خبر یہ جنابِ رسول نے
فدیہ کا حکم خاص مگر بار بار تھا

جس دم سنا یہ حضرت زینب نے ماجرا
فدیہ دیا وہ اپنے گلے میں جو ہار تھا

لایا گیا وہ ہار حضور رسول میں
دیکھا جو اس کو آپ کا دل بیقرار تھا

وہ ہار کیا تھا باغ محبت کا داغ تھا
یا آتش فراق کا تازہ شرار تھا

وہ ہار تھا کہ ہار کی صورت میں جلوہ گر
داغِ غمِ خدیجہ الفت شمار تھا

بھڑکائی اس نے آتش فرقت نبی ہوئی
یعنی غمِ فراق کی وہ یادگار تھا

وہ عقد یعنی شانِ محبت کا زندہ دار
آزادی اسیر کا بھی چارہ کار تھا

کیفی! یہی وہ جرأتِ اخلاق خاص تھی
جس سے کہ قصرِ دین میں استوار تھا
(روایت طبری)

جشن میلاد النبیؐ

(از جناب سیفی حیدرآبادکن)

آج اے طبع رسا جوش جوانی دکھلا
اہل محفل کو ذرا سحر بیانی دکھلا

کوثر نظم میں خامہ کی روانی دکھلا
صاحب فہم کو طرز ہمہ دانی دکھلا

ہاں خبردار کہ دامن نہ ادب کا چھوٹے
جو لکھوں حرف وہ کاغذ پہ بنے گل بوٹے

کھینچ دوں صفحۂ قرطاس پہ ایسی تصویر
جس سے ہو مانی و بہزاد کی حالت تغییر

فضل خالق سے کروں آج کچھ ایسی تحریر
حرف جو خامہ سے نکلے وہ ہو تصویر تکبیر

جاری اقلیم سخن میں رہے سکّہ میرا
مان لیں اہل سخن بزم میں لوہا میرا

گلفشاں یہ مرا خامہ ہے بوقت تحریر
پھول جھڑتے ہیں مرے منہ سے کچھ ایسی تقریر

تابع حکم مضامین کا ہے جمِ غفیر
طبع موزوں کا یہ کہنا ہے کہ ہوں دامنگیر

یعنی اشعار معانی کا میں جز ہوں کل ہیں

اور اک گلشن غالب کا شگفتہ گل ہوں

آج کچھ اور ہی ہے اپنی طبیعت کا رنگ ۔ دل میں جمنے نہیں پاتا کبھی کلفت کا رنگ
اُڑ گیا مثلِ ہوا گرد کدورت کا رنگ ۔ اب تو ہر سمت میں ہے عیش و عشرت کا رنگ

آج ہے اُس شہ لولاک لما کی آمد
جس کی دربانی کی جبریل نے پائی ہے سند

حیرت افزا ہے گلستاں جہاں کا نقشا ۔ فرطِ عشرت سے گلے ملتا ہے پتا پتا
جھومتا چلتا ہے ہر سمت ہوا کا جھونکا ۔ لیکے انگڑائی وہ ہے سبزۂ خوابیدہ اُٹھا

کھل کے کر دیتا ہے عالم کو معطر ہر پھول
اپنے جامہ سے ہوا جاتا ہے باہر ہر پھول

کیوں نہو آج کا دن عیش کا عشرت کا دن ۔ اب ہیں آرام کے دن آ گیا راحت کا دن
نکل آیا ہے مسلمانوں کی قسمت کا دن ۔ شکر صد شکر مٹا کفر کی ظلمت کا دن

اب نظر آتے ہیں سرشار زمانے والے
مےِ حُبِّ نبوی کے ہیں یہ سب متوالے

میرے ساقی ترے قربان پلا جام شراب ۔ اس کا پینا مرے مشرب میں تو ہے عین ثواب
پینے والے سے خدا اس کے نہ پوچھیگا حساب ۔ اسکے پینے سے نہ ہوگا مجھے محشر میں عذاب

جام پر جام چلے دور میں پیمانہ نہ ہو
تیرے میخوار کی اک حالت مستانہ ہو

تیرے صدقے مری حالت پہ کر اب رحم ذرا ۔ آج کچھ اور نظر آتا ہے مجھ کو نقشا
میری ساقی تیرے قربان پلا اور پلا ۔ نشہ اُترا تو بہک جاؤں گا حاشا کلا

با ادب ہو کے لکھوں مدح شہ ہر دو سرا
یہ تمنا ہے مری یہ ہے ارادا میرا

یہ وہ مے ہے جو بڑھا دیتی ہے عشق نبوی ۔ یہ وہ مے ہے کہ جسے پیتے ہی انسان ہو ولی
یہ وہ مے ہے کہ بلاخیز ہیں موجیں اسکی ۔ یہ وہ مے ہے کہ نشہ اس کا نہ اُتریگا کبھی

نشہ میں اُسکے خدا بھی نظر آجاتا ہے
اس کو جو پیتا ہے عرفاں کا مزا پاتا ہے

بس خبردار کدھر ہوش ہی تیرا سیفی | ذکر کس کا یہاں تجھ کو یہ کیسی سوجھی
سر جھکا حد سے نہ بڑھ اور نہ کر بے ادبی | اب منا سرورِ عالم کی ولادت کی خوشی

ہوش میں آ کہ یہ ہے ماہ ربیع الاول
سامنے آنکھوں کے پھرتا ہی عرب کا جنگل

مدتوں جبکہ خدا پردۂ خلوت میں رہا | دیکھنا پھر اُسے منظور نظر اپنا ہوا
چھوڑ وحدت کو وہ کثرت کی طرف جا نکلا | پردہ در ہو گیا مدت سے جو تھا در پردا

کن کے آئینہ میں پھر دیکھ لی صورت اپنی
جوش میں آکے ہوا آپ ہی خود شیدائی

نور سے اپنے کیا نورِ محمد پیدا | اور کئی سال تک اُس نور کو اخفا رکھا
پھر خیال اور جب آگے کو بڑھا اُس رب کا | خاک سے حضرتِ آدم کا بنایا پتلا

جان ڈالی وہ تھا غافل اُسے ہشیار کیا
یہ شرف بخشا کہ مخلوق کا سردار کیا

بعد اُس کے ہوئے سردار دو عالم پیدا | کفر غارت ہوا اسلام کا پرچم چمکا
ہل گئی گاؤ زمیں ترک فلک کانپ اُٹھا | جتنے کفار تھے اُن سب کا کلیجہ دھڑکا

قصر کسریٰ کے گرے کنگرے ڈر کے مارے
گر کے بُت کعبہ کے پھرنے لگے مارے مارے

آمنہ بی بی کا گھر نور سے معمور ہوا | پھر نئے سر سے براہیم کا دستور ہوا
رنگِ ظلمت جو زمانہ میں تھا کافور ہوا | کیوں نہ ہوتا کہ خدا کو یہی منظور ہوا

اس طرح سے دہر میں وہ فخرِ عجم آئے
فضلِ خالق ہوا سردار دو عالم آئے

آپ نے آتے ہی باطل کو مٹایا یکسر | بھاگتے پھرتے تھے اسلام کے دشمن گھر گھر

اُن کو ہر سو نظر آتا تھا بھیانک منظر　　شان اسلام بتاتی تھی اُنہیں موت کا ڈر

بت صنم خانوں میں پتھر سے بنے بیٹھے تھے

خوف سردارِ دو عالم سے ڈرے بیٹھے تھے

آپ کے اُسوۂ حسنہ کی سنو اب تعریف　　سر جھکاتے تھے یہاں سرکش و سرزن سے حریف

اور ہوتے جاتے تھے اسلام کے دشمن تخفیف　　غیر اقوام کے ہونے لگے ایمان ضعیف

خنجرِ خُلق سے کافر کو دکھایا نیچا

حلم ایسا تھا کہ خلاق دو عالم خوش تھا

عجز ایسا تھا شہنشاہ عرب کا واللہ　　جسکی مسکینی پہ قرآں میں ہے اللہ گواہ

دوست دشمن کو سدا دیکھتے تھے ایک نگاہ　　عجز سے خُلق سے طے آپنے کی دین کی راہ

عدل ایسا تھا کہ جب دودھ حلیمہ کا پیا

دودھ بھائی کے لئے ایک طرف چھوڑ دیا

حسن وہ حسن تھا حضرتؐ کا مرے لاثانی　　دیکھتے حضرت یوسف بھی تو بھرتے پانی

چرخ چکر میں ہے اب تک ہے اُسے حیرانی　　آج تک چاند کو ہے آرزوئے قربانی

دیکھو چکر آتا ہوا پھرتا ہے حیراں ہو کر

اب بھی قربان ہوا جاتا ہے قرباں ہو کر

چاند کیا چیز تھا تھے حور و ملک سودائی　　ملک و حور تھے کیا خود تھا خُدا شیدائی

میرے سرکار نے پائی تھی عجب رعنائی　　ناز ہر ناز میں زیبائی میں اک زیبائی

قد وہ بوٹا سا کہ دل جس پہ ہو قرباں قرباں

چال وہ چال کہ تھا کبکِ دری بھی حیراں

میرے سرکار کی کیا شان ہے اللہ اللہ　　مدح خواں آپ کا قرآں ہے اللہ اللہ

بلبلِ سدرہ بھی درباں ہے اللہ اللہ　　اور رضوان بھی قرباں ہے اللہ اللہ

کیوں نہوں صاحبِ لولاک لما ہیں حضرتؐ

باعثِ کن فیکوں بدرجہا ہیں حضرتؐ

میرے سرکار سے تھی حق کو محبت ایسی ۔۔۔ شاق خود اس پہ گذرتی تھی جدائی کی گھڑی
خلق پہلے ہی کیا اور نہ بھیجا جلدی ۔۔۔ رفتہ رفتہ ہوئی کثرت کی طرف جلوہ گری

ہجر جب اس کو گوارا نہ ہوا احمد کا
آپ کو بھیج دیا رکھ لیا سایہ قد کا

ہاں خبردار کدھر ہوش ہے سیفی تیرا ۔۔۔ کیا زباں تیری کہ تو شاہ کا ہو مدح سرا
شان ہیں ان کی خود اللہ نے لولاک کہا ۔۔۔ وہ نہ ہوتے تو نہ ہوتے فلک و ارض و سما

مدح سے شاہ کی تو صاحب تمئیز ہوا
شکر کر شکر کہ ناچیز تھا اب چیز ہوا

ولادت باسعادت

از لسان الصلحا عزیز الشعرا ابو الصدق حافظ محمد یوسف علیخاں عزیز اسدی صواتی

آخر آئی ہے شب ماہ ربیع الاول ۔۔۔ بارہویں پاکے یہ اعزاز ہوئی اور افضل
صبح صادق سے کہا مخبر صادق نے نکل ۔۔۔ جلد اب نور کا تڑکا ہو جہاں ہے بیکل

مژدۂ نور فزا کون و مکاں میں پہنچے
یہ نوید ابدی دونوں جہاں میں پہنچے

خم ہے گردوں پے تسلیم شہنشاہ انام ۔۔۔ شہ خاور نے نکلتے ہی کیا بڑھکے سلام
کیا نہیں فرض مسلمانوں پہ تعظیم و قیام ۔۔۔ چاہیے پڑھنا کھڑے ہوکے صلوٰۃ اور سلام

بزم میلاد کی شرکت کا طریقہ یہ ہے
اٹھو تعظیم محمدؐ کا سلیقہ یہ ہے

السلام اے احدیت کے نشانِ اوّل ۔۔۔ السلام اے رخ توحید کی شانِ اوّل
السلام اے جسد و قلب کی جانِ اوّل ۔۔۔ السلام آئینۂ نور مکان اوّل

ہندی حیران ہیں کہ بھیجیں اسے کس طور سلام
بھیجتا ہے جسے اللہ درود اور سلام

السلام احمد مختار شفیع کونین — بارک اللہ شرف الخلق و نجیب الطرفین
نوحش اللہ شرف افزائے کریم الثقلین — حبذا اے پدر فاطمہؓ جد الحسنینؓ

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

نازش کار مصور ترا نقشا پایا — تری صورت سے کمال اس کا عیاں ہے سارا
ہاں ز سرتا بقدم نور خدائی بخدا — نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را

برتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

میں کہاں اور تری نعت کی پرواز کہاں — جو ترے رب سے آگاہ ہیں کرتے ہیں بیاں
متجاوز ہو شریعت سے تو کیسا ایماں — کہہ گئے دل کی یہی بس محسنؔ فردوس مکاں

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل
میرے ایمانِ مفصل کا یہی ہے مجمل

مفلسانیم زما حال زر و مال مپرس — ما گدایم شہا شکل ببیں حال مپرس
جز مکاریم زما زشتیٔ افعال مپرس — عاصیانیم زما نیکی اعمال مپرس

سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی
اے شفیع دو جہاں خاتم رحمت نسبی

ادب آموز ہے گو ضبط ادیب قلبی — تشنۂ دید کو کیا آز نصیب قلبی
سرور انت طبیبی و حبیب قلبی — سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو عاجز پئے درماں طلبی
رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی

ہے صلی علیٰ عجب قرینہ میرا — دل عشق نبی میں ہے مدینہ میرا
ہر لحظہ خیال مصطفیٰ ہے جو بسا — ہے عرش خدائے پاک سینہ میرا

شبِ معراج

(از جناب محمد نجیب اللہ صاحب ہنرؔ مالیگانوی)

کرتا ہوں بیاں رفعتِ سرور شبِ معراج — مطلع ہے مرا مطلعِ انور شبِ معراج
کیا اوج پہ آیا ہے مقدر شبِ معراج — ہیں طائرِ مدحت میں لگے پر شبِ معراج
کیوں پہنچے نہ پھر عرش پہ اڑ کر شبِ معراج

پُر لطف نظر آتا تھا منظر شبِ معراج — تھا نور سے ہر ذرہ منور شبِ معراج
یکساں تھے غریب اور تونگر شبِ معراج — پتھر بھی نظر آتے تھے گوہر شبِ معراج
پھیلی جو ضیائے رخِ سرور شبِ معراج

کرتے تھے ملک عرض یہ محبوبِ خدا سے — محروم نہ رہ جائیں ترے فیض و سخا سے
بس دیکھ لے تو اک نظرِ حسن و عطا سے — ہیں شربتِ دیدار کے ہم بھی تو پیاسے
اک دور چلے ساقیِ کوثر شبِ معراج

صدقے تری عظمت کے میں اے فخرِ رسالت — قربان تری شوکت کے میں اے شاہِ شجاعت
ہے پشتِ مبارک پہ لگی مہرِ نبوت — رکھا گیا اُس جا ترے سر تاجِ شفاعت
جلتے جہاں جبریل کے تھے پر شبِ معراج

چمکا جو سرِ عرشِ علیٰ نورِ مجرّد — کہنے لگے آپس میں ملک کس کی ہے آمد
ٹھنڈی ہوئیں آنکھیں جو اٹھیں سوئے محمد — دل سب کا تھا قرباں جمالِ رخِ احمد
نکھرا ہوا تھا حسنِ پیمبر شبِ معراج

سلطانِ دو عالم جو ہے سلطان ہے اپنا — محبوبِ خدا عرش پہ مہمان ہے اپنا
جو دفترِ حکمت ہے وہ قرآن ہے اپنا — ایمان کی پوچھو تو یہ ایمان ہے اپنا
یا آپ تھے یا خالقِ اکبر شبِ معراج

کیوں آج جہاں میں کوئی مغموم نہیں ہے — ہے کونسی وہ بزم جہاں دھوم نہیں ہے
یہ راز ہنرؔ آپ کو معلوم نہیں ہے — الطاف سے جنکے کوئی محروم نہیں ہے

ہے آج اُمتی کی تو یہ گھر گھر شبِ معراج

متفرق نعتیہ نظمیں

(از جناب سحبان الہند علامہ کیفی چریا کوٹی)

۱

دوزخ ہو کہ وہ خلد ہو، دو جس کو جو چاہو
تم احمدِ مختار ہو محبوبِ خدا ہو

ہر موئے بدن میری گنا ہوں کی ہے تصویر
اے رحمتِ کونین اب اسکو بھی نباہو

ہمراہ ہے نالوں کے اگر نام تمہارا
آجائے زباں پر جو کلیجا تو مزا ہو

ہو لطف جو محشر بھی مری سر سے گذر جائے
یہ شوق کے سجدے میں ترے در پہ جھکا ہو

جاں حشر میں بھی صورتِ دیدار کو صدقے
اے حُسنِ خدا، بہرِ خدا جلوہ نما ہو

اس دل میں ہے وہ درد جو ہے صورتِ تسکیر
کیا ہو جو مرا ہاتھ مرے دل سے جُدا ہو

ہیں نے رُخِ شمشیرِ قضا پھیر دیا ہے
سر اور کٹے جو ترے قدموں سے لگا ہو

اے شانِ خدا اُمتِ بیکس کے مددگار
کر دو نظرِ لطف کہ کیفی کا بھلا ہو

(از جناب نواب سید دلاور حسین خاں صاحب قمر لکھنوی)

اللہ نے رتبہ یہ بڑھایا شبِ معراج
احمد کو سرِ عرش بلایا شبِ معراج

شکرانۂ خالق کی مچی دھوم فلک پر
جلوہ جو نبی کا نظر آیا شبِ معراج

جب جلوہ فگن عرش پہ احمد ہوئے جاکر
ہر رازِ نہاں حق نے بتایا شبِ معراج

آواز درود آتی تھی ہر چہار طرف سے
یوں جشن فرشتوں نے منایا شبِ معراج

تسکین ہوئی قلب کو اُس وقت نبی کے
جب دستِ یداللہ نظر آیا شبِ معراج

حوروں نے ملائک نے قدم آپ کے چومے
نعلین کو آنکھوں سے لگایا شبِ معراج

ہمراہ سواری چلے سردارِ رسل کے
جبریل نے یہ مرتبہ پایا شبِ معراج

جنت میں قمر کہتی تھیں کلیاں یہ چٹک کے
سردارِ دو عالم یہاں آیا شبِ معراج

(از سید عنایت علی صاحب آغاز حسنی الحسینی برہانپوری)

پہنچے ہیں سرِ عرش ہمیر شبِ معراج — تھا ہر طرف اک نور کا منظر شبِ معراج

حوروں میں ملائک میں مچی دھوم خوشی کی — جب حق سے ہوا وصل ہمیر شبِ معراج

ہر راز سے آگاہ کیا ختم رسل کو — اللہ نے خلوت میں بلا کر شبِ معراج

کیا جسم پر آغاز نظر اُن کے ٹھہرتی،

اوڑھے ہوئے تھے نور کی چادر شبِ معراج

(از جناب سید سالار صاحب کفیل ساکن کھمبم ضلع کرنول)

حاصل کبھی ہو مجھ کو زیارت رسول کی — آنکھوں سے جا کے دیکھ لوں تربت رسول کی

سر وہ نہیں ہے جس میں نہ سودا ہو آپ کا — کیا دل وہ جس میں کچھ نہ ہو الفت رسول کی

یارب کفیل سے ہو سدا وصفِ احمدی

روزِ جزا زباں پہ ہو مدحت رسول کی

(از جناب شیخ احمد صاحب شمیم میر مدرس بورڈ مدرسہ نسواں کھمبم)

جس نے احمد پہ محبت سے پڑھا صل علیٰ — مستحق دار جناں کا وہ ہوا صل علیٰ

تم ہوا اک برزخ کبریٰ کا نوشیا شاہ — تم پہ ہر خالق و مخلوق فدا صل علیٰ

بن گیا ناسخِ ادیان زمانہ فی الفور — شاہ کونین کا کیا دین ہوا صل علیٰ

ہر مرض کے لئے دارو تمہیں "شفا بخش" بنا — آبِ تازہ پہ اگر پڑھکے دیا صل علیٰ

سحر و شام درود آپ پہ پڑھکر میں نے — خواب میں روئے نبی دیکھ لیا صل علیٰ

باغِ فردوس ملیگا تمہیں عقبیٰ میں شمیم

جاوداں تم نے اگر ورد رکھا صل علیٰ

(از جناب سید سالار صاحب کفیل ساکن کھمبم ضلع کرنول)

یا خدا دکھلا دے چہرہ احمد مختار کا — سر میں سودا دل میں نقشہ ہے شہ ابرار کا

جس طرف دیکھوں مدینہ ہی نظر آئے مجھے — دل میں ہو نقشہ مدینہ کے در و دیوار کا

شرک کی گردن اڑائی خوب تو نے یا رسول — اللہ اللہ کیا کرشمہ تھا تری تلوار کا

(از جناب مولانا درد صاحب کاکوروی)

خلق میں آپ انتخاب صلِ علیٰ محمدؐ
خلق میں آپ لاجواب صلِ علیٰ محمدؐ

چہرہ پہ ہے پڑی نقاب صلِ علیٰ محمدؐ
بدلی میں یا ہے آفتاب، صلِ علیٰ محمدؐ

مکہ سے چمکا آفتاب، صلِ علیٰ محمدؐ
بن گیا نور ہر حجاب، صلِ علیٰ محمدؐ

آپ کی شان دیکھئے، درگہ بے نیاز سے
طٰہٰ عطا ہوا خطاب، صلِ علیٰ محمدؐ

دامن مصطفیٰ چھٹا، ہاتھ سے حشر میں عجب
ہوگئے عاصی کامیاب صلِ علیٰ محمدؐ

وجد میں کیوں نہ آئیں ہم نغمۂ وحیِ حق سے پیر
آپ کے لب ہیں زرباب، صلِ علیٰ محمدؐ

پڑھتے ہیں دل سے جو درود، وہ تو جہاں پاک سے
ہوتے ہیں روز فیضیاب، صلِ علیٰ محمدؐ

وہ جو بھری گوں میں ہیں حبِّ نبی کی بجلیاں
عشقِ نبی کی ہے شراب، صلِ علیٰ محمدؐ

پڑھ کر درود درد نے مانگی خدا سے جب دعا
ہوگئی دم میں مستجاب، صلِ علیٰ محمدؐ

(از جناب پہلوان قاسم خاں صاحب بلّل زئی انیم ندیال ضلع کرنول)

آپ جو مصطفیٰ ہوئے سرور انبیاء ہوئے
مظہر کبریا ہوئے خلق کے پیشوا ہوئے

چھا گیا جہاں میں نور ہو گیا کفر و شرک دور
ہوتے ہی آپکا ظہور سارے صنم فنا ہوئے

باعثِ خلق جزو کل شارع احسن السبل
افضل و خاتم الرسل احمد مجتبیٰ ہوئے

بادشہِ پیمبراں، فخر جمیع مرسلاں
بنکے خدا کے میہماں خلق کے رہنما ہوئے

تم نے جو لے شہ عرب پایا شفیع کا لقب
غم سے گنہگار سب روز جزا رہا ہوئے

از جناب محمد محسن صاحب محسن انجنیر داناپوری

طالب نہیں جنت کے طلبگارِ مدینہ
اللہ دکھائے کہیں گلزارِ مدینہ

موت آئے تو ہوں سامنے سرکارِ مدینہ
اچھا ہو تو یوں اچھا ہو بیمارِ مدینہ

اللہ کرے حشر میں دیوانہ تمہارا
تکتا ہو تمہیں لب پہ ہو تکرارِ مدینہ

آئینگے نکیرین تو کہہ دونگا یہ ان سے
اللہ کا بندہ ہوں پرستارِ مدینہ

ساقی کی نگاہوں سے لڑا دیتے ہیں آنکھیں
یوں پیتے ہیں جب پیتے ہیں میخوارِ مدینہ

ہی بھیڑ فرشتوں کی سلامی کے ہیں تحفہ ۔۔۔ کیا کہنا ترا گرمیٔ بازار مدینہ
جھکتی ہی جو قبلہ کی طرف ساری خدائی ۔۔۔ صدقہ ہی تمہارا در و دیوار مدینہ

میں شاہ جماعت کی جماعت میں محسن
آتا ہیں مرے زینت دربار مدینہ

(از جناب محمد عبد الشکور صاحب فرید فریدی، ٹنکپوری)

جلوۂ نور محمد کی ضیا چھائی ہے ۔۔۔ دیکھ لے دیکھ لے او آنکھ جو بینائی ہی
سلسلہ دامن توحید نہ چھوٹا دیکھو ۔۔۔ وہ جو واحد ہی تو محبوب میں یکتائی ہی
بوئے مستِ گلِ توحید کی لائی ہی مگر ۔۔۔ لڑکھڑاتی ہوئی یثرب سی صبا آئی ہی
رتبۂ ذات محمد کا ہے ادراک محال ۔۔۔ اتنا معلوم ہے اللہ بھی شیدائی ہی
زلف اسلام کا شیرازہ ہی برہم اب تو ۔۔۔ کفر نے اپنی جمعیت کی قسم کھائی ہی
کفر نے گھیر لیا یثرب و بطحا کو تیرے ۔۔۔ یا محمد یہ قیامت کی گھڑی آئی ہی

نعت میں حالت قلبی کا ہے اظہار فرید
سوزش دل سی مرے آہ نکل آئی ہی

(از جناب مولوی شیخ محمد صاحب خاقان پوری اجارہ تعلقہ پوسد)

دل مرا حُبِّ شہ لولاک سی مخمور ہی ۔۔۔ اور نورِ عشق سی سینہ مرا معمور ہے
جاگزیں دل میں خیال روضۂ پرنور ہی ۔۔۔ ضو میں اب سینہ مرا ہم رنگ کوہ طور ہی
سورۂ واللیل ہی گیسوئے سرور کی صفت ۔۔۔ سورۂ والشمس وصفِ عارضِ پرنور ہی
یا رسول اللہ دکھلا دو جمال پرضیا ۔۔۔ آپکی فرقت میں دل بیتاب ہی رنجور ہی
عاشق بزم نبی ہی رحمت حق سی قریب ۔۔۔ منکر ذکر نبی رحمت سی کوسوں دور ہی
عاشق بزم جناب سید ابرار ہوں ۔۔۔ ذکر میلاد نبی سی دل مرا مسرور ہی

(از جناب خان صاحب حکیم سید محمد صاحب سید وائس چیرمین وآنریری مجسٹریٹ داؤد نگر)

ہجوم بیکسی ہی لشکر غم کی چڑھائی ہے ۔۔۔ مدد کو آئیے یا احمد مرسل دہائی ہے
کیا ہی دل کو روشن یاد رخسار پیمبر میں ۔۔۔ جگر کے داغ نے قندیل کعبہ میں جلائی ہی

شنا ہے جب سے شہرہ آستانِ پاک احمدؐ کا — در بیت الصنم سے منحرف ساری خدائی ہے
جوابِ قاقم و سنجاب کملی ہے فقیروں کی — نمونہ ساغر جمشید کا جامِ گدائی ہے

اگر لطف و کرم سید نہیں شاہ دوعالم کا
تو پھر زندانِ غم سے کس کو امید رہائی ہے

از جناب خیر رحمانی دربھنگوی

لیلۃ القدر کی ہے جان ربیع الاول — تجھ پہ سو سال ہوں قربان ربیع الاول
تو اُڑاتا ہوا آیا ہے ہلالی جھنڈا — تو مہینوں کا ہے سلطان ربیع الاول
اپنی تقدیر سے پایا تجھے ہم نے اے ماہ — دل سے سب نکلیں گے ارمان ربیع الاول
پیار کرتے تجھے لپٹ کے گلے سے ہم تو — کاش ہوتا جو تو انسان ربیع الاول
دل ہے اور آنکھ ہے آج میں ہو رہنا تجھ کو — اور کیا ہو سکے سامانِ ربیع الاول
تجھ میں پیدا ہوئے ہیں سرورِ شاہاں جہاں — کس قدر تیرے ہیں احسان ربیع الاول
تیری دعوت کا کروں کونسا سامان یہاں — جان و دل تجھ پہ ہوں قربان ربیع الاول

خیر دل کھول کے مل لو جو تمہیں ملنا ہو
پھر ملیگا نہ یہ مہمان ربیع الاول

(از جناب مولوی شیخ محمد صاحب خاقاں پوری اجارہ تعلقہ پوسدم)

حامدِ ایزدِ سبحاں ہوں نہیں جانتے کیا — اور حضرت کا ثناخواں نہیں جانتی کیا
کیوں نہ حل ہوں مری سب عقدۂ مالاینحل — کہ غلامِ شہ مرداں ہوں نہیں جانتی کیا
باغِ جنت مجھے خالق نے عطا فرمایا — روضۂ شاہ کا درباں ہوں نہیں جانتی کیا
ورد ہے مجھ کو بھی وصفِ رخِ حضرت ہر دم — میں بھی حافظ قرآں ہوں نہیں جانتی کیا

نعت میں میرا بھی خاقاں ہے دیواں تیار
میں بھی اک صاحبِ دیواں ہوں نہیں جانتی کیا

از جناب محمد سیف اللہ صاحب صدیقی جوہر ٹانگو دلور برما

ز چشم دل چو نورِ احمدِ مختار می بینم — ہمہ عالم سراسر مطلع انوار می بینم

جہاں را طالب دیدار آں دلدار می بینم — چو موسیٰ محو شوقِ آں تجلی زار می بینم
رخش را جوہر آئینۂ انوار می گویم — دلش را گوہر گنجینۂ اسرار می بینم
حجابے نیست در پیشِ نگاہِ دیدۂ باطن — کہ در آئینۂ دل عکسِ آں رخسار می بینم
اگر خواہم بگویم شرح قرب قاب قوسینش — مگر اخفائے ایں سر بہتر از اظہار می بینم
وجود او گل بے خار در گلزار ایجاد ست — وگرنہ ہر گلِ اینجا ہمنشینِ خار می بینم
شب معراج بر بام بلند عرش بگذشتی — بروں از حد عروجت اے شہ ابرار می بینم
عروجِ شرع تو تا روز محشر روز افزوں ست — بہارے از خزاں ایمن دریں گلزار می بینم
نگاہِ مرحمت بر جوہر افگن یا رسول اللہ — کہ کارش بستہ قلبش خستہ حالش زار می بینم
مگر فیضت نماید رنگِ اعجاز مسیحائی — لبش خشک و رخش زرد و دلش بیمار می بینم

درودی می فرستم بر روانت در جواب آں
نزولِ رحمتِ حق از فلک صد بار می بینم

(از جناب عبدالوحید صاحب صدیقی فخری غازیپوری)

دین کو دنیا میں پھیلاتا ہی پھر گھر گھر ہمیں — جلوۂ اسلام دکھلانا ہے ہر در پر ہمیں
کم نہ ہو جائے کہیں مستی مے وحدت کی دیکھ — ہاں دئے جا ساقیا ساغر پہ ساغر ہمیں
پھر ہمارے بازوؤں میں بھر دے زور حیدری — پھر بنا دے اے خدا تو فاتح و صفدر ہمیں
بخشدے اِنَّا فَتَحْنَا کا جنوں اے ذوالجلال — سکۂ اسلام بٹھلانا ہے دنیا پر ہمیں
پھر نسیم عدل فاروقی چلا دے دہر میں — پھر عطا کر دے وہی جنرل وہی لشکر ہمیں

ہم کو پستی سے بلندی اے خدا کر دے عطا
تا قیامت سارے عالم میں تو رکھ سرور ہمیں (۱)

(از جناب شمس صاحب گلاؤٹھوی)

وہ صدائے نغمۂ کن فکاں جو نہاں بھی پردۂ راز میں — وہی ہوش اڑانے کو آ گئی کہ ترے ساز ہائے مجاز میں
کبھی رخ سے پردہ الٹ دیا جو کسی نے محفل ناز میں — تو ہزار جلوے سما گئے مری ایک چشم نیاز میں
یہ مقام راز و نیاز ہے کسے دخل راز و نیاز میں — جو سنا تو پردۂ راز سے جو کہا تو پردۂ راز میں

میں نثار کارِ سیاہ کے میں تصدق اپنے گناہ کے　　　کہ خزانے عفو کے ملگئے ترے لطف بندہ نواز میں

دلِ منتظر کو دکھاؤں کیا مری آنے اُڑا لیا

جو رکوع وسجدے کا ہوش تھا مجھے شمس اپنی نماز میں

(از سید زبیر احمد صاحب عالی متوطن ہسوہ (فتح پور) مجسٹریٹ درجہ دوم ریاست ٹیہری)

محمدؐ کے روضہ پہ جاؤں خدایا　　　وہاں پہنچ کر پھر نہ آؤں خدایا

درودوں کے پھول اور سلاموں کی کلیاں　　　میں روضہ پہ جا کر چڑھاؤں خدایا

اجابت کرے شوق کی دستگیری　　　سفر میں قدم جب اٹھاؤں خدایا

سوا تیرے یا اپنے پیارے نبیؐ کے　　　کسے اپنی بپتا سناؤں خدایا

غبارِ مزارِ مطہر کو پا کر　　　میں آنکھوں کا سرمہ بناؤں خدایا

عبادت تری اور اطاعت نبیؐ کی

ہو عالی کو دائم ہمایوں خدایا

(از جناب حکیم ابو اللیث محمد سمیع ارادت اللہ صاحب انصاری فرنگی محل لکھنؤ)

چھٹوں محن سے دیکھ کر روضہ محمدؐ کا　　　دوا ہے درد دل ہے گنبد خضرا محمدؐ کا

ازل کے دن سے ہوں میں والہ و شیدا محمدؐ کا　　　دکھا دے یا الٰہی چہرۂ زیبا محمدؐ کا

بجھائی شرک کی آگ اور ڈبویا کفر کا بیڑا　　　محیط عالم ہستی ہوا دریا محمدؐ کا

جہاں سے کفر کی ظلمت مٹی عالم ہوا روشن　　　عرب کی سرزمیں پر نور جب چمکا محمدؐ کا

نکیرین آ کے یہ کہتے ہوئے پلٹے ہیں تربت سے　　　یہ سونے دو یہ ہے والہ و شیدا محمدؐ کا

حکیم خستہ تن کی ہے دعا یا رب دم آخر

ہو دل میں یاد تیری لب پہ ہو کلمہ محمدؐ کا

(از سید زبیر احمد صاحب عالی متوطن ہسوہ (فتح پور) مجسٹریٹ درجہ دوم ریاست ٹیہری)

میں صدقے ترے رحم کے کملی والے　　　مجھے گوشۂ عافیت میں چھپا لے

مجھے بھی ملیں خوان رحمت سے مولا　　　شفا کے عطا کے کرم کے نوالے

تو اپنی محبت عطا کر الٰہی　　　محمد سے ملتے ہیں اللہ والے

خدا سے دعا کر کے باعجز و زاری / جناں سے گلِ تر کے بائے منگالے
مدینہ میں چل کر حضورِ پیمبر / کمانا ہے جو کچھ وہ دولت کمالے
یہ کر عرض سرکارِ والا حشم سے / کہ لے نورِ حق دو جہاں کے اُجالے
مجھے بھی عطا توشۂ عاقبت ہو / کریم و سخی جود و احسان والے

سرافرازیٔ دید ہو خواب ہی میں
کہ قدموں کو آنکھوں سے عاصی لگالے

(از جناب محمد طٰہٰ اشرف قادری اسعدی)

رسول اللہ بے شک سرورِ دنیا و دیں تم ہو / بہارِ جانفزا، نزہتِ خلدِ بریں تم ہو
شفیعِ روزِ محشر رحمۃٌ للعالمیں تم ہو / دوائے دردِ دل ہو، راحتِ جانِ حزیں تم ہو
تمہارا نام لیوا کیوں نہ بخشا جائے محشر میں / کہ محبوبِ خدا تم ہو، شفیع المذنبیں تم ہو
تم افضل انبیا میں جس طرح خورشید تاروں پر / وجودِ اولیں تم تھے ظہورِ آخریں تم ہو

گناہوں کی تمہارے گرچہ کوئی حد نہیں اشرف
جو شیدا ہو محمد کے تو کیوں اندوہگیں تم ہو

(از جناب مولوی محمد نور العین حسن حسینی چھتاری)

چلوں راہِ مدینہ میں جو سر سے شادماں ہو کر / زمیں طیبہ کی بخشے سربلندی آسماں ہو کر
بیاں ہرگز نہ ہو نعتِ نبیِ احمدِ مرسل / ہر اک موئے بدن اپنا اگر چاہے زباں ہو کر
خداوندا ترے محبوب کی الفت کا خواہاں ہوں / رہیں پہلو میں دل ہو کر بنیں میری جان ہو کر
خدا سے بخشوائیں گے نبی ہر ایک عاصی کو / امام الانبیاء بنکر شفیعِ عاصیاں ہو کر

حبیبِ حق کی الفت الفتِ حق کا نمونہ ہے
رہا کرتی ہے ہر مومن کے دل میں روح و جاں ہو کر

(از جناب مولانا حکیم محمد قیام الدین صاحب بہجت جونپوری امام جامع مسجد)

یا نبی نورِ مجرد سے ہے خلقت آپ کی / درحقیقت کوئی کیا جانے حقیقت آپ کی
عرش پر حق نے بلا کر کی جو عزت آپ کی / یا نبی ظاہر ہوا اس سے شان و رفعت آپ کی

کر رہا ہوں راضی و خوشنود میں اللہ کو	لکھ رہا ہوں یا حبیب اللہ مدحت آپ کی
حشر کے دن جبکہ چمکیں گے اعضاءِ وضو	یا نبی ممتاز ہوگی سب میں اُمت آپ کی
تا قیامت اب نہ ہوگا کوئی دنیا میں نبی	کیونکہ خاتم ہے نبوت کی نبوت آپ کی
کی اطاعت اُس نے عین اللہ کی لاریب فیہ	یا رسول اللہ جس نے کی اطاعت آپ کی
سارے ادیان سے ہے اکمل یا نبی دین آپ کا	اور فطرت کے مطابق ہے شریعت آپ کی
دشمنانِ دین کے حملے ہو رہے ہیں ہر طرف	اس گھڑی درکار ہے سرکار نصرت آپ کی

بخت شیدائی کو ملجائے جگہ یثرب میں اب
شاق ہے حضرت اسے دوری و فرقت آپ کی

(از جناب قاضی محمد کریم الدین صاحب نعیم ساکن نندلال)

✓ دل میں مرے عشقِ شہ لولاک لما ہو	سر میں مرے گلزار مدینہ کی ہوا ہو
✓ آنکھوں میں عیاں جلوۂ محبوب خدا ہو	سینے میں نہاں طورِ تجلی کی ضیا ہو
ذروں میں چمک ہے رخِ روشن کی ضیا سے	تم مہرِ جہانتاب ہو تم نورِ خدا ہو
✓ ہر مردمک دیدہ میں ہو نور کی صورت	ارمان کی طرح دل میں تمہیں جلوہ نما ہو
✓ تجھ کو جو حیات ابدی چاہیئے اے دل	تو عشق محمد میں فنا ہو تو مزا ہو
✓ پاؤں تمہیں جب قبر میں تنہا مجھے چھوڑیں	دیکھوں تمہیں جب تن سے مری روح جدا ہو

کام آئے رحیم احمد مرسل کی محبت
✓ محشر میں قیام اپنا کہیں زیر لوا ہو

(از جناب اعجاز احمد صاحب انصاری مراد گوالیار)

حقیقت تیری پہچانے ہے کیا مقدور انساں کا	کہ تری ذات حیرت خانہ ہے حوران و غلماں کا
پر پرواز پھیلائے تخیل نے بہت لیکن	نتیجہ ہم کو چلا کچھ بھی نہ تیرے راز پنہاں کا
اُسی کی ذات یکتا ہے بری ہر شرک و نسبت سے	خیال و وہم سے اونچا ہے درجہ شانِ یزداں کا
شہادت دے رہا ہے صنعتِ صناعِ قدرت کی	ہر اک پتا خیاباں کا ہر اک ذرہ بیاباں کا
رسولِ رحمۃ للعالمیں بھیجا ہدایت کو	بنایا جس کو حامل تو نے اپنے پاک قرآں کا

وہ ہو کو نین سی افضل پسندیدہ دُو عالم سی
رسولِ بہترینِ خلق ہی محبوب یزداں کا

سیہ ہی نامۂ اعمال کیسے منہ میں دکھلاؤں
مدد اے داورِ محشر گراں ہی بارِ عصیاں کا

اُٹھا کر ہاتھ کانوں تک میں یہ اقرار کرتا ہوں
مطیعِ سنتِ احمد ہوں بندہ تیری فرماں کا

کلیجہ تھام لیتا ہوں ترا جب دھیان کرتا ہوں
نکل جائے نہ دم بے چین ہو کر جانِ بیجاں کا

لقاو دیدِ باری قربت آں خالق بیچوں
مقدر ہی یہ مومن کا نصیبا ہے مسلماں کا

دم آخر تمنا ہی یہی اس تیری عاصی کی
کہ ہو جلوہ چراغِ دل میں میری نورِ عرفاں کا

الٰہی بے ہنر اعجاز کو تو نے ہنر بخشا
ادائے شکر ناممکن ہی اُس سی تیری احساں کا

(از جناب خیر رحمانی صاحب دربھنگوی)

مرے حبیب مری پیشوا سلام علیک
مرے کریم مرے رہنما سلام علیک

جو پہنچے روضہ پہ تو تو بصد نیاز و ادب
مری طرف سی بھی کہنا صبا سلام علیک

خدا نہیں مگر اے ناخدائے کشتیٔ دیں
نبیِ حق و رسولِ خدا سلام علیک

مرے کریم ادھر بھی ہو اک نگاہ کرم
کہ عرض کرتا ہی اک بے نوا سلام علیک

طبیبِ اُمتِ بیمار و چارہ سازِ جہاں
تمہیں دوا ہو تمہیں ہو شفا سلام علیک

کہاں ہی ایسا مقدر کہ آستانے پر
پہنچ کے عرض کرے یہ گدا سلام علیک

جو خواب میں بھی حضوری ہو خیر کو حاصل
قدم پہ گر کے کریگا ادا سلام علیک

(از جناب سید محمد اعجاز حسین علوی اعجاز کاکوروی)

لکھا ہے وصفِ روئے رسالت مآب کا
سورج کا ہم سبق ہی ورق اس کتاب کا

ہوتا نہ درمیاں میں محمدؐ کا گر قدم
بنتا کبھی نہ نقش جہانِ خراب کا

اس مے میں کیفِ عشقِ نبی کی ہیں لذتیں
پینا حلال ہے مرے جامِ شراب کا

وہ خادمِ نبی ہوں کہ دوزخ بھی سرد ہو
چھینٹا اگر پڑے مری چشمِ پُر آب کا

باقی رہا جو اشکوں سے رحمت نے دھو دیا
بیباق کل حساب ہے فردِ حساب کا

اعجازِ آفتابِ رسالت کے عشق میں
ذرہ چمک گیا دلِ پُر اضطراب کا

(از فکرِ سلیم جناب مولوی محمد سلیم صاحب امراؤتوی)

از سروشِ عالمِ غیبم سحر آمد خطاب — یا فتیٰ صلِّ علیٰ من عندہٗ اُمُّ الکتاب

مقصدِ تخلیقِ عالم، مظہرِ اسمائے حق — شاہدِ حُسنِ حقیقی، مرجعِ حُسن المآب

مرکزِ پرکارِ تکویں، نقطۂ کلکِ قدر — معنیٔ تحریرِ امکاں، خطِ طغرائے ثواب

ہادیٔ راہِ ہدایت، داعیٔ دارالامن — ماحیٔ کفر و ضلالت، شافعِ یوم الحساب

اولیں نورِ تجلی، آخریں تکمیلِ حق — صورتش مرآتِ معنی معنیش علم الکتاب

اَلَّذِی شَہِدَتْ لَہُ الحصباءُ وانشقَّ القمر — سَلَّمَ الاشجارُ والاجبالُ لافیہ ارتیاب

تا وجودِ آفتابش خاکداں کرد آسماں — مہر گوید ہر زماں "یا لیتنی کنتُ تراب"

آدم از ظلمِ "عصیٰ" نے آمدی ہرگز بروں — گر بنامِ مہر افروزش نجستی انتساب

جوہرِ اول کہ باشد کو بہ پروازش رسد — پشۂ بے مایہ نتواں لاف زد پیشِ عقاب

در ریاضِ روح پرور ہست گلچینی یک نسیم — بر جنابِ رفعتش ملکِ سلیماں ست آباب

در چنیں صبحی ہمایوں باہمہ "قلبِ سلیم" — عرضہ داری حالِ دل را بر جنابِ مستطاب

اے شہنشاہِ دو عالم! قیصرایاں را نگر — تا چساں از صرصرِ ظلمانیاں گشتہ خراب

ظلمتِ کفر و حوادث بر ہمہ عالم گرفت — آفتابِ دینِ تو گردیدہ تا در احتجاب

یک نظر درخشِ کفر سوزت کارفرما تا شود — ذرہ ذرہ زیں جہانے آفتاب و ماہتاب

خالد و فاروق را گر جاہِدا فرماں دہی — سیف و عدلِ شاں کند طاغوت و طغیاں در غیاب

اَسقِنی کاساً دِھاقاً طیّباً مِن حُبِّکَ

یا قسیمُ یا غیاثُ یا مجیبُ یا مجاب

(از جناب اظہر الحق صاحب نعمانی رودلوی)

ساز ایمانم خدایا ہمچو ایمانِ رسول — بہر اولادِ رسول و بہر یارانِ رسول

از ستائشہائے بیگانہ نیالاید زباں — تا دمِ آخر دلم باشد ثنا خوانِ رسول

مدح خوان اوست ربِ لایزال و لم یزل — من کہ باشم تا نویسم شوکت و شانِ رسول
گر نبودے او نبودے ایں جہان و آں جہاں — راست پرسی ایں قرآں میباشد از زبانِ رسول
گوہر و لعل یمن را در نظر چوں آورد — ہر کہ باشد ناظرِ درہائے دندانِ رسول
بہر بخشش عاصیاں را در قیامت بس بود — بر زبان لا تقنطوا و دست دامانِ رسول
باعث تخلیق عالم شد وجود پاک او — پیش داور قبل بعثت بود ایں شانِ رسول
لعل و گوہر چیست آں سنگ است ایں یک قطرہ — ہر دو را نبود بہائے در دندانِ رسول

آدم و موسیٰ و عیسیٰ گرچہ خاصانِ حق اند
از ہمہ بالاتر آمد اظہرا شانِ رسول

برگ سبز

نذرِ گرامی بحضورِ شہ تہامی

اے ساقی ما بادہ بدہ عصمت خیز — کآمد بادار و گیر باطل بستیز
در ساغرم اے ساقی خمخانہ را — آں بادہ ز رمز اسمہٗ احمد ریز

محمد عربی ختم انبیائے جلیل — خلیل راست مثال و کلیم راست مثیل
تبارک اللہ امام پیمبرہا است — کہ خواند فارقلیطا اش مسیح در انجیل

خاور چکد از شبم بایں تیرہ شبی — کوثر چکد از لبم بایں تشنہ لبی
اے دوست ادب کہ در حریم دل ماست — شاہنشہ انبیا رسول عربی

فاراں دگر است کوہِ سینا دگر است — موسیٰ دگر و مثیل موسیٰ دگر است
در موسیٰ و مصطفیٰ چہ رمزیست غریب — ساحل دگر است عین دریا دگر است

رباعیات

(از جناب اظہر الحق صاحب نعمانی ردولوی)

ہر چیز میں شان کبریائی دیکھی　　ہر جسم میں روح کی رسائی دیکھی
ہر ذرہ ہی قدرت کا نمونہ اظہر　　سچ یہ ہے کہ دنیا میں خدائی دیکھی

مذہب پہ جو شخص اپنے عامل نہ ہوا　　اس کو تمیز حق و باطل نہ ہوا
جب اسکی تلاش زاہد خشک نے کی　　حاصل یہ ہوا کہ کچھ بھی حاصل نہ ہوا

حسنِ خاتمہ

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ
